وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ

جلد اول

از

تفسیر قرآن

مؤلفہ

شائق احمد عثمانی بھاگلپوری

کچھ مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر میں

اور باقی [illegible] پٹنہ اور [illegible]

دہلی [illegible] پریس دہلی میں باہتمام لالہ [illegible] طبع ہوا

بار اول

۱۹۱۷ء

ہدیہ

میرے محترم دوست جناب ملنگ
احمد بادشاہ صاحب بی۔ اے
مالک التجار مدراس کو مذہبی امور
خصوصاً قرآن مجید سے جو دلچسپی ہے
اس بنا پر میں اپنی یہ تصنیف بڑی مسرت
کیساتھ ان کے اسم گرامی پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں

خاکسار مولف

شائق احمد۔ عثمانی

...ONAL LIBRARY
...UL KALAM AZAD

تفسیر قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اسلامی دنیا کے ہر طبقہ کا آج یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ مسلمان اپنی اس پستی اور تنزل سے اسی وقت سدھر سکتے ہین، جب وہ قرآن مجید کی تعلیم کے عملی نمونہ بن جائین، اب ہر کانفرنس، ہر جلسہ، اور ہر وعظ کے اندر یہی آواز بلند ہو رہی ہے، مگر یہ آواز ابھی فقط کانفرنس کی میز اور وعظ کے منبر تک محدود ہے، افسوس کہ ہمارے افعال واعمال اس کی تصدیق نہین کرتے، مسلمانون کی پستی اور تنزل مین کوئی کلام نہین، ان کی دنیاوی اور دینی دونون حالت قابل افسوس ہے، دینی پستی تو ظاہر ہے کہ اخلاق حسنہ ہم مین نہین ہین، خلوص نہین ہے، باہمی اخوت اور ہمدردی مفقود ہے، یاد خدا دل مین نہین ہے، دنیاوی تنزل اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے،

ہمارا جدید تعلیم یافتہ گروہ ایک حد تک مذہب [illegible] بدظن ہو تو ہمارے مذہبی مقتدا دنیا سے ناراض ہو بیٹھے ہین۔ وہ مذہب کو ترقی کی راہ مین روڑا

فطرتی تعلیم سے واقف ہوکر اپنی انسانیت کے اعلیٰ فرائض کا احساس کریں، اور اپنے اندر خلوص و ایثار کے وہ جذبات پیدا کریں جو قوم کی سرفلک امیدوں کو پورا کرسکے، نیز وہ لوگ جن کی پرورش مذہبی آب و ہوا میں ہو رہی ہے، وہ سمجھیں کہ اب فقط فروعی امور میں اُلجھنے کا زمانہ نہیں ہے، اس وقت جب کہ مسلمان اسلام کے اصلی شاہ راہ سے دور ہو چکے ہیں، زیادہ ضرورت اس کی ہو کہ ان کو ان سارے جزوی اختلافات سے علٰحدہ کرکے ایک اسلامی اتحاد کے شیرازہ میں جکڑ دیں، تاکہ یہ پراگندگی اور فرقہ بندی ان سے دور ہو، جس نے ان کو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بیکار اور عضو معطل بنا رکھا ہے،

اِس وقت ہماری جو اخلاقی حالت ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ اسی ترتیب سے قرآن کی تعلیم پیش کی جائے، جس ترتیب سے خدا نے عرب پر پیش کی، تاکہ شروع شروع میں اسلامی اعتقادیات مدلل طریقہ سے ذہن نشین ہوں، کیوں کہ مکی سورتیں عموماً توحید، نبوت، اور معاد کے عقیدوں کی مدلل تشریح سے بھری ہوئی ہیں، اور یہ ضروری ہے کہ فروعی اعمال کی تعلیم سے پہلے اس کی بنیادی خیالات دلوں میں مستحکم کردیئے جائیں، آج فقط نماز اور روزہ کے وعظ کی اس قدر ضرورت نہیں جتنی اس کی ضرورت ہو کہ ہر انسان اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، اور یہ کہ انسان کا کوئی عمل بے نتیجہ نہیں رہ سکتا،

تعلیم کے ناکامیاب اور بے اثر رہ جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم کے اندر ترتیب اور ضرورت وقت ملحوظ نہ رکھی جائے، مثلاً موجودہ وقت میں جب کہ ایک کثیر تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو اسلامی اعتقادیات پر یقین نہیں رکھتی، یا تو سرے سے دل میں ان عقائد کی جگہ ہی نہیں، یا ہے بھی تو آبائی تقلید کے پیرایہ میں، ایسی حالت میں فروعی احکام کا وعظ کسی قدر غیر مفید اور غیر موزوں

سمجھتے ہین، تو یہ دنیاوی ترقی کو ہی خارج از اسلام سمجھتے ہین، اور یہ ساری خرابی اس لئے آئی کہ اول الذکر تو قرآن مجید سے بالکل ناآشنا ہین اور آخر الذکر حضرات قرآن کو پڑھ کر اور سمجھ کر اس کو پس پشت ڈالے ہوئے ہین، ضروری اور غیر ضروری کے مراتب کو ملحوظ نہین رکھتے، ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری بنائے ہوئے بیٹھے ہین، لکیر پیٹ رہے ہین، جسم کو لئے بیٹھے ہین، اور روح نکل چکی ہے، حالانکہ اسلام دین و دنیا دونون کے مجموعہ کا نام ہے، اسلام، ان عمدہ قوانین کا نام ہے جن پر چل کر انسان اعلیٰ درجہ کی انسانی زندگی گذار سکے۔ اس لئے زندگی کی کوئی حرکت و سکون اسلام سے علیحدہ نہین ہو سکتی،

سخت غلطی ہے جو لوگ دیگر مذاہب پر قیاس کر کے اسلام کو فقط اعتقادیات مین منحصر کر دیتے ہین، یا اس کو اُن چند خارج از عقل و ادراک تخیلات کا مجموعہ سمجھ لیتے ہین، جنھین انسان کی متمدن زندگی کے معاملات و کاربار مین دخل نہین، کم از کم اسلام کی نسبت ایسے خیالات دل مین رکھنا اس کے ساتھ سخت بے انصافی ہے یہ واقعہ ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب کو دیکھکر اسلام کی حقیقت سے ناآشنا لوگ اسلام کے متعلق اسی قسم کے باطل خیالات لئے بیٹھے ہین اور جہان جدید تعلیم یافتہ گروہ کے مجمع سے قرآن قرآن کی آواز بلند ہو رہی ہے وہان یورپ کی جدید تعلیم مادیت (میٹریلزم) کا زہریلا اثر بھی قوم کے ہونہار افراد مین پھیلا رہی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مذہب اور قرآن کی طرف سے بیزاری پیدا ہو،

اس لئے ضرورت ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کو عام فہم ملکی زبانون مین پیش کیا جائے، تاکہ جو لوگ اسکولون اور کالجون مین تعلیم پاتے ہین، وہ قرآن کی

سایہ ابدالآباد تک ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور ان کی نادر علمی برکات سے دنیا کو اچھی طرح مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمائے، آمین،

آخر میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں کوئی بات انھیں پسند آئے تو خدا کا شکر کریں، جس کی رحمت غیر متناہیہ نے مجھ جیسے ناکارہ کے ہاتھوں اسے ظاہر فرمایا، اور اس ناچیز کے لئے دعائے خیر فرمادیں، اور اگر کوئی غلطی پائیں تو خدا سے میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، اور تکلیف گوارا کرکے مجھے اس سے مطلع کریں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رکھا جائے

شائق احمد عثمانی

دلاور پور۔ مونگیر

یوم عید ۱۳۳۵ھ

ہے، جو لوگ مذہبی اعتقادیات کے اندر زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے دوش بدوش ہوں، انھیں مدنی سورتوں کی تعلیم بالکل قبل از وقت ہے، اس لئے میری رائے ہے کہ عام طور پر مسلمان اس وقت مذہب سے جو لگاؤ رکھتے ہیں اس کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت ہے کہ جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سکھایا اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے، تاکہ اول اول سارے بنیادی عقیدے، توحید کی حقیقت، رسالت کی ضرورت جزا و سزا کا لازمی ہونا سمجھ میں آجائے، اپنے اپنے اعمال کی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جائے، پھر اس کے بعد ہر طبیعت خود اچھے کام کی طرف رغبت کرے گی، اور برے کام سے نفرت،

انہی خیالات نے مجھے آمادہ کیا ہے کہ میں عام فہم اردو زبان میں مکی سورتوں کی تفسیر شروع کروں، چنانچہ میں نے سب سے پہلے سیپارہ عم کی تفسیر لکھی ہے جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے، سارا زور، اور ساری ہمت میں نے اس میں صرف کی ہے کہ قرآن کا اصل مقصد اور اصل مطلب واضح کر دیا جائے، نہ کہیں لفظی بحث میں الجھنا میں نے پسند کیا ہے، نہ دوسری غیر متعلق باتوں سے میں نے صفحات سیاہ کئے ہیں،

گو میری تعلیم کا مرکز **دار العلوم دیوبند** ہے اور اس لئے میرے اس قسم کے سب کام درحقیقت اسی علمی سرچشمہ کے ناچیز قطرات ہیں، تاہم میں ناشکر ہوں گا اگر ایسے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اپنے استاذ علامہ مولانا **حمید الدین** صاحب مدظلہم العالی پرنسپل دار العلوم حیدرآباد دکن کا تذکرہ نہ کروں، کہ اس تفسیر میں زیادہ تر وہی اصول میں نے ملحوظ رکھے ہیں جو استاذ علامہ ممدوح نے فن تفسیر میں مدون فرمائے ہیں، دعا ہے کہ خدا استاذ کا

سورۂ نبا

مکی — ۴۰ آیتین ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (۲) عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ

یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارہین پوچھتے ہین ؟ کیا اس بڑی خبر کے بارے

(۳) الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ (۴) كَلَّا سَيَعْلَمُونَ

مین جس مین یہ لوگ اختلاف رکھتے ہین ؟ نہین یہ عنقریب جان لین گے ، پھر

(۵) ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ۔

(کہتا ہون) نہین عنقریب یہ جان لین گے۔

اِن آیتون مین یہ دعویٰ ہے کہ قیامت جس سے یہ منکرین اختلاف کرتے ہین۔ اور جس کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے ہین، وہ ایک یقینی چیز ہے، جس مین کسی طرح شک کی گنجائش نہین،

قرآن کسی دعوے پر جو دلیل پیش کرتا ہے وہ عموماً تین طرح کی ہوتی ہے (۱) خدا کی صفات سے (۲) عالم کے مناظر قدرت اور شواہد فطرت سے، (۳) خود انسانی نفوس کی اندرونی شہادتون سے۔

قرآن جو دلیلین پیش کرتا ہے، بسا اوقات وہ دلیلین ایسی بھی ہوتی ہین جو کئی الگ الگ مستقل دعوون کو ثابت کرتی ہین، چنانچہ قیامت اور جزا سزا کے

سورتوں کی فہرست

نام سورت	صفحہ	نام سورت	صفحہ
سورۂ فاتحہ	۱	" علق	۱۶۰
" نازعات	۲۲	" قدر	۱۶۵
" عبس	۳۳	" بینہ	۱۶۷
" تکویر	۴۴	" زلزال	۱۷۳
" انفطار	۵۵	" عادیات	۱۷۶
" تطفیف	۶۰	" قارعہ	۱۸۳
" انشقاق	۶۸	" تکاثر	۱۸۵
" بروج	۷۹	" عصر	۱۸۸
" طارق	۸۸	" ہمزہ	۱۹۶
" اعلیٰ	۹۳	" فیل	۱۹۹
" غاشیہ	۱۰۰	" قریش	۲۰۱
" فجر	۱۰۶	" ماعون	۲۰۳
" بلد	۱۱۷	" کوثر	۲۰۶
" شمس	۱۲۶	" کافرون	۲۱۰
" لیل	۱۳۸	" نصر	۲۱۶
" ضحیٰ	۱۴۴	" لہب	۲۱۷
" انشراح	۱۴۹	" اخلاص	۲۱۹
" تین	۱۵۳	" فلق	۲۲۰
		" ناس	۲۲۴

دور ہین تاہم سب ایک سلسلہ مین ہین، اور سب ایک دوسرے سے ملکر
اور مجتمع ہوکر دنیا کے اس کارخانہ کو اعلی انتظام کے ساتھ چلانے مین کام کر رہی
ہین، جس طرح ایک گھر کے اندر سونے، بیٹھنے کے لئے چارپائی، تخت، بستر
ہوتے ہین، بارش و دھوپ سے بچانے کے لئے اس پر چھپر یا چھت ڈالدی
جاتی ہے، پھر ایک خاندان اس مین رہتا ہے، دن مین سب اپنے اپنے کام
مین لگ جاتے ہین، رات ہوتی ہے تو آرام کے لئے سو رہتے ہین، اور روشنی
کی خاطر چراغ، لمپ، قندیل روشن کر لیتے ہین، کھانے پکاتے ہین، کھاتے
ہین، وغیرہ وغیرہ جو کام ایک چھوٹے سے چھوٹے گھر مین ہوتا ہے اس کو وسیع پیمانہ
پر لو، روے زمین کو ایک مکان سمجھو، یہ بڑے بڑے پہاڑ جو نظر آتے ہین،
انھین میخ سمجھو کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین کے اندرونی حصہ مین جو آتشین مادے
ہین جو بسا اوقات پہاڑون سے پھٹ کر نکل آتے ہین اور پہاڑ آتش فشان
کہلاتے ہین، اور بسا اوقات وہ آتشین مادے نکلنے کے لئے زور کرتے ہین تو
اس کی وجہ سے زلزلہ آجاتا ہے، جس کا بہت کچھ بچاو یہی اونچے اونچے پہاڑ
کرتے ہین جو تمہارے سامنے خاموش دست بستہ تمہاری اس بڑی اور اس
جیسی سینکڑون خدمت کے لئے کھڑے ہین، اگر یہ پہاڑ نہ ہون تو علاوہ اور
بہت سے نقصانات کے ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کثرت سے اور اس
شدت سے زلزلے آئین کہ آبادی ہلاک ہو ہو جائے، پھر یہ دنیا کی تمام
مخلوقات اس بڑے گھر (زمین) کی رہنے والی ہین، جن مین بقاے نوع کے لئے
نر و مادہ کا سلسلہ رکھا گیا ہے، پھر زندگی کے لئے ان کو کام کرنے، محنت
اوٹھانے اور کسب کمال کی ضرورت ہے، جس کے لئے دن بنایا گیا، پھر اگر
ہمیشہ وہ محنت کرتے رہین تو ان کی زندگی فنا ہو جائے، اس لئے آرام کا

ثبوت مین جو دلیلین دی گئی ہین، اِن مین سے اکثر ایسی ہین، جو خدا اور اُس کی وحدانیت اور اُس کی صفات کو ثابت کرنے کے لئے بھی کافی ہین، چنانچہ اِس سورت مین جو دلیل بیان کی گئی ہے وہ بھی قیامت اور اُلوہیت یعنی خدا کا وجود، اُس کے صفات، دونون کو ثابت کرتی ہے، گو اِس سورت کا مقصد صرف قیامت کو ثابت کرنا ہے۔

(۶) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷) وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا

کیا ہمنے زمین کو فرش اور پہاڑون کو میخین نہین بنایین ؟

(۸) وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (۹) وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا

اور ہم نے تمکو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور تمہاری نیند کو راحت بنائی

(۱۰) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (۱۱) وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا

اور رات کو پردہ بنایا اور ہم نے دن کو روزی (کے لئے) بنایا

(۱۲) وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۱۳) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

اور ہمنے تمہارے اوپر سات مضبوط (سیارے) بنائے اور ہم نے روشن چراغ بنایا

وَّهَّاجًا (۱۴) وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا

اور ہمنے بادلون سے زوردار پانی اوتارا۔

(۱۵) لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا (۱۶) وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا

تاکہ ہم اِس سے غلہ اور (تمام) نباتات اور گھنے باغ (زمین سے) نکالین

زمین، پہاڑ، بقاے نوع انسانی کے لئے مرد و عورت کا سلسلہ، رات، دن نیند، سیارے، جن مین شمس و قمر خاص اہمیت رکھتے ہین۔ ابر اور اِس سے بارش، پھر اِس کے ذریعہ سے سارے نباتات، سبزیان، غلے، باغ وغیرہ وغیرہ اِن چیزون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بعض چیزین ایک دوسرے سے کروڑون میل

تو یہ سارا کارخانہ جس میں کوٹ کوٹ کر حکمت اور تدبیر بھری گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی زبردست اور عظیم الشان ہستیوں سے ایک انتظام سے کام لیا جا رہا ہے ایک قانون کے اندر سب مسخر اور مقید ہیں، اور جن کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انسانی اور حیوانی ہستیوں کا وجود، ان کا نشو و نما، ان کی ترقی اور عروج، ان تمام چیزوں پر موقوف ہے، اگر اس انتظام سے ایک چیز بھی آج ہٹا لی جائے تو روئے زمین پر ایک زندہ ہستی نظر نہ آئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی ہر چیز، دنیا کے ہر جاندار کے حق میں ایک ایک رحمت ہے جس کے نہ ہونے سے جاندار کا زندہ رہنا محال ہے،

ایک سرسری نظر سے دیکھنے والا انسان بھی اس کارخانہ پر ایک نظر ڈال کر یہ فیصلہ کرلے گا کہ اس نظام کے اندر اعلیٰ تدبیر و حکمت کا پتہ لگتا ہے جو اس عجیب و غریب اور بے نظیر اعلے انتظام سے اس کارخانہ کو چلا رہی ہے، کہ کسی چیز کے اندر کسی ترمیم یا نظر ثانی کی ضرورت نہیں، اس بڑے دنیا کے ایک ایک ذرہ کو دیکھو، جس جگہ وہ ہے وہی اس کے لئے ضروری ہے، اس بڑے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک چیز کا دوسرے سے کیا عمدہ تعلق کس اعلیٰ پیمانہ پر رکھا گیا ہے، صرف بارش ہی پر غور کرلو، یا نباتات کے پیدا ہونے پر یا خود جاندار کے پیدا ہونے پر، شروع سے آخر تک غور کر کے دیکھ لو، تم کو حکمت و تدبیر کے وہ وہ عجائبات نظر آئیں گے کہ بے اختیار پکار اٹھو گے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، "اے ہم سب کے پروردش کرنے والے آقا، تو نے یہ سارا نظام باطل، بے نتیجہ، اور بے انجام ہرگز نہیں بنایا ہے"

وہ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اس نظام کے اندر اعلے سے اعلے کامل قوت

وقت نکالا گیا جسے رات کہتے ہین جو صرف اس لئے ہے کہ تمام مخلوق اسوقت
اپنے اہل وعیال مین اطمینان سے آرام اُٹھائے، اور زندگی کے بہت سے مقاصد
ہین جن کے لئے رات کی پردہ داری کی ضرورت ہے، اس دن، رات، کی
روشنی و تاریکی، اور اس تغیر و تبدل، اور زندگی کی غذا، غلے، نباتات،
میوے، پیدا ہونے کے لئے فصل اور موسم، گرمی اور سردی، ابر بارش وغیرہ
کی ضرورت تھی اس لئے بہت سے سیارات بنائے جن کی مختلف حرکتون
کے ذریعہ سے مختلف وقت، مختلف فصل، مختلف موسم، گرمی سردی، ربیع و
خریف، ابر و بارش وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے، اِن سیارات مین سات بڑے
سیارے یہ ہین، چاند، عطارد، زہرہ، سورج، مریخ، مشتری، زحل، اور ان
ساتون مین ہمارے لئے چاند اور سورج سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہین کیونکہ
رات اور دن کا ہونا، مہینہ، سال وغیرہ کا اختلاف صرف انھین کا نتیجہ ہے،
بہرحال اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ دنیا کا یہ سارا کارخانہ، گو کروڑہا کروڑ میلون
کی وسعت مین پھیلا ہوا ہے، مگر سب کچھ ایک ہی سلسلہ مین ہے اور یہ سب
چیزین ملکر اس عالم کے چلنے کا کام کر رہی ہین، اور یہ ایک ہی گھر ہے جس کی مختلف
چیزین مختلف مقصد کو پورا کر رہی ہین، کوئی سونے بیٹھنے کے لئے ہے، کوئی گھر
کی حفاظت کے پہرہ پر کھڑا ہے (جیسے پہاڑ) کوئی روشنی پہنچاتا ہے (جیسے
چاند و سورج) کوئی غلہ، وغذا کا سامان کرتا ہے، دن رات کا انتظام
کرتا ہے، جیسے (چاند سورج، ابر، بارش) تو یہ سب چیزین ایک دوسری
سے گہرا ربط اور تعلق رکھتی ہین، اور ہر چیز اپنے اپنے موقعہ پر نہایت مناسبت
کے ساتھ رکھی گئی ہے، کہ ذرا اپنی جگہ سے کوئی ٹلے تو یہ سارا کارخانہ اور یہ
اعلے انتظام درہم برہم ہوجائے،

سے عقلمند، اور بڑے سے بڑے فلاسفر یا سائنس دان کی عقل سے ضرور اسی قدر زیادہ ہے جس قدر ایک قطرہ سے ایک سمندر زیادہ ہے، نیز اس محل کا بنانے والا اس قدر رحمت و مہربانیوں کا سرچشمہ ہے کہ اس نے دنیا کی ہر چیز، ہر جاندار، اور خصوصًا انسان کے نفع، اور اس کی راحت کے لئے بنائی ہیں، تو وہ بنانے والا وہی ہے جسے ہم اللہ کہتے ہیں،

قرآن میں خدا کا وجود اسی قسم کی یقینی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے، اور یہی وہ دلیلیں ہیں جو آج اس عہد جدید کے بڑے بڑے فلسفہ و سائنس جاننے والے خدا پر پیش کرتے ہیں، یہاں اس سورت میں یہ دلیل خدا پر اور قیامت پر لائی گئی ہے پہلا حصہ تو بیان ہو چکا، اب ہم دوسرا حصہ یعنی قیامت پر دلیل بیان کرتے ہیں،

یہی حکمت و تدبیر، قدرت کاملہ، رحمت کی تین صفتیں قیامت کے ثابت کرنے کے لئے مضبوط اور قوی دلیلیں ہیں، جن کے ماننے کے بعد کوئی انسان قیامت سے انکار نہیں کر سکتا، یہاں ان تینوں صفتوں کو ملا کر قیامت کو ثابت کیا گیا ہے اور قرآن میں بہت سے مقامات میں جا بجا ان صفات میں سے ایک ایک صفت کو الگ الگ بھی مستقل طور پر قیامت کے ثابت کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے، چنانچہ اسی بحث میں ہم موقعہ موقعہ پر ایسی آیات نقل کرتے جائیں گے جن سے صاف معلوم ہوگا کہ یہاں ان مخلوقات کو بنا کر اپنی قدرت، اپنی حکمت، اور اپنی رحمت جو خدا نے ظاہر کی ہے اس سے خود خدا اور قیامت کا ثابت کرنا مقصود ہے، کیونکہ اسلام بلکہ تمام مذاہب کے مقاصد میں سے یہ دو اعلیٰ مقاصد ہیں،

(۱) قدرت

قدرت کاملہ سے قیامت کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے، جس قادر مطلق نے

اور قدرت کا پتہ لگتا ہے، جو ان عظیم الشان ہستیوں کو ایک قانون میں جکڑے ہوئے اور ایک انتظام میں مسخر کئے ہوئے ہے، اور جس طرح جس کو جو چاہا بنا دیا ہے بنا سکتا ہے، فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ "تو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام چیزوں کی حکومت ہے"

وہ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اس کارخانہ کے اندر تمام معاملات رحمت پر مبنی ہیں، یہ سارا نظام ہر ایک جاندار ہستی کے لئے سراسر رحمت ہے جس میں اس کے رہنے سہنے، سونے بیٹھنے، راحت آرام، کھانے پینے، روشنی وغیرہ وغیرہ سارے ضروریات کا مکمل انتظام موجود ہے، خود ایک انسان اپنی ہستی کو دیکھے اور اسی کے اندر جس قدر ان گنت رحمتیں موجود ہیں اس پر غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ اس عالم کا ایک ایک ذرہ رحمت کا ایک ایک دریا ہے،

تو یہ تین باتیں ہیں، جن کا پتہ صاف طور پر اس کارخانۂ عالم سے ملتا ہے، ایک حکمت و تدبیر، دوسری قدرت کاملہ، تیسری رحمت،

اب ہر سمجھدار خود فیصلہ کرے کہ دنیا کا یہ عالیشان محل مع اس ساز و سامان کے، مع ان خوبصورت لمپ و قندیلوں کے، مع تخت و بستر کے، مع اس باغ و نہر کے، اور مع ان ساری چیزوں کے جو اس میں قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں، یہ سب کچھ خود بخود مادے (میٹر) کی اتفاقی حرکت سے بن گئی ہیں، اور ہوا کے جھونکوں سے چھوٹے چھوٹے ذرات اڑا اڑا کر آتے رہے ہیں، اور انہیں ذروں سے ہوا کے اتفاقی جھونکوں کی بدولت یہ عالیشان محل آپ سے آپ بن کر تیار ہو گیا ہے؟ یا یہ کہ اس عالیشان محل کا بنانے والا معمار نہایت عقلمند، نہایت سمجھدار ہے، جس کی قدرت کے آگے یہ ساری عظیم الشان ہستیاں سرنگوں ہیں، جس کی حکمت، جس کا علم، اور جس کی تدبیر اس ترقی یافتہ صدی کے عقلمند

پھر خدا نے اسے پیدا کیا، پھر اس نے جوڑ بند درست کئے، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں یعنی مرد و عورت، تو کیا وہ خدا، اس پر قادر نہیں کہ مُردے کو پھر زندہ کر سکے؟	ثُمَّ سَوّٰی فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤی اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی۔ (قیامۃ- ۳۶ و ۳۷)

کیونکہ وہ قادر ہے اور علیم ہے، جب قدرت اور علم دونوں صفتیں اس میں کامل موجود ہیں تو پھر دوبارہ پیدا کرنے میں کیا استبعاد ہے، ظاہر ہے کہ انسان مرکر بالکل معدوم نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے اجزا منتشر ہو جاتے ہیں، خدا کو چونکہ ان تمام ذرات اور اجزا کا علم ہے، اور ساتھ ہی اس کی قدرت کامل ہے، اس لئے نہایت آسانی سے وہ ان ذرات کو اکٹھا کر سکتا ہے، البتہ جس کے پاس قدرت نہیں، یا جو ان اجزا کی خبر نہ رکھتا ہو اس کے لئے مشکل ہو سکتا ہے،

(۲) حکمت و تدبیر

دوسری جو صفت ان آیتوں سے معلوم ہوتی ہے وہ تدبیر و حکمت الٰہی ہے کہ اس کارخانۂ عالم کو جس میں انسان پیدا کیا گیا ہے، کس اعلیٰ و اکمل نظام کے ساتھ چلا رہا ہے، ہر چیز کس حکمت اور تدبیر کے ساتھ اپنا اپنا فرض پورا کر رہی ہے، ایک زمین ہی کو دیکھو جس پر انسان چلتا پھرتا ہے، رہتا سہتا ہے، کام کے وقت اسی پر کام کرتا ہے، آرام لینے کے لئے اسی پر سوتا ہے، مکان اور بڑی بڑی عالیشان عمارتیں بھی اسی پر بناتا ہے، اپنی زندگی کے لئے غذا بھی اسی سے نکالتا ہے، توالد و تناسل و بقائے نوع انسانی کے لئے نر و مادہ (مرد و عورت) بنایا، اور اس ضروری سلسلہ کا یہ انتظام

زمین آسمان، سورج چاند، عظیم الشان پہاڑ، مرد عورت، رات دن، ابر و باران، نباتات وغلے، پیدا کئے ہین، اس کے لئے تمام انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے،

(۱) انسان ہمارے لئے مثلین بیان کرتا ہی اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہی وہ کہتا ہی کہ ہڈیان جب گل گئی ہون تو انھین کون زندہ کرسکتا ہی؟ اس سے کہدو کہ ان ہڈیونکو وہی زندہ کریگا جسنے انکو پہلی دفعہ پیدا کیا ہی، اسکو تمام مخلوق (کے

(۱) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (یس ۷۸)

(۲) اور وہ خدا ہی ہے جو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کریگا، اور یہ اس کے لئے نہایت آسان ہی..... اور وہ زبردست ہی اور جاننے والا ہے،

(۲) وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ..... وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (روم-۲۷)

(۳) کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے مین ہی تھک گئے؟

(۳) اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط (ق-۱۵)

(۴) جس طرح ہمنے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کرین گے۔

(۴) كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (انبیا-۱۰۴)

(۵) کیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہین کہ ان جیسے لوگون کو (دوبارہ) پیدا کردے؟

(۵) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (یس-۸۱)

(۶) کیا انسان منی کا ایک قطرہ نہین تھا جو (رحم مین) ٹپکایا جاتا ہی، پھر وہ لوتھڑا ہوا

(۶) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ

نہیں ملتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس دنیا کی انتہا ہو، خدا کی صفت حکمت وتدبیر کو قرآن مین جابجا اس دعوے پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ اس نظام کی انتہا ضرور ہوگی، اور ضرور انسان کو اعمال کا بدلہ ملیگا،

(۱) اور ہم نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونون مین ہے سب کو مصلحت ہی سے بنایا ہے اور قیامت ضرور ضرور آئیگی

(۲) اور ان لوگون کو بھی ہم جانتے ہین جو تم مین سے پہلے ہوگذرے ہین اور ہم ان لوگون کو بھی جانتے ہین جو بعد مین آنے والے ہین، اور ضرور تیرا رب ان سب کو اکٹھا کریگا کیونکہ وہ حکمت والا اور علم والا ہے

(۳) تو کیا تمنے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے تمکو (یون ہی) عبث بنایا ہے، اور تم ہماری طرف نہین لوٹائے جاؤگے؟

(۴) بیشک آسمان اور زمین کی بناوٹ مین اور رات دن کے آنے جانے مین عقلمندون کے لئے نشانیان ہین جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کو یاد کرتے ہین، اور آسمان وزمین کی بناوٹ پر غور کرتے ہین (اور کہتے ہین) اے ہمارے پروردگار تونے اس کو باطل نہین بنایا ہے (ضرور اس کا رخانہ

(۱) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ (حجر - ۸۵)

(۲) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔

(حجر - ۲۴ + ۲۵)

(۳) اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

(مومنون - ۱۱۵)

(۴) اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا

کیا کہ ہر انسان کو فطرۃً اس کی طرف رغبت ہو، محنت کے بعد آرام لینے کے
لیے نیند اور نیند کے لئے ایک نہایت موزون وقت یعنی رات بنائی، بڑے
بڑے سیارے بنائے جن کی غیر محدود اور مختلف منافع ہیں سے موسمون اور
فصلون کا تغیر و تبدل، تمام نباتات کی پیدائش، ان کا نشو و نما، ان کا بڑھنا
اور پختہ ہونا، انھیں سیارات کی مختلف حرکتون کے آثار و نتائج ہیں، ان
سیارون کا ایک معمولی فائدہ حرارت و روشنی ہے جو ہر جاندار کی زندگی کا
دار مدار ہے، غرض اس عالم کی تمام چیزیں ایک خاص اعلےٰ نظام کے اندر کام
کر رہی ہیں، تو جو کارخانہ اس طرح تدبیر و حکمت کے ساتھ چل رہا ہے، جس عالم کا
ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ بھی ہزارون منافع اپنے اندر لئے ہوئے ہے، یہ کیونکر
ممکن ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر کسی نتیجہ اور بغیر کسی انجام کے یون ہی چلایا جائے،
اگر ایسا ہے کہ اس دنیا کی کوئی انتہا نہیں، اور انسان جو دنیا کے اندر عمل کے لئے
پیدا ہوا ہے اور محنتون میں اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے، اس کی یہ اعلیٰ ہستی، اور اسکے
اچھے سے اچھے اور بُرے سے بُرے کام کا کوئی بدلہ اسے نہیں ملے، تو یہ دنیا
اور اس کا سارا نظام لغو، بیہودہ اور عبث ہے، اور ظاہر ہے کہ اتنا بڑا
کارخانہ کسی طرح لغو اور بلا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا،

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسانی اعمال کے نتیجے نہیں ملتے ہیں، کیونکہ ہم اپنی آنکھوں
سے دیکھتے ہیں کہ سینکڑون اچھے اور نیک لوگ مظلومیت اور پریشانی کی زندگی
گذار دیتے ہیں اور اس زندگی میں کوئی موقعہ ان کو ان اچھے اعمال کے اچھے بدلے
پانے کا نہیں ملتا۔ اسی طرح ہزارون ظالم، ڈاکو، بدمعاش لوگ نظر آتے
ہیں، جو اپنی پوری زندگی بداخلاقیون میں ضائع کر دیتے ہیں، اور عمر بھر عیش
و عشرت مال و دولت میں گذارتے ہیں، اور کوئی بڑا انجام اس زندگی میں انھیں

(۳) رحمت

تیسری صفت جو ان آیتون سے معلوم ہوتی ہے وہ رحمت ہو، کہ خدا نے انسانی ضروریات پوری ہونے اور انسانی زندگی کے تمام سامان مہیا ہونے کے لئے یہ انتظامات مقرر کر رکھے ہین، چنانچہ زمین کو فرش اور پہاڑون کو میخ، نیند کو راحت رات کو راحت کا دن کو طلب معاش کا وقت، سیارون کو باعث روشنی، ابر و باران کو باعث زراعت و نباتات کہہ کر ان تمام مخلوقات کی غرض و غایت بتا دی گئی ہے، کہ یہ تمام کارخانہ انسان کی خدمت کے لئے چلایا جا رہا ہے، تو جس خدا نے انسان کے لئے یہ کچھ انتظامات کر رکھے ہین، جو بغیر کسی استحقاق کے اس قدر نعمتین دے رہا ہے، کیا وہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ لوگ جنھون نے اپنی زندگی ظلم و ستم، جور و تعدی، بہیمیت اور بداخلاقی مین ضائع کر دی ہے، اور وہ لوگ جو ساری عمر مظلوم و تختۂ مشق ستم رہے ہین جنھون نے اپنی زندگی نہایت اچھی اور اخلاقی بسر کی ہو، دونون مرکر فنا ہو جائین؟ اور ان اچھے اور بُرے اعمال کا کوئی امتیاز نہ ہو؟

کیا اس کی رحمت یہ جائز رکھ سکتی ہے کہ اچھے کام کرنے والون اور بُرے کام کرنے والون کا انجام ایک ہو؟ جب اچھے کام اور بُرے کام کے معنی یہ ہین کہ اُن کے نتائج اچھے اور بُرے ہون، اور ہم دیکھتے ہین کہ دنیا کے اندر ہزارون نیکوکار، سچے لوگ مظلوم اور ستم رسیدہ زندگی گذار کر مر جاتے ہین، اور ہزارون ظالم و سیہ کار جن کا کام بجز بداخلاقی اور مخلوق کو ستانے کے اور کچھ نہین، وہ نہایت عیش و راحت کے ساتھ زندگی ختم کرتے ہین، اور دنیا کے اندر ان دونون کو اچھے اور بُرے عمل کے نتائج نہین ملتے، تو ضرور ایک عالم، ایک زمانہ، ایک زندگی ایسی آنی چاہیئے، جہان ان سب کا آخری اور بڑا فیصلہ ہو، کیونکہ اچھے اور

عالم کا کوئی بڑا انجام ہونیوالا ہے) تو ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تو (اے پروردگار) ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا،

باطلاً ۚ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(آل عمران - ۱۹۰)

(۵) کیا یہ لوگ اپنے دلوں میں غور نہیں کرتے؟ کہ خدا نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کو محض مصلحت سے اور ایک مقرر وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے مگر بہت سے لوگ ہیں جو (اس پر بھی) اپنے پروردگار سے ملنے کو نہیں مانتے،

(۵) أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ،

(روم - ۸)

(۶) جو لوگ خدا کی راہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے، اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے نتیجہ نہیں بنایا (کہ یونہی ہمیشہ رہے یا بالکل معدوم ہو جائے، اور کچھ نتیجہ اور انجام نہ نکلے) کافروں کا یہی خیال ہے تو دوزخ کی آگ کے سبب (جس میں یہ جائیں گے) کافروں پر افسوس ہے،

(۶) إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ،

(ص - ۲۵+۲۶)

(۷) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ بے انجام چھوڑ دیا جائے گا،

(۷) أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى (قیامۃ - ۳۶)

مجتمع ہوکر اپنے انجام کے متعلق آخری فیصلہ سُنیں، اور اسے بھگتیں، اِسی دن کا نام **قیامت** ہے، اور اِسی عالم کو **عالمِ آخرت** کہا جاتا ہے، قدرت سے اس کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے، اور تدبیر و حکمت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف ممکن بلکہ یہ نہایت ضروری ہے، اور یہ ایک نہایت بلیغ طرزِ گفتگو ہے اگرچہ حقیقت کے لوگ منکر ہوں، اور اسے بعید سمجھتے ہوں، اول طبیعتوں سے اس استبعاد کو دور کر دیا جائے، اور ایسی دلیل دی جائے جس سے اس امر کا ممکن ہونا واضح ہو جائے، پھر اس کے ضروری ہونے کے دلائل پیش کیے جائیں، چنانچہ قرآن نے یہاں ایسا ہی کیا۔

(۱۷) اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا،

بے شک فیصلہ کا دن ایک مقرر شدہ وقت ہے،

یہ تمام مخلوقات جو خدا کی قدرت، و حکمت، اور رحمت کا ایک کرشمہ ہیں صاف بتا رہی ہیں کہ قیامت ضروری ہے، اور ضرور ایک ایسا دن آنیوالا ہے جو فیصلہ کے لئے مقرر ہے،

(۱۸) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (۱۹) وَّ

جس دن صور پھونکا جائیگا اور تم لوگ گروہ کے گروہ آ حاضر ہوگے اور

فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا (۲۰) وَّسُیِّرَتِ الْجِبَالُ

آسمان پھٹ کر دروازے ہو جائیں گے، اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو

فَکَانَتْ سَرَابًا،

وہ غبار ہو جائیں گے،

ان آیتوں میں قیامت کے چند واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے تاکہ اس کی صورت آنکھوں میں پھر جائے، ایک مقرر کا یہ کمال ہے کہ وہ کسی واقعہ کو اس طور

بُرے کبھی برابر نہیں ہو سکتے ، خدا کی رحمت کبھی اس کا تحمل نہیں کر سکتی ،

(۱) تو کیا ہم مسلمانوں کو گنہگاروں کی طرح کر دیں گے ؟ تمکو کیا ہو گیا ہے کس طرح حکم لگاتے ہو ؟

(۱) أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ،

(قلم - ۳۵)

(۲) کیا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو ہم ان ہی جیسا کر کے رکھینگے جو ملک مین فساد پھیلاتے پھرتے ہین یا ہم پرہیزگارون کو بدکارون کیطرح کر کے رکھین گے ؟

(۲) أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ،

(ص - ۲۷)

(۳) اس نے رحمت اپنے اوپر لازم کر لی ہے ، ضرور وہ قیامت کے دن تمکو گونکو جمع کریگا ، جس کے آنے مین کچھ بھی شبہہ نہین جو لوگ آپ اپنا نقصان کر رہے ہین وہ (اس پر) ایمان نہین لاتے ،

(۳) كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ،

(انعام - ۱۲)

(۴) تو رحمت الٰہی کو دیکھو کہ زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کر دیتا ہے کچھ شک نہین کہ یہی خدا مُردون کا جلانے والا ہے ، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ،

(۴) فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (روم - ۵۰)

تو یہ تین صفتین خدا کی قدرت کاملہ ، اُس کی حکمت و تدبیر ، اور اس کی رحمت ، اس امر پر کافی شاہد ہین کہ ایسے دن اور ایسے عالم کا ہونا ضروری ہے جس مین انسانی زندگی کا نتیجہ نکلے ، اور دنیا کی تمام گذشتہ اور آیندہ اقوام

بھی غلط ہے،

(۲۱) اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۲۲) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا۔

بے شک دوزخ گھات میں لگی ہے، وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے،

(۲۳) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (۲۴) لَّا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا

وہ اسی میں قرنوں پڑے رہیں گے، وہاں نہ تو وہ ٹھنڈک کا مزا پائیں گے اور نہ

بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (۲۵) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۲۶) جَزَآءً

پینے کی کوئی چیز، مگر ان گرم پانی اور پیپ (اپنے عمل کا) پورا

وِّفَاقًا،

پورا بدلہ،

قیامت کے چند واقعات بتائے اور اس کے بعد جب طبیعت اس طرف متوجہ ہوگئی اور اس کے ہولناک واقعات سن کر دل پر اثر ہوا تو اب قیامت کا اصل مقصد یعنی جزا و سزا کا ذکر شروع کیا، کہ جو لوگ سرکش ہیں جہنم ان کے گھات میں لگی ہوئی ہے، قیامت کے دن وہی ان کا ٹھکانا ہوگا، جہاں ممکن سے ممکن تکلیف و اذیت کا سامان موجود ہوگا، اور یہ محض ان کے برے اعمال کا بدلہ ہوگا،

(۲۷) اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا (۲۸) وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ لوگ حساب کا خیال نہ کرتے تھے، اور ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے

كِذَّابًا (۲۹) وَّكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (۳۰) فَذُوْقُوْا

تھے، اور ہم نے ہر چیز لکھ رکھی تھی، تو اب چکھو ہم تو

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا،

تم کو عذاب ہی زیادہ کرتے جائیں گے،

ان صاف صاف کھلی نشانیوں کے بعد بھی جو آواز بلند ہماری حکمت و علم، قدرت

بیان کرے کہ سامعین کو معلوم ہو کہ میرے سامنے یہ واقعہ ہو رہا ہے، قرآن مجید اس طرز بلیغ سے بھرا ہوا ہے،

صور پھونکا جانا

جس طرح یہاں ہم نمازیں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اذان دیتے ہیں، فوج کو مجتمع کرنے کے لئے بگل بجایا جاتا ہے، اسی طرح وہاں تمام انسان کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک بگل بجے گا، جسے صور کہا گیا ہے،

آسمان کھل جانا

صور پھونکے جانے سے اِدھر تو انسان جاکر مجتمع ہوں گے، اور اُدھر سے روحانیات و ملائکہ کا اجتماع ہوگا، چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے،

اور جس دن آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائیگا اور (اس بدلی سے) جوق جوق فرشتے اوتارے جائیں گے،

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا،

(فرقان-۲۵)

پہاڑوں کا غبار ہو جانا

اس دن چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی، یہ پہاڑ جن کے غاروں میں چھپ کر انسان اپنے آپ کو دوسروں سے محفوظ رکھ سکتا ہے، وہ بھی اس دن اُڑ جائیں گے اور اُن کے ٹکڑے ٹکڑے ریزے ریزے ہو جائیں گے، تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس دن چھپ کر حساب سے بچ جائیں گے، اول تو خدا سے انسان چھپ ہی کہاں سکتا ہے، دوسرے یہ کہ اگر وہ اس قسم کا باطل خیال دل میں رکھتا ہو وہ

(۳۳) وَّكَاْسًا دِهَاقًا ، (۳۴) لَا
اور ہم عمر نوجوان عورتیں ، اور چھلکتا ہوا جام ، وہاں نہ تو
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۶) جَزَآءً مِّنْ
وہ لغویات سنیں گے اور نہ جھوٹ ، یہ تیرے رب کی طرف سے
رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ،
بدلہ ہے اور حساب کے موافق بخشش ،

یہ اچھے لوگوں کا انجام ہے ، جنھوں نے اپنی زندگی صلاح و تقوی اور اچھے اخلاق میں گذاری ، ان کے لئے انسانی راحت و آرام کے جتنے سامان ہو سکتے ہیں سب وہاں ہوں گے ، یہ تمام نعمتیں اِن کے اچھے کام کی جزا اور خدا کی بخشش ہوگی ،

(۳۷) رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ
وہ پروردگار ہے آسمان اور زمین کا ، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا
لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (۳۸) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ
رحم والا ہے ، یہ لوگ اس سے بات کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے ، جس دن روح اور
الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
فرشتے صف بہ صف کھڑے ہوں گے ، کوئی بھی بات نہ کر سکے گا مگر جس کو رحم والا
وَقَالَ صَوَابًا ،
خدا اجازت دے اور وہ معقول بات کہے ،

طبیعتوں پر پوری طرح اثر ڈالنے اور بات دل میں اتار دینے کے لئے بار بار وہاں کے عظیم الشان واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے ، تاکہ کسی طرح بھی انسان اس آنے والے دن سے ڈرے ، اور اپنی فکر کرے ، اِن آیتوں میں خدا کے

ورحمت، کو بتا رہی ہین، ان لوگون نے نہ مانا، اور قیامت کو جھوٹ سمجھتے رہے، اور انھین یہ نہ سمجھ مین آیا کہ جب خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے، ہمارے تمام حرکات اس پر ظاہر ہین، تو وہ کس طرح برائیون کو دیکھ کر چھوڑ سکتا ہے، وہ غفلت مین رہے، اور خوب بے پروا ہوکر بداعمالی مین غرق رہے، مگر ہم نے ان کے ایک ایک کام، لکھ کر رکھے تھے، آج اسی کام کے مطابق بدلہ لو، اور اپنے کئے کا مزہ چکھو، یہ عذاب اب کسی طرح کم نہین ہوسکتا،

اس جگہ خدا کے علم محیط سے جزا و سزا پر دلیل دی گئی ہے، اور قرآن مین، دوسرے مواقع مین بھی علم خداوندی کے ذریعہ سے مجازات ثابت کی گئی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جب وہ تمام بندون کے اچھے اور برے کامون کو جانتا ہے، اور دیکھ رہا ہے، تو پھر وہ کس طرح دیکھ کر چھوڑ دے سکتا ہے،

(۱) اور ہم ان لوگون کو بھی جانتے ہین جو تم مین سے پہلے ہوگذرے ہیں، اور ہم ان لوگون کو بھی جانتے ہین جو بعد مین آنے والے ہین، اور ضرور تیرا رب ان سب کو مجتمع کریگا، کیونکہ وہ حکمت اور علم والا ہے،

(۲) وہ اس زعم مین تھا کہ وہ نہیں لوٹے گا کیون نہیں اس کا رب اُسے دیکھ رہا تھا،

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

(حجر - ۲۴ + ۲۵)

(۲) إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا،

(الشقاق - ۱۴)

---

(۳۱) إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا (۳۲) حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا،

پرہیزگارون کے لئے ضرور کامیابی ہے، (ان کے لئے) باغ اور انگور ہین،

کہ دیکھو، ہم تم سے صاف صاف کہہ رہے ہین، کہ وہ دن کچھ دور نہین، اور یہ زندگی فانی ہے، کام کرنے کی جگہ صرف یہی زندگی ہے، وہ عالم محض بدلہ پانے کے لئے ہے، اِس لئے اب تم کو چاہئے کہ پوری توجہ کے ساتھ اپنے فرائض پورے کرو، اپنی اصلاح کرو، اور اپنی زندگی اچھے سے اچھے اخلاق مین گذارو، تاکہ وہان دائمی کامیابی، اور خوشی ملے، ایسا نہ ہو کہ تم غافل رہ جاؤ، اور پھر وہان دائمی رنج و اذیت بھگتنی پڑے، ہمارا کام محض تمہین متنبہ کر دینا ہے، سو ہم کر دیتے ہین، آئندہ تم جانو، اگر درست ہوگے تو اپنے لئے، بگڑوگے تو اپنے لئے جو لوگ اب غفلت مین دن کاٹ رہے ہین انھین اس دن بجز حسرت، اور کفِ افسوس ملنے کے کچھ نہین ملے گا، اس وقت پیغمبر اور اُسکی تعلیم و تنبیہ کی قدر معلوم ہوگی، مگر اُس وقت یہ علم بے سود ہوگا، اور ایسے ناکام لوگ اس دن کہین گے، کہ اے کاش ہم زندہ نہ کئے جاتے، اور یون ہی مٹی مین ملے رہتے،

جلال وجبروت کو دکھایا گیا ہے، کہ اس دن کسی کو جرأت نہ ہوگی، کہ اس ذوالجلال کے آگے چون بھی کر سکے، وہ خداوندی دربار بڑی ہیبت وجبروت کبریاء وجلال کا دربار ہوگا، وہاں روح الامین اور تمام ملائکہ مقربین صف بستہ خاموش کھڑے ہوں گے، کسی کو لب ہلانے کی بھی جرأت نہ ہوگی، ہاں جسے خدا اپنی رحمت سے بولنے کی اجازت دے، اور وہ سچ بولے، وہی اس دن بول سکے گا، تو ایسے دن کو سوچ کر انسان کو چاہئے کہ لرز جائے، اور اپنی زندگی کی اصلاح کرے، تاکہ اس ناکامی، اور ذلت ورسوائی، اور پھر دردناک تکلیفوں سے نجات ہو،

(۳۹) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى

یہ ایک برحق دن ہے　　تو جو کوئی چاہے اپنے رب کے پاس

رَبِّهٖ مَاٰبًا،

ٹھکانا بنا رکھے،

ان تمام باتوں کو دکھانے کے بعد اب متنبہ کیا جا رہا ہے، کہ یہ دن ضرور آئے گا، وہاں کی تیاری کا یہی زمانہ ہے، جسے وہاں کامیابی اور خوشی چاہئے وہ یہاں کچھ کرلے، کہ وہاں خدا کے نزدیک اسی کا اچھا فیصلہ اور اچھا ٹھکانا ہوگا جو یہاں اپنی اصلاح کرے،

(۴۰) اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ

ہمنے تو تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص دیکھے گا جو اس کے

الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا،

ہاتھوں نے پہلے سے بھیجا ہے اور کافر کہے گا　　اے کاش میں مٹی ہی رہتا،

یہ آخر کی آیتیں ہیں جن میں تمام نشیب وفراز دکھانے کے بعد پھر توجہ دلائی گئی ہے

گوارا کرسکتا ہے، ضرور ایک فیصلہ کا بڑا دن آئے گا، جس میں اچھوں کے لئے اچھے انعام، اور بُروں کے لئے بُری سزا کا فیصلہ ہوگا،

(۱) جزا سزا پر مناظر فطرت کی شہادت

اس سورت میں ستاروں کی گوناگوں حرکات، طلوع و غروب، اور ان کی متعلق جو دنیا کے اہم کام ہیں، اور ان کے ذریعہ سے جو منافع دنیا کو پہونچتے ہیں ان سب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جس طرح سورہ طارق میں اور والنجم میں بھی ستاروں کی شہادت قسم ہی کے پیرایہ میں دی گئی ہے، علاوہ ازیں جابجا قرآن کے اندر نجوم کا ذکر بطور آیت الٰہی کے کیا جاتا ہے:۔

ستاروں کے طلوع و غروب پر غور کرو، پھر اس طلوع و غروب کے منافع کو دیکھو، اور دن اور رات کی مصلحتوں پر نظر کرو، پھر ان سیاروں کی مختلف اور گوناگوں حرکات کو دیکھو اور سوچو کہ فصل و موسم، ابر و باران، نباتات، غلے، میوے، ترکاریاں، ان تمام چیزوں کا نشو و نما، ان کی پیداوار، ان کی پختگی وغیرہ وغیرہ غرض یہ کہ تمہاری جسمانی ضروریات کے سارے سامان انھیں سیاروں کی مختلف حرکتوں کے آثار کا نتیجہ ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ سیارے اپنے اپنے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، یعنی جو جو کام جس کے سپرد ہوا ہے سب اسے پورا کرتے رہتے ہیں، کوئی اپنا دورہ جلد طے کرتا ہے، اور کوئی دیر میں، چاند ایک ماہ میں اپنا دور پورا کر دیتا ہے، اور زمین سال بھر میں، بعض سیارے کئی سال میں، تو یہ حرکت اور بھاگ دوڑ ان کی ہوتی رہتی ہے، تاکہ ہر ایک کے متعلق جو کام ہے وہ اسے پورا کرتا رہے، پھر یہ بھی دیکھو کہ باوجود ان ہزاروں، بلکہ لاکھوں سیاروں کی مختلف اور گوناگوں حرکتوں کے کس عمدہ نظام میں یہ جکڑے ہوئے ہیں،

سورۂ نازعات

مکی - ۴۶ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالنّٰزِعٰتِ[1] غَرْقًا، (۲) وَّالنّٰشِطٰتِ[2] نَشْطًا

ان (ستارون) کی قسم جو ڈوب کر چلتے ہین، اور ان کی جو کھل کھلی آتے ہین،

(۳) وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۴) فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا

اور ان کی جو (پھر) تیرتے پھرتے ہین، پھر ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہین،

(۵) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا،

پھر کامون کی تدبیر کرتے ہین،

اس سورت مین قیامت وجزا، سزا کو ثابت کرنا مقصود ہے، پہلے مناظر قدرت کی شہادت پیش کی گئی ہے، اس کے بعد قیامت کے چند واقعات دکھلائے گئے ہین، اس کے بعد ایک تاریخی شہادت جزا وسزا پر دی گئی ہے، پھر خدا کی قدرت ورحمت کے چند کرشمے دکھائے گئے ہین، اور بتایا گیا ہے، کہ جس خدا مین یہ قدرت ہے اس کے لئے انسان کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس مین اس قدر رحمت ہے وہ کیون کر اچھون اور بُرون کا ایک سا انجام

---

[1] نزع نزوعًا رفت، نزع الفرس سننًا یک تک رفت والنازعات غرقًا ای النجوم تنزع من برج الی برج (منتہی الارب) ۱۲ [2] الناشطۃ الثور الوحشی یخرج من ارض الی ارض وقولہ تعالٰے والناشطات نشطًا یعنی النجوم تنشط من برج الی برج کالثور الناشط من بلد الی بلد (صحاح جوہری) نشط من المکان نشطًا بیرون آمدن از جاے (منتہی الارب) ۱۲

کو سزائین دیتے ہین ،

اور پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس کی رحمت جو بغیر کسی استحقاق کے ہمین یہ کچھ نعمتین دئے ہوئے ہے ہمین ظالم یا مظلوم دیکھے اور اس کی جزا و سزا نہ دے ،

کیا جو لوگ بدکرداریون کے مرتکب ہوتے رہتے ہین ، وہ یہ سمجھے ہوئے ہین کہ ہم ان کو ان لوگون کی طرح بنا دین گے جو ایمان رکھتے ہین اور نیک کام کرتے ہین ، کہ ان کا جینا اور مرنا سب ایک سا ہو ، یہ لوگ کیسا بُرا (اور غلط) حکم لگاتے ہین ، حالانکہ خدا نے آسمان اور زمین کو مصلحت (و حکمت) سے ہی پیدا کیا ہے ، نیز اس لئے کہ ہر شخص اپنے کئے کی جزا پائیگا اور انپر ظلم نہ ہوگا ،

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ، وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ،

(جاثیہ - ۲۱)

ضرور مجازاۃ کا دن آنے والا ہے ، جس پر خدا کی یہ مخلوقات ، انکی حکمتین اور مصلحتین باآواز بلند شہادت دیتی ہین ، یہی سیارات خدا کی اس کی قدرت و حکمت کی اس کے علم و رحمت کی وہ عظیم الشان نشانیان ہین ، جنہین دیکھ کر ابراہیم خلیل (عَلَيْهِ السَّلَام) نے اس خدائے قادر و یکتا کو پہچانا ، انھین کھلی نشانیون کو خدا نے اپنی دلیلین قرار دین ، اور فرمایا کہ " تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ " (یہ ہماری دلیلین ہین جو ہم نے ابراہیم کو دین) اور یہی وہ شہادتین ہین جنھین قرآن جابجا ، مِنْ اٰيَاتِهٖ یا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کہہ کر پیش کیا کرتا ہے ،

کہ جو وقت ان کے طلوع و غروب کے لئے مقرر ہے کبھی ایک سرمو اس سے تفاوت نہین ہوتا، ان باتون کو دیکھنے سے صاف سمجھ مین آتا ہے کہ یہ بڑی بڑی مخلوقات جس کے دست قدرت کا کرشمہ ہین وہ نہایت قادر، نہایت مدبر و حکیم نہایت علیم و خبیر، اور نہایت رحیم و کریم ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ یہ اعلیٰ ہستیان جن مین ہر ایک صدہا حکمتون اور منفعتون کا مخزن ہے، انکا کوئی نتیجہ اور کوئی انجام نہ ہو، دنیا کے اندر ایک معمولی درجہ کا انسان کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی بلا غرض و بلا نتیجہ نہین کرتا، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو بیوقوف سمجھا جاتا ہے، تو پھر کون انسان اس پر جرأت کر سکتا ہے، کہ وہ اس خدائے مدبر و حکیم کی ان اعلیٰ مخلوقات کے متعلق یہ کہے کہ یہ سلسلہ یونہی چلا جائے گا، اور اس کی کوئی انتہا، کوئی غایت نہ ہوگی، اور اس کا کوئی نتیجہ و انجام نہ نکلے گا،

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان مین ہے، کھیل سے نہین بنایا، ہمنے ان کو مصلحت اور نتیجہ سے بنایا ہے مگر اکثر لوگ نہین سمجھتے، ضرور فیصلہ کا دن ان سب کے لئے مقرر وقت ہے،

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ،

(دخان - ۳۸)

یا کیون کر ہو سکتا ہے کہ یہ اعلیٰ انسانی ہستی مر کر ضائع اور فنا ہو جائے جبکہ انسان حکمت و قدرت الٰہی کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے،

یا کیون کر ہو سکتا ہے، کہ وہ علیم و خبیر دنیا والون کے اچھے اور برے کامون کے ایک ایک ذرہ کو دیکھے، اور سب کا ایک ہی سا انجام ہونے دے، جب کہ خود ہم دنیا مین قانون کے پابند کی عزت کرتے ہین، اور قانون شکن

بالساهرة ،

موجود ہوں گے ،

اس میں شک کرنا بے وقوفی ہے ، خدا کے لئے سب کام آسان ہیں ، وہاں ایک حکم کی دیر ہے ، سارا معاملہ طے ہو جائے گا ، جب اسے پورا پورا علم اور پوری قدرت ہے تو اسے کوئی مشکل نہیں کہ انسان کے ان منتشر ذرات کو اکٹھا کر کے پھر انسان بنا دے ،

(۱۵) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ (۱۶) إِذْ نَادَاهُ

کیا موسیٰ کا قصہ تجھے پہونچا ہے ؟ جب اس کو طوی کے مقدس میدان میں

رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۱۷) اذْهَبْ إِلَىٰ

اس کے رب نے پکارا ، کہ فرعون کے پاس جا ، اس نے بہت سر

فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ (۱۸) فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن

اوٹھا رکھا ہے ، اور کہہ کہ کیا تو چاہتا ہے کہ پاکیزگی حاصل

تَزَكَّىٰ (۱۹) وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ

کرے ، اور میں تجھے تیرے رب کا راستہ دکھاؤں تو تو ڈرے ؟

(۲۰) فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ (۲۱) فَكَذَّبَ وَ

چنانچہ موسیٰ نے اسے بڑی نشانی دکھائی ، پر اس نے جھٹلایا اور

عَصَىٰ (۲۲) ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ (۲۳) فَحَشَرَ فَنَادَىٰ

نافرمانی کی ، پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ، پھر جمع کیا اور اس میں آواز

(۲۴) فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ (۲۵) فَأَخَذَهُ اللَّهُ

بلند کہا کہ میں تم لوگوں کا بڑا پروردگار ہوں ، تو خدا نے اسے آخرت اور

(۶) يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (۷) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

جس دن کانپنے والی (زمین) کانپ اٹھے گی، اس کے پیچھے ہی دوسرا زلزلہ آئے گا

(۸) قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ (۹) أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ

بہت سے دل ہونگے جو اس دن دھڑک رہے ہوں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی،

اس دن بار بار زلزلہ آئے گا، لوگوں کے دل اس دن دھڑکنے لگیں گے آنکھوں سے اس دن خوف وہراس ٹپکے گا، کچھ تو اس دن کے ان ہولناک واقعات سے، اور کچھ اپنے انجام کا خیال کرکے، بہرحال یہ دن نہایت ہولناک دن ہوگا،

(۱۰) يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ (۱۱) أَإِذَا

لوگ کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں (مرکر) پھر لوٹائے جائیں گے؟ کیا جب ہم گلی ہوئی

كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (۱۲) قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ

ہڈیاں ہوجائیں گے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ لوٹ کر آنا تو نقصان کی

خَاسِرَةٌ،

بات ہے،

اب لوگوں کو اس کے اندر شک ہے، اور کہتے ہیں کہ کیا واقعی ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے، جب ہم مرکر سڑ گل جائیں گے، ہڈیاں تک مٹی میں مل جائیں گی، اس کے بعد کس طرح زندہ ہوسکتے ہیں، اگر واقعی زندہ ہوئے، اور جزا سزا کا سلسلہ قائم ہوا تو بڑے نقصان میں رہیں گے، کیونکہ جو برے اعمال یہاں کر رہے ہیں ان کا نہایت برا انجام ہوگا

(۱۳) فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ (۱۴) فَإِذَا هُم

سو یہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت یہ میدان (حشر) میں آ

قومیں موجود تھیں، جن کے برتے پر اس نے خدائی کا دعویٰ کیا، وہ بھی اپنی بدکاریوں کے بدانجام سے نہ بچ سکا، یہ ساری قومیں بے سود ثابت ہوئیں اور خدا کے عذاب سے اسے نہ بچا سکیں، تو پھر اب کون ہے جو اعمال کے جزا و سزا سے انکار کرے؟ یا یہ کہے کہ مرنے کے بعد ہم کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں؟

(۲۷) ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا،

کیا تمہارا پیدا کرنا سخت کام ہے یا آسمان کا؟ کہ اسے خدا نے بنایا،

(۲۸) رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (۲۹) وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

اس کا اونچان بلند کیا پھر اسے درست کیا، اور اس کی رات اندھیری کی

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا (۳۰) وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

اور اس کی دھوپ نکالی، اور اس کے علاوہ زمین کو

دَحٰىهَا (۳۱) اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا،

بچھایا، اس سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا

(۳۲) وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا (۳۳) مَتَاعًا لَّكُمْ

اور پہاڑوں کو کھڑا کیا، تمہارے اور تمہارے

وَلِاَنْعَامِكُمْ،

مویشیوں کے نفع کے لئے،

اے وہ لوگو! جو کہتے ہو کہ انسان مرنے کے بعد کس طرح زندہ ہوگا، تم یہ تو بتاؤ کہ تمہارا جسم بڑا ہے یا آسمان و سیاروں کا؟ جس خدا نے یہ بڑے بڑے آسمان و ستارے، یہ زمین و پہاڑ، یہ ابر و باران، یہ روشنی و تاریکی، یہ غلے و نباتات، خلاصہ یہ کہ یہ سارا عالم پیدا کیا ہے، اس کی

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (۲۶) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

دنیا دونوں کے عذاب مین گرفتار کیا، بے شک ڈر رکھنے والے کے لئے

لِّمَنْ يَّخْشٰى،

اس واقعہ مین ایک عبرت ہے،

(۲) تاریخی شہادت

پہلی شہادت مناظر فطرت کی تھی، یہ دوسری شہادت ہے جو ایک مسلم تاریخی واقعہ سے دی گئی ہے، مختصر الفاظ مین موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے واقعات دکھائے ہین، کہ جب اس نے زیادہ سرکشی اور ظلم کرنا شروع کیا، خدا کی مخلوق کو حد سے زیادہ ستانے اور ایذا پہونچانے لگا، یہان تک کہ بنی اسرائیل کو غلام بنالیا، اور جتنے ظلم ہوسکتے ہین سب اس نے ان پر کئے، تو خدا نے اپنے بندے موسیٰ کو اسے سمجھانے کے لئے بھیجا، انھون نے اسے سمجھایا، اس کی غلط کاریون پر اسے متنبہ کیا، بداعمالیون کے بُرے انجام سے اُسے ڈرایا، مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی، اور اپنی سرکشی سے باز نہ آیا، پھر اس کے تمرد کی انتہا دیکھو کہ خود خدا بن بیٹھا، اور اپنی قوت وسلطنت، مال ودولت کے بھروسہ پر اتنا نازان ہوا کہ اپنی موت کو بھی بھول گیا، پھر خدا نے اُسے اس دنیا کے اندر تباہ کیا، اور وہ اور اسکے تمام ہمنوا ہلاک کردئے گئے، اور آخرت مین جو انجام بد اس کا ہوگا خدا ہی بہتر جانتا ہے، یہ ایسا واقعہ ہے کہ جو شخص اعمال کے اچھے اور بُرے ہونے کو مانتا ہے اور بُرے انجام کا اس کے دل مین کچھ بھی خوف ہے، تو وہ اس سے پوری عبرت حاصل کرسکتا ہے، کہ فرعون جس کے پاس دنیا کی تمام ممکن

(۳۷) فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (۳۸) وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۳۹)

تو جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیاوی زندگی کو مقدم رکہا ہوگا

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۰) وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

تو وہی جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا، اور جو اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے

رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۱) فَاِنَّ الْجَنَّةَ

سے ڈرا اور اس نے جی کو بدخواہشون سے روکا ہوگا تو جنت ہی اس کا

هِيَ الْمَاْوٰى،

ٹھکانا ہوگا،

جب قیامت کا دن آئے گا، اس دن انسان کے تمام کام اس کے پیش نظر ہو جائین گے، اور سامنے سے جہنم نظر آئے گی، اور اس وقت لوگون کا حساب ہوگا، جس نے اپنی زندگی مین سرکشی اور بداخلاقی کی ہے، اور اس چھوٹی اور جلد گذر جانے والی زندگی* کو بالکل بھلا دیا ہے، اس کا انجام جہنم ہوگا، جہان ہر ممکن سے ممکن تکلیف و عذاب بھگتنا ہوگا، اور جس نے یہ سمجھا کہ ایک دن مجھے اپنے کامون کا حساب دینا ہے، اور یہ سمجھ کر بداخلاقیون سے رُک گیا، اور اچھی اور نیک زندگی اس نے بسر کی اس کا انجام جنت کی نعمتون کی صورت مین ملے گا، جہان ہر طرح کی ممکن سے ممکن راحت و آرام کا سامان مہیا ہوگا،

(۴۲) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۳) فِيْمَ

لوگ تجھ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھتے ہین کہ اس کا وقت کب ہے،؟ تو تو

اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۴) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۵) اِنَّمَا

اس کے بتانے مین کہان پڑا ہے، تیرے رب کی طرف اس کا انجام ہے، تو اُسی کو

* کی لذتون مین پڑکر اس بڑی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کو

اس عظیم الشان قدرت کے آگے انسان کو پیدا کر دینا کیا مشکل ہے، جس کی ہستی ایک چھوٹے سے چھوٹے پہاڑ کے آگے ایک رائی کے دانہ سے زیادہ نہیں، اسی مضمون کو قرآن نے دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے،

کیا جس نے یہ آسمان اور یہ زمین پیدا کی ہے، اس میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ ان جیسی انسانی ہستیوں کو پھر پیدا کر دے؟ بے شک وہ بہت بڑا خالق اور علم رکھنے والا ہے،	أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؟ بَلٰى ! وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ،
	(یٰسٓ - ۸۱)

ضرور انسان پھر زندہ کیا جائے گا، اور اپنے اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہوگا، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ انسانی ہستی جس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ سارا کارخانۂ عالم، سیارات وعناصر، حیوانات، ونباتات، وجمادات اس کی خدمت اور اس کے نفع کے لئے بنائے گئے ہیں، مرنے کے بعد بالکل فنا ہو جائے، اور یہ اعلیٰ زندگی بغیر کسی اعلیٰ نتیجہ اور انجام کے ضائع ہو جائے، جو لوگ ایسا کہتے ہیں درحقیقت وہ اس بڑے کارخانۂ عالم کو لغو اور عبث اور بے نتیجہ ثابت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس اعلیٰ نظام کو عبث اور بے انجام ماننا ایک سمجھدار انسان کا کام نہیں، ضرور ایک دن یہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور وقت آجائے گا کہ انسان کو اس کی زندگی کے کاموں کے موافق ہمیشہ کی راحت یا عذاب کا فیصلہ سنا دیا جائے،

(۳۴) فَإِذَا جَاءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى (۳۵) يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

تو جب وہ عظیم الشان آفت آئے گی اس دن آدمی یاد کرے گا جو کچھ اس نے کیا ہوگا

الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى (۳۶) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى

اور جہنم دیکھنے والوں کے لئے سامنے لائی جائے گی،

سورۂ عبس

مکی - ۴۲ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) عَبَسَ وَتَوَلّٰى (۲) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس لئے کہ نابینا اس کے پاس آیا،

(۳) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى (۴) اَوْ يَذَّكَّرُ

اور تجھے کیا خبر؟ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا، یا غور کرتا تو

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (۵) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى (۶) فَاَنْتَ

سمجھانا اُسے نفع دیتا، جو بے توجہی کرتا ہے اس کے تو درپے

لَهٗ تَصَدّٰى (۷) وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى (۸) وَاَمَّا

رہتا ہے، حالانکہ وہ اگر پاکیزگی نہ حاصل کرے تو تجھ پر کچھ الزام نہیں

مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى (۹) وَهُوَ يَخْشٰى (۱۰)

اور جو تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور ڈرتا بھی ہے اس سے

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى،

تو بے اعتنائی کرتا ہے،

اس سورت میں قیامت کا ممکن ہونا ثابت کیا گیا ہے، مشرکین قیامت کے قائل نہ تھے، بلکہ اس پر شہادت پیش کیا کرتے تھے، اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ سردارانِ قریش آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرتے آئے تھے، روایتوں میں مجھے نظر نہیں پڑا، مگر مشرکین سے جس قسم کی گفتگو قرآن نے

اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۴۶) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

ڈرا سکتا ہے جو قیامت سے ڈرتا ہو، جب اس دن کو یہ دیکھیں گے تو معلوم

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ،

ہوگا کہ گویا وہ (دنیا میں) کل ایک شام یا ایک صبح رہے تھے ،

قیامت کا خوف کرکے اپنی اصلاح کریں ، لوگ یہ تو نہیں کرتے ، ہاں یہ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی ؟ اس کا وقت کب مقرر ہے ؟ اس سوال سے فائدہ ؟ اس کا نتیجہ ؟ وہ کبھی آئے ، آئے گی ضرور ، اور آئے گی بھی تو اس طرح کہ لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا ، اور پھر جزا اور سزا بھی ملے گی ، اس خیال کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ انسان اصل مقصد پر متوجہ ہو ، ان بے فائدہ اور لاحاصل سوالات سے کیا حاصل ؟ اسی لئے خدا نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہیں ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ، نہ ان بے سود باتوں میں پڑنا تمہارا مقصد ہے ، تمہارا اصل کام لوگوں کو بدانجام کا خوف دلاکر ان کی اصلاح کرنی ہے ، اس لئے تمسے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جنہیں اپنے انجام کا ڈر ہے ، اور جو لوگ ان بے سود باتوں میں اپنا اور تمہارا وقت ضائع کرتے ہیں انہیں تم کبھی نہیں خوف دلا سکتے ، کیونکہ ان کے سامنے کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ، نہ کام کرنا ان کو منظور ہے ، ان کو اس قیامت کی حقیقت جب ہی سمجھ میں آئے گی جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ، اور پھر اپنی عمر ضائع کر دینے پر حسرت اور افسوس کریں گے ، اور اس وقت معلوم ہوگا کہ دنیا میں ایک ہی دن بلکہ اس سے بھی کم رہے ،

(۱۵) بِأَيْدِي سَفَرَةٍ (۱۶) كِرَامٍ بَرَرَةٍ ،

ایسے لکھنے والون کے ہاتھون مین ہے جو بزرگ سیرت ہین ، نیک ہین ،

یہ قرآن نصیحت ہے ، اس لئے اس مین کسی کی خصوصیت نہین ، جو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہے کر سکتا ہے ، ان آیتون مین قرآن اور قرآن کے لکھنے والون کے اوصاف بیان کئے گئے ہین ، یعنی قرآن نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے ، نہایت بلند اور شریفانہ اخلاق سکھاتا ہے ، جو لوگ اس کے حاملین ہین ان کے اندر شرافت ، انسانیت ، اور نکوکاری کی صفتین ہین ، اس لئے قرآن کے سیکھنے والون اور اس سے نصیحت حاصل کرنے والون کو چاہئے کہ ہمیشہ اسکی تعلیم و تعلم سے یہی مقاصد مدنظر رکھین ، کہ ان کے اندر بھی اعلیٰ اخلاق ، اور پاکیزہ صفات پیدا ہون ، پس ہر وہ شخص جو اپنی اخلاقی حالت درست کرنی چاہے ، جس کا مقصد طلب حق ہو ، وہ قرآن سے نفع اٹھانے کا مستحق ہے ، اس مین کسی شخص ، کسی طبقہ ، اور کسی قوم کی خصوصیت نہین ،

اس سورت کا اصل مقصد

(۱۷) قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ (۱۸) مِنْ أَيِّ شَيْءٍ

آدمی غارت ہو وہ کس قدر انکار کرتا ہے ؟ (یہ تو دیکھے کہ) کس چیز سے خدا نے

خَلَقَهُ (۱۹) مِنْ نُطْفَةٍ (۲۰) خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ (۲۱) ثُمَّ

اسے پیدا کیا ؟ نطفہ سے (پیدا کیا) اسے پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا ، پھر

السَّبِيلَ يَسَّرَهُ (۲۲) ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (۲۳) ثُمَّ

راہ اس پر آسان کی ، پھر اسے موت دی ، پھر اسے گاڑا ، پھر (اسی طرح جب

جابجا کی ہے وہ عموماً توحید، رسالت اور قیامت وجزا سزا کے متعلق ہے، اس سورت میں قیامت ہی کے متعلق بحث ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) جو گفتگو ان لوگوں سے کر رہے ہوں گے، وہ انھیں باتوں کے متعلق ہوگی، بہرحال آپ ان سے باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور قطع کلام کرکے کچھ پوچھنا چاہا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، اور اپنی گفتگو میں مشغول رہے، اس پر خدا نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان آیتوں میں حکم دیا کہ تعلیم کے اندر مساوات ملحوظ رکھو، اصل چیز روحانیت اور اخلاق ہیں، گو ایک شخص جسمانی حیثیت سے ضعیف و کمزور ہے مگر کیا معلوم کہ اس کی اخلاقی حالت، اس کا تقوے و طہارت اعلیٰ درجہ کا ہو، ایک شخص بظاہر نہایت مضبوط و قوی، نہایت مالدار و معزز ہے مگر کیا معلوم کہ اس کی روحانیت نہایت کمزور، اور اس کی اخلاقی حالت نہایت پست ہو، اس لئے ہمیشہ اخلاق و روحانیت، خلوص و تقوی پر نظر رکھنی چاہئے، چاہے ایسے شخص کا ظاہری حال کم درجہ کا ہو، اور قوم کا ایک معمولی فرد ہو، اور ایک ایسا شخص جو اپنی قوم کا سردار ہے، مگر حق پسند نہیں، بلکہ حق کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا، ایسوں کے لئے وقت ضائع کرنا بے سود ہے، تمہاری توجہ کے زیادہ مستحق وہی لوگ ہیں جو باوجود ضعیف و کمزور ہونے کے دل میں خدا کی سچی محبت، اور اپنے فرائض کا صحیح احساس رکھتے ہیں، کہ تمہاری تعلیم سے راہ حق پانے میں ایسے ہی لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں،

(۱۱) كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (۱۲) فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُ

سن رکھو! یہ آیتیں نصیحت کے لئے ہیں، جو چاہے اس (قرآن) کو یاد کرے

(۱۳) فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (۱۴) مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ

یہ معزز اوراق میں ہے، جو گراں قدر ہیں پاکیزہ ہیں،

(۱) نفس انسان کی شہادت

انسان کا انکار اور اس کی ہٹ دھرمی کس حد تک پہونچی ہوئی ہے، کہ وہ جزا و سزا، اور آئندہ زندگی کو نہین مانتا، وہ خدا کی قدرت، اور رحمت پر غور نہین کرتا، کہ خدا نے اُسے پہلی دفعہ کس طرح پیدا کیا، وہ کیا تھا اور خدا نے اُسے کیا بنا دیا، دنیا کے اندر وہ ہر حال، ہر آن مین خدا کا محکوم و مملوک رہا، اس کی ہر حرکت و سکون خدا کے قبضۂ قدرت مین رہی، وہ ذرا یہ دیکھے کہ پیدا ہونے سے مرنے تک کسی وقت وہ خدا کی قدرت و اختیار سے باہر نہین ایک بے مقدار ذرہ سے اُسے بنایا، دنیا کے اندر ایک خاص اندازہ کے ساتھ اُسے رکھا، خدا ہی نے اُسے موت دی، اور پیوند خاک کر دیا، وہ ہزار چاہتا رہا کہ نہ مرین، کسی طرح موت کے پنجہ سے بچ جائین، مگر اس کی کوششین بے سود ہوئین، اور معلوم ہو گیا کہ انسان کے اوپر ایک نہایت قوی اور قادر مطلق کا حاکم ہے کہ وہ جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے ارادے کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہین، تو جس خدا مین یہ قدرتین ہین، جن کا ایک کرشمہ یہ انسانی ہستی ہے، جسے ایک نطفہ سے بنا کر اس اعلیٰ مرتبۂ کمال تک پہونچایا گیا ہے، اس خدا پر اس انسان کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ کیا جو قدرت ایک نطفہ کو اتنا بڑا انسان بنا سکتی ہے وہ پھر اس کے ذرات کو اکٹھا کر کے دوبارہ نہین بنا سکتی؟ سخت حیرت ہے ان لوگون پر جو خدا کو مانتے ہین اور پھر اس مین شک کرتے ہین کہ دوبارہ کس طرح انسان پیدا کیا جا سکتا ہے،

اور آدمی کہتا ہے کہ کیا جب مین مر جاؤن گا تو پھر ضرور زندہ کر کے نکالا جاؤن گا؟	وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا؟

إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ،

وہ چاہے اسے اُٹھا کھڑا کرے گا،

یہان سے اس سورت کا اصل مضمون شروع ہوا، کیونکہ مشرکین قیامت کے منکر تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خواہش تھی کہ یہ سردارانِ قریش ایمان لے آئیں تو عام طور پر اس کا اچھا اثر پڑے، اور اسلام کو قوت حاصل ہو، اس لئے اس سورت میں اور عموماً تمام مکی سورتوں میں جو اسلام کے شروع زمانے میں نازل ہوئیں، قیامت و مجازاۃ پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور مختلف طرز میں، مختلف سورتوں میں اسے ثابت کیا گیا ہے، کیونکہ جب تک ایک شخص اپنے اعمال کے نتائج، اچھے اور بُرے افعال کے اچھے اور بُرے انجام کو نہ تسلیم کرے، اپنی حرکات و سکنات کا اپنے آپ کو جواب دہ نہ سمجھے ایسا شخص کسی طرح اچھے اور بُرے کاموں میں امتیاز نہیں کر سکتا، اور نہ کبھی اچھے کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، جو خیال انسان کی اخلاقی حالت درست کر سکتا ہے، جو اس کی اصلاح کر سکتا ہے، اور جو اُس کے اندر اپنے کاموں کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرا سکتا ہے، وہ یہی خیال ہے کہ انسان کو اس کے ہر کام کا نتیجہ اور بدلہ ملنا ضروری ہے، اچھے کام کی اچھی جزا یقیناً ملتی ہے، اور بُرے کام کا بُرا نتیجہ ضرور بھگتنا پڑتا ہے، اسی لئے ان آیتوں میں جو سرداران قریش کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد نازل ہوئی ہیں قیامت و مجازاۃ، حشر و نشر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پہلے خود انسانی ہستی سے قیامت کے ممکن ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے، پھر آئندہ مناظر فطرت کی شہادت دی گئی ہے،

نہین، اپنے اعمال کی جواب دہی کا اسے خوف نہین، اسے چاہئے کہ اول تو خود اپنی ہستی کی ابتدا و انتہا پر غور کرے، پھر تمام دنیا سے قطع نظر کرکے وہ صرف اپنی ضروریات، اور اپنے اور اپنے مویشیون کی غذا کو دیکھے، کہ خدا کس اعلیٰ نظام اور کس اعلیٰ تدبیر و حکمت سے ان چیزون کو پیدا کرتا ہے، پانی برسنے کے لئے اس نے کیا انتظام مقرر کیا ہے، بیج جو زمین کے اندر ڈال دی جاتی ہے وہ کس طرح پانی پہونچتے ہی اُگ جاتی ہے، اور پھر بڑھ کر وہی بیج جس کی ہستی ایک ذرہ سے بھی چھوٹی ہے، ایک عظیم الشان تناور درخت بن جاتی ہے، پھر اس سے طرح طرح کے اناج، میوے، ترکاری وغیرہ وغیرہ انسان و حیوان کی غذا پیدا ہوتی ہے، کیا اس طرح انسان کے مرنے کے بعد اس کے منتشر ذرات جو معدوم نہین ہوتے ان کو خدا مجتمع کرکے پھر ایک انسان نہین بنا سکتا؟ جب ایک بے مقدار بیج جو زمین مین پڑکر فنا نہین ہوجاتی، بلکہ خدا اس سے بڑے بڑے درخت بنا دیتا ہے تو وہ انسانی ذرات سے ضرور دوبارہ انسان کو بھی پیدا کرسکتا ہے، نباتات کی پیدائش اور اس کا نشو و نما انسان کے دوبارہ پیدا ہوسکنے پر کافی شاہد ہے، اسی لئے قرآن مین انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کی مثال نباتات سے جابجا دی گئی ہے، تاکہ انسان خدا کی قدرت پر غور کرے، اور اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکے،

(۱) اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، اور بندون کو روزی دینے کے لئے اس سے ہم نے باغ اُگائے، اور کھیتی کا اناج اور اونچے اونچے کھجور کے درخت جن کے خوشے تہ بتہ ہوتے ہین، اور ہم نے مینہ سے مری ہوئی

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ، وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ، رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا،

کیا اُسے یاد نہیں ؟ کہ پہلے بھی ہم نے اس کو پیدا کیا ہے جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا،	أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (مریم-۶۶)

(۲) مناظرِ فطرت کی شہادت

(۲۴) كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (۲۵) فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ

ہرگز نہیں! ابتک اس نے خدا کا حکم نہیں پورا کیا، تو آدمی کو چاہئے کہ اپنے کھانے

إِلَىٰ طَعَامِهِ (۲۶) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۲۶) ثُمَّ

پر نظر کرے، کہ ہم نے پانی برسایا، پھر ہم نے

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (۲۷) فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا،

زمین کو چاک کیا، تو اس میں ہم نے اناج اگائے،

(۲۸) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (۲۹) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا

اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور

(۳۰) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (۳۱) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا

اور گھنے گھنے باغ اور میوہ اور چارا

(۳۲) مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ،

تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے نفع کے لئے،

اگر انسان اپنی ہی پیدائش اور موت اور زندگی پر غور کرے تو خدا کی قدرت کاملہ کا اندازہ سمجھنے کے لئے کافی ہے، مگر ان کھلی اور ظاہر نشانیوں کے ہوتے ہوئے وہ مجازاۃ اور حشر کی طرف سے شبہہ میں ہے، اور خدا کے احکام کی تعمیل کی طرف اُسے توجہ نہیں، اپنے فرائض کا اُسے احساس

(۶) سورہ طارق میں اسی سورت کی طرح انسان کو اپنی پیدائش کی طرف توجہ دلا کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسی طرح دوبارہ بھی خدا پیدا کریگا۔ اس کے بعد اس مضمون کو آسانی سے سمجھانے کے لئے بارش ہونے اور اس کی وجہ سے زمین میں نباتات پیدا ہونے کی مثال شہادت میں پیش کی گئی ہے۔

تو آدمی کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اس پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو اچھل کر پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے، بیشک وہ خدا (جس نے یوں پیدا کیا ہے) اس کے دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے..... بار بار مینہ برسانے والے آسمان کی قسم اور (نباتات سے) پھٹ جانیوالی زمین کی قسم کہ یہ (دوبارہ پیدا ہونا) ایک قول فیصل ہے اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں،	فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ..... وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ (طارق - ۵)

امام رازی لکھتے ہیں کہ:-

"ان آیتوں میں خدا نے تین باتیں بتائی ہیں (۱) خدا کے ایک ہونے پر دلیل (۲) خدا انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے (۳) جس خدا نے اس قدر گوناگوں احسانات انسان پر کئے اس آقا سے سرکشی کرنا، اور اس کی نافرمانی کرنا ایک انسان کے لئے نازیبا ہے۔" (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۷۷)

ان آیتوں سے یہ آسانی کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ انسان کا دوبارہ پیدا ہونا،

بستی (زمین) کو زندہ کیا، اسی طرح (قیامت
میں زندہ ہونا اور) نکلنا ہی ہوگا،

(۲) تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھو کہ کس
طرح زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا
ہے، بے شک وہی خدا مردوں کو زندہ
کرنے والا ہے، اور وہ ہر بات پر
قادر ہے،

(۳) وہی خدا جاندار کو بیجان سے نکالتا ہے
اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور
زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے
اور اسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے،

(۴) اور (ہم ہی ہیں) جس نے اندازہ سے
آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے مری
ہوئی بستی (زمین) زندہ کی، اسی طرح تم لوگ
بھی (مرنے کے بعد) نکالے جاؤ گے،

(۵) اور اللہ وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے
پھر یہ ہوائیں بادلوں کو پھیلاتی ہیں، پھر
بادلوں کو ہم ایسے شہر کی طرف لیجاتے ہیں جو مردہ
(اور خشک ہے) پھر ہم بارش سے اس میں کھیتی
اگاتے (اور خشک پڑی ہوئی زمین) کے بعد زندہ
کردیتے ہیں اسی طرح (قیامت کے دن) اٹھنا ہوگا،

كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ،

(ق - ۹)

فَانْظُرْ إِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ
يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا، إِنَّ
ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى، وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،

(روم - ۵۰)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

(روم - ۱۹)

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً
مَّيْتًا، كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

(زخرف - ۱۱)

وَاللّٰهُ الَّذِيْ أَرْسَلَ الرِّيٰحَ
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ إِلٰى بَلَدٍ
مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا، كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ

(فاطر - ۹)

تعلقات پر نازان ہوکر خدا کو بھول جائے، اور اس عظیم الشان ہولناک دن سے بے خوف ہو بیٹھے جبکہ نہ ماں باپ کام آئیں گے نہ بیوی بچے، نہ بھائی بہن، جب ایسے گہرے تعلقات اس دن نفع نہ پہونچا سکیں گے تو پھر اور تعلقات یا مال و دولت، یا خدم و حشم، یا عزت و جاہ سے وہاں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے وہاں اگر کوئی چیز ساتھ دے سکتی ہے، اگر کوئی چیز کامیاب بنا سکتی ہے تو محض اچھے کام ہیں جو اس زندگی میں کئے جائیں، یہی اعمال حسنہ وہاں کام آئیں گے، اور انھیں پر انسان کی کامیابی موقوف ہے، اب ہر شخص دیکھ لے کہ وہ کہاں تک اپنی خیر خواہی کر رہا ہے، اور اپنی کامیابی کے لئے وہ کس قدر محنت و ہمت سے کام لے رہا ہے،

(۳۸) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (۳۹) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

اس دن کتنے ہی چہرے روشن، ہنستے ہوئے خوش خوش ہوں گے

(۴۰) وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (۴۱) تَرْهَقُهَا

اور کتنے ہی چہرے اس دن ہوں گے کہ ان پر غبار ہوگا، اور کلونس چھائی ہوگی

قَتَرَةٌ (۴۲) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ،

یہی لوگ کافر (اور) بدکار ہیں،

اچھے لوگ جنھوں نے اپنی زندگی اچھے کاموں میں صرف کی، اپنی ذمہ واری کا احساس کرکے اپنے فرائض کو پورا کیا، اس دن اپنی اچھی جزا پاکر خوش خوش شاداں و فرحاں نظر آئیں گے، اور جنھوں نے اپنی زندگی بدکاریوں میں گذاری اپنے فرائض سے غافل رہے اپنے اعمال کی ذمہ واری محسوس نہ کی اور جزا و سزا سے بے خوف ہوکر خوب کھل کھیلے، اس دن انکا برا انجام ہوگا، اپنی سیہ کاریوں کی سزا وہ بھگتینگے، اور ان کے چہرے مایوس، مغموم، سیہ، نظر آئیں گے،

ممکن، اور خدا کے نزدیک نہایت آسان ہے، پھر اس کے ساتھ ہی ان آیتوں سے خدا کی رحمت اور اس کے احسانات بھی معلوم ہوتے ہیں، جن کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس آقا کے سامنے اپنا سر رکھدے، سرکشی اور تمرد سے باز آئے، کیونکہ ان آیتوں سے خدا کی جس اعلیٰ تدبیر و حکمت، جس غیر محدود علم، جس انتہا درجہ کی رحمت و کرم معلوم ہوتی ہے وہ صاف بتا رہی ہیں کہ اچھے اور برے لوگ ایک سے نہیں رہ سکتے، ضرور اچھوں کا اچھا، اور بروں کا برا انجام ہوگا، اس کی حکمت و تدبیر کبھی اس اعلیٰ انسانی ہستی کو ضائع نہ کرے گی، اس کی رحمت کبھی ظالم و مظلوم، نیک و بد کو ایک درجہ پر نہیں رکھ سکتی، جزا و سزا ہوگی اور ضرور ہوگی، ایک عظیم الشان دن آئے گا اور ضرور آئے گا،

(۳۳) فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (۳۴) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ

تو جب وہ سخت ہولناک آواز آئے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے

مِنْ أَخِيهِ (۳۵) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (۳۶) وَصَاحِبَتِهِ

اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے

وَبَنِيهِ (۳۷) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ

اور اپنی اولاد سے، سب سے بھاگتا پھرے گا، ان میں سے ہر ایک کی اس دن ایسی

شَأْنٌ يُغْنِيهِ،

حالت ہوگی کہ اُسے (دوسروں سے) بے پروا کئے ہوئے ہوگی،

یہ دنیاوی نعمتیں جو خدا نے انسان کو دی ہیں، اور یہ احسانات جو اس نے محض اپنے فضل سے اس پر کئے ہیں، ان کی وجہ سے اور بھی اسے خدا کی اطاعت اور فرمان برداری کرنی چاہئے، اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے، نہ کہ اُلٹا خدا ہی کی دی ہوئی ان نعمتوں پر مغرور ہو کر، دنیاوی

اس سورت کے اندر پہلے قیامت کے واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے، اور اس کے بعد اس پر مناظر فطرت کی شہادت پیش کی گئی ہے، آفتاب کا نور جاتا رہے گا، ستارے ماند پڑ جائیں گے، پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے، دنیا کا قیمتی سے قیمتی اور مفید سے مفید مال بھی اس دن بے سود ثابت ہوگا، ان ہولناک واقعات کی وجہ سے جنگلی جانور گھبرا گھبرا کر نکل آئیں گے، سمندروں کا پانی تپش کی وجہ سے کھولنے لگے گا، یہ جو نیلی چھت نظر آتی ہے یہ بھی اس دن ٹوٹ جائے گی، غرض یہ کہ جب قیامت آئے گی اور یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا، اس وقت انسان سے مواخذہ شروع ہوگا، جنت اور دوزخ سامنے ہوگی، اس وقت حضرت انسان کو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ لیکر آئے ہیں، اب تو غفلت کی میٹھی نیند کا لطف لینے سے فرصت نہیں، ان جلد فنا ہو جانے والی لذتوں میں مشغول ہیں، انجام کی کچھ فکر ہی نہیں، اور دنیا کے مال و متاع، عزت و جاہ اور ان دنیاوی تعلقات کے بھروسہ پر جو جی چاہتا ہے بے خوف و ہراس کر گذرتے ہیں، مگر جب وہ فیصلہ کا بڑا دن آئے گا وہاں یہ ساری عزت، یہ سارے تعلقات، یہ مال و متاع ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچائیں گے، امام رازی فرماتے ہیں،

"عرب کے لئے اونٹ سے بڑھ کر خاص کر جب وہ گیابھن ہو اور کوئی مال عزیز نہیں، کیونکہ ان کی زندگی کی اکثر ضروریات انہیں اونٹوں سے پوری ہوتی ہیں، تو اس کے معطل ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ دنیاوی مال و متاع اس دن بیکار اور بے نفع ثابت ہوں گے، جیسا دوسری جگہ قرآن میں ہے، یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (اس دن نہ مال کچھ کام آئیگا نہ اولاد)" (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۷۲ ملخصاً)

سورۂ تکویر

کی-۲۹ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۲) وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ

جب سورج کی دھوپ لپیٹ لی جائے گی، اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے

(۳) وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (۴) وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ

اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب گیابن اونٹنیاں بیکار چھوڑی

(۵) وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۶) وَإِذَا الْبِحَارُ

پھریں گی، اور جب جنگلی جانور (گھبرا کر) نکل آئیں گے، اور جب سمندر کھولنے

سُجِّرَتْ (۷) وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (۸) وَإِذَا

لگیں گے، اور جب نفوس ملائے جائیں گے، اور جب زندہ گاڑی

الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (۹) بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (۱۰) وَ

ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کہ کس جرم میں وہ ماری گئی؟ اور

إِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۱۱) وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (۱۲)

جب عمل نامے تقسیم کئے جائیں گے، اور جب آسمان کا پوست اتارا جائے گا،

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ (۱۳) وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ

اور جب دوزخ دہکایا جائے گا اور جب جنت نزدیک کی جائے گی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ،

اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لایا ہے،

رہ سکتا، ؟ یہی وجہ ہے کہ قطب شمالی اور جنوبی کے قریب وجوار میں جہاں سال بھر میں ایک رات اور ایک دن ہوتا ہے، آبادی نہیں، نہ وہاں کوئی پہنچ سکتا ہے تو صرف ایک رات اور دن ہی ایسی چیز ہے کہ اس کی حکمت و مصلحت پر انسان غور کرے تو بے اختیار یہ پکار اُٹھے گا کہ بے شک جن ہاتھوں نے یہ بنایا ہے وہ نہایت قدرت کاملہ رکھتے ہیں، اور جو ان غیر محدود مخلوقات سے ایک خاص مکمل انتظام سے کام لے رہا ہے، وہ نہایت مدبر، نہایت حکمت اور علم والا ہے اور یقیناً کہ اس اعلیٰ انتظام کا نتیجہ بھی بڑا ہوگا، کیونکہ کام جس قدر اہم ہو نتیجہ بھی اسی قدر اہم ہوتا ہے، اس لئے اتنا بڑا کارخانہ کسی طرح بغیر نتیجہ کے نہیں ہو سکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ سلسلہ یوں ہی چلا جائے، اور کبھی ختم نہ ہو، دنیا کے اندر جس سلسلہ کو دیکھو سب آپس میں جوڑے جوڑے نظر آئیں گے، دن ہے تو اس کا جواب رات ہے، اور یہ دونوں مل کر ایک مکمل وقت بنتے ہیں، نہ صرف دن کافی ہے اور نہ صرف رات، کیونکہ زندگی میں نہ صرف کام ہو سکتا ہے نہ صرف بیکاری، اسی طرح زمین و آسمان، غمی و خوشی، نیکی اور بدی، سردی اور گرمی، حیات اور موت، غرض ہر چیز کا ایک جواب اور مقابل موجود ہے اور دونوں سے مل کر ایک مستقل سلسلہ بنتا ہے، اسی طرح علل اور معلولات طبائع اور ارادے، قوتیں اور آلات، اجسام اور ارواح، اعمال اور جزا، کے سلسلے ہیں، جن سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا کے ساتھ آخرت ضرور ہو، ورنہ یہ بڑا کارخانہ بانجھ اور بے جوڑ رہ جائے گا، جس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ ناقص اور بے نتیجہ اور لغو سلسلہ ہے، کیونکہ جس کا انجام نہ ہو وہ محض مہمل ہے، اسی بات کو قرآن میں یوں کہا گیا ہے۔

(۱) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بدون	اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ

اس دن ہر شخص اپنے ہمخیال وہم مشرب کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا ، بڑا بڑے کے ساتھ ہوگا ، اور نیک نیک کے ساتھ ، نفوس کے ملائے جانے کا یہی مطلب ہے ، جیسا قرآن مین ایک جگہ موجود ہے ،

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (صافات - ۲۲)	اکٹھا کرو ان لوگون کو جو ظلم کرتے تھے اور ان کے ساتھیون کو ، اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے ،

(۱۵) فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (۱۶) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ

تو نہین ، ان ستارون کی قسم جو پیچھے ہٹنے والے ہین چلنے والے ہین چھپ جانے

(۱۷) وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ (۱۸) وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ

والے ہین ، اور رات کی قسم جب وہ آنے لگے ، اور صبح کی قسم جب اسکی بو پھٹے

ان آیتون مین ان لاکھون ستارون اور ان کی گوناگون اور مختلف حرکات اور ان حرکتون کے نتیجے ، یعنی رات اور دن کی شہادت بیان کی گئی ہے ، گویا قیامت ایک ایسی بات ہے کہ اگر نظام شمسی پر غور کیا جائے اور اسکی حکمتین دیکھی جائین ، اس پر نظر کی جائے کہ کس طرح ایک خاص نظام مین یہ تمام لاکھوں مخلوقات جکڑی ہوئی ہین ، اور جو جو کام جس کے سپرد کیا گیا ہے سب اُسے بغیر چون وچرا کئے کس خوبی سے پورا کر رہے ہین ، تو صاف سمجھ مین آئے گا کہ یہ دنیا ضرور ختم ہوگی ، اور ان حکمتون کے نتائج کے ظاہر ہونے کا وقت ضرور آئے گا ،

ان تمام بڑے بڑے مخلوقات کے صدہا منافع اور ہزارون اعلیٰ مصلحتون مین سے ایک نہایت ظاہر نتیجہ تاریک رات اور روشن دن ہے ، دونون انسانی زندگی کا دارمدار ہین ، اگر رات نہ ہوتی یا دن نہ ہوتا تو انسان ہرگز زندہ نہ

نہیں کیا کہ خدا نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو مصلحت ہی سے ایک خاص مدت تک کے لئے بنایا ہے، ؟ پر (افسوس کہ) بہت لوگ ایسے ہیں جو (اس پر بھی) نہیں مانتے کہ اپنے پروردگار سے انھیں ملنا ہے،

أَفَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ،

(روم - ۷ + ۸)

ان آیتوں میں صاف صاف اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے، کہ اس عالم کی انتہا ضرور ہونی چاہئے، تاکہ انسان کو اس کی اس زندگی کی کھیتی کا پھل ملے، کیونکہ کوئی منصف مزاج یہ فیصلہ پسند نہ کرے گا کہ محنت و جفاکشی کے ساتھ کھیتی کرنے والا کسان اس کے ثمرے سے محروم رہے،

(۱۹) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (۲۰) ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ

بیشک یہ قرآن ایک گرامی قدر پیغمبر کا قول ہے، صاحب قوت ہے

ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (۲۱) مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (۲۲) وَ

اس کے نزدیک اس کا بڑا رتبہ ہے، اس کا کہا مانا جاتا ہے، اور وہ امانت دار ہے، اور

مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (۲۳) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ

تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ہے، اور اس (فرشتہ) نے اسے صاف افق میں

الْمُبِينِ (۲۴) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (۲۵) وَ

دیکھا ہے، اور وہ غیب کی باتوں میں بخل بھی نہیں کرتا ہے، اور

مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ (۲۶) فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ

یہ قرآن کچھ شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں، تو تم کدھر چلے جا رہے ہو؟

لہ سورہ نجم کی تفسیر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ اس مبین سے مراد عالم بالا ہے، اور یہ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ہے،

کسی سہارے کے اونچا بنا کھڑا کیا ہے کہ تم
دیکھ رہے ہو، پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا
اور چاند اور سورج کو مسخر کیا کہ سب
ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں، وہ
تدبیر سے کام کرتا ہے، اور کھول کھول
کر یہ نشانیاں بتاتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار
سے ملاقات کا یقین کرو،

(۲) تم سب کا پیدا کرنا اور پھر سب کا اٹھا
کھڑا کرنا ایک شخص کے برابر ہے، کیونکہ
اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا رات کو دن میں
اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور
سورج اور چاند کو مسخر کیے ہوئے ہے
سب ایک وقت مقرر تک کے لیے چل
رہے ہیں، اور یہ کہ خدا تمہارے ہر
کام کو دیکھتا ہے،

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ
الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ
مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ
رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ

(الرعد - ۲)

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ
وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
بَصِيْرٌ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ
النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ
لِاَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ،

(لقمان - ۱۸)

ان آیتوں میں خدا نے آخرت کے ضروری ہونے پر اپنی قدرت، اپنی
حکمت اور اپنے علم کو پیش کیا ہے،

یہ لوگ دنیاوی زندگی کی ظاہر باتوں کو
تو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل
ہیں، کیا انہوں نے اپنے دلمیں ذرا غور

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ
هُمْ غٰفِلُوْنَ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا

ہوگا، کیونکہ وہ کسی لعین و مردود، یا کسی جھوٹے شاعر، یا کسی مجنون و دیوانے کی بیان کی ہوئی نہیں ہیں،

(۲۷) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۸) لِمَنْ شَآءَ

یہ قرآن تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے، تم میں سے ہر اس شخص

مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ،

کے لئے جو سیدھی راہ چلنا چاہے

یہ قرآن جس سے تم بھاگتے ہو تمہارے ہی نفع کے لئے ہے، اگر تم راہ حق پر چلنا چاہو تو اسی کے ذریعہ سے وہ راہ تم پا سکتے ہو، پھر سمجھ لو کہ اس سے بھاگنا آپ اپنا نقصان کرنا ہے،

(۲۹) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ،

اور تم کسی بات کا ارادہ نہیں کر سکتے، جب تک خدا کا ارادہ نہ ہو

یعنی تم جس ارادہ اور اختیار سے کام لیتے ہو وہ خدا ہی کا عطا کردہ ہے اگر وہ اختیار و قوت نہ دے تو تم کچھ نہیں کر سکتے، اس لئے نیک کام کی توفیق ملے تو بھی خدا کا شکر کرو کہ قوت اسی کی دی ہوئی ہے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے کاموں میں بالکل مجبور ہے، اور اسے اپنے افعال میں کچھ دخل نہیں، خود قرآن میں ہر جگہ موجود ہے،

(۱) تمہیں جو کچھ مصیبت پہونچے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے کا نتیجہ ہے،

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

(شوریٰ - ۳۰)

(۲) اور ان پر خدا نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں،

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (آل عمران ۱۱۷)

قرآن جو قیامت و معاد و جزا سزا کی خبر دیتا ہے، اس پر وہ ہر طرح کے دلائل پیش کر دیتا ہے، اگر ان دلیلوں سے قطع نظر کر لو تو بھی یہ تو دیکھو کہ یہ باتیں بیان کرنے والا کون ہے؟ کیسا ہے؟ سچا ہے یا نہیں؟ امانت دار ہے یا نہیں؟ تم میں پہلے سے اس کی کتنی وقعت ہے؟ کیونکہ بات کہنے والے کی شخصیت بھی بسا اوقات اس بات کے ممکن ہونے پر شہادت دیتی ہے، اگر ایک ایسا شخص کوئی خبر لائے جو ہمیشہ سے شریف راستباز، اور امین مشہور ہے تو اسے فوراً جھٹلایا نہیں جا سکتا، تو خدا کی یہ باتیں جو تم میں سنائی جاتی ہیں اس کے بیان کرنے والے کی شخصیت پر بھی نظر کرو کہ اس کے اندر کس قدر اعلیٰ اخلاق موجود ہیں،

(۱) وہ گرامی قدر اور شریف اور قوی ہے،

(۲) خدا کے نزدیک وہ باوقار ہے،

(۳) لوگ پہلے ہی سے اس کی بات مانتے، اور اپنے بڑے بڑے قومی معاملات میں اس کا فیصلہ قبول کرتے ہیں،

(۴) وہ بہت بڑا امانت دار ہے، اس کی یہ صفت لوگوں میں اس قدر مشہور ہے کہ لوگ اس کا اصل نام چھوڑ کر اسے **امین** کہکر پکارتے ہیں،

(۵) وہ کچھ دیوانہ اور ضعیف العقل نہیں،

(۶) خدا نے اسے اس اعلیٰ مرتبہ میں دیکھ کر پیغمبر بنایا ہے،

تو جس شخص کے اندر اتنی باتیں شرافت اور کمال کی موجود ہیں جنکا اقرار مخالف سے مخالف اور دشمن سے دشمن تک کر رہا ہے، اس کی بات کو فوراً جھٹلا دینا کس کو عقل کا فیصلہ ہے؟ اور پھر نہ ماننے کے لئے تمہارے پاس کیا عذر ہے، تو پھر تم اس تعلیم کو چھوڑ کر کدھر بھاگتے ہو؟ تم کو یاد رہے، کہ اسے جھٹلانا، اور ایسی صاف اور کھلی باتوں کو نہ ماننا تمہارے حق میں مضر

وہ خود اپنے عمل کی بدولت ہے، جیسا انسان کرتا ہے ویسا ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا اُسے اینٹ، پتھر کی طرح مجبور بنا کر خود اس سے بُرا کراتا ہے، اور عذاب دیتا ہے، کہ یہ صاف ظلم ہے، اور قرآن بار بار کہتا ہے کہ خدا نے جو عذاب کسی قوم کو دیا ہے، یا جو روزِ قیامت میں دے گا وہ محض انسان کے عمل کا بدلہ ہوگا، خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوگا، کہ بے بُرائے عذاب اور سزا تھوپ دی جائے، البتہ قوت اور اختیار خدا کا دیا ہوا ہے، اور اچھا اور بُرا راستہ خدا نے بتا دیا ہے، اب جو اس قوت کو اچھے راستے میں صرف کریگا اسے اچھی جزا ملے گی، اور جو اسے بُرے راستہ میں صرف کریگا وہ تکلیف اور عذاب میں مبتلا ہوگا، تو اس قوت کو بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی مثال بعینہٖ انجن کی اسٹیم کی سی ہے کہ وہ اسٹیم اور طاقت فی نفسہٖ نہایت اچھی چیز ہے، کہ اگر اُسے اچھے راستہ پر چلایا جائے تو انسان بڑے بڑے دور دراز مسافت طے کر سکتا ہے، اور اگر اسے ریل پر سے اُتار کر چلایا جائے تو بجز اس کے کہ انجن تباہ ہو جائے، اور سوار ہلاک ہو جائیں اور کچھ نتیجہ نہیں، تو اس کی وجہ سے انجن کو یا اس کی اسٹیم کو بُرا نہیں کہا جا سکتا، بُرے وہ لوگ ہیں جو اُسے غلط راہ پر لے گئے، یہی حالت انسان کی قوت اور اختیار کی ہے، اور اسی لئے اس سورت میں ان آیتوں کے یہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کئے، جیسا کہ قرآن ہی کے ان متعدد آیتوں سے سمجھا جاتا ہے، اور قرآن کے بہترین معنی وہی ہیں جو خود قرآن سے سمجھ جائیں، کلام اللہ یفسر بعضہ بعضاً،

(۳) تم جو کفر کرتے تھے اس کا عذاب اب چکھو،	فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ، (آل عمران - ۱۰۶)
٭ ٭ ٭	
(۴) یہ (دیکھو) ان کے مکانات (آج) ویران پڑے ہیں اس ظلم کے بدلہ میں جو انہوں نے کیا تھا،	فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا، (نحل - ۵۲)
(۵) اور ان بستی والوں نے جب ظلم کیا تو ہم نے انہیں تباہ کر دیا،	وَتِلْكَ الْقُرَى أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا، (کہف - ۵۹)
(۶) اپنی کمائی کا مزہ چکھو،	ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ، (زمر - ۲۴)
٭ ٭ ٭ ٭	
(۷) جو تم کرتے تھے اس کا مزا چکھو،	ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (عنکبوت - ۵۵)
٭ ٭ ٭ ٭ ٭	
(۸) آج عذر نہ کرو، جو کچھ تم کیا کرتے تھے اسی کا بدلہ تمکو دیا جائے گا،	لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ، (تحریم - ۷)
٭ ٭ ٭ ٭	
(۹) جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لئے، اور جو برا کرتا ہے اس کا وبال خود اسی پر ہے، اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے،	مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ، (حم سجدہ - ۴۶)

کیا ان صاف آیتوں کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن انسان کو مجبور بتاتا ہے، ؟ قرآن خود بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ جو کچھ برا بھلا نتیجہ ملتا ہے،

سورۂ انفطار

مکی — ۱۹ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۲) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے

انْتَثَرَتْ (۳) وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (۴) وَاِذَا

اور جب سمندر بہا دئے جائیں گے اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (۵) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

قبریں اوٹھائی جائیں گی، اس وقت ہر شخص جان لے گا کیا اس نے

وَاَخَّرَتْ،

آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑ آیا ہے،

جب یہ کارخانہ عالم توڑ دیا جائے گا، اور آسمان پھٹ جائیگا، اور ستارے اپنے اپنے مقررہ مقامات سے الگ ہو ہو کر ٹکرائیں گے، اور زمین پر سخت زلزلہ آنے سے سمندر کا پانی خشکی پر آجائے گا، اور زمین پھٹ جائے گی، اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں وہ باہر نکل آئیں گی، اس وقت انسان کے حساب کا وقت آجائیگا اور جو کچھ انسان نے اپنی زندگی میں کیا ہے اور جو کچھ نہیں کیا ہے سب اس کے پیش نظر ہو جائینگے،

یہ قیامت کے چند واقعات ہیں جو پہلی سورت کی طرح اس میں بھی بیان کئے گئے ہیں، وہاں مناظر قدرت سے خدا کی قدرت و رحمت و حکمت ثابت

اِس سورت کا خلاصہ مضمون

یہ نظام شمسی ایک دن توڑ دیا جائے گا، اور انسان کی جزا و سزا کا وقت آجائے گا، اس وقت اپنے اپنے اعمال ہر ایک کے پیش نظر ہوں گے وہاں اچھوں کا انجام اچھا، اور بروں کا برا ہوگا، اس نظام دنیا کی حکمتیں اور مصلحتیں صاف بتا رہی ہیں کہ اس اعلے کارخانہ کا بہت ہی بڑا انجام ہوگا، اور ان نتیجوں کے لئے اس کی انتہا ضرور ہوگی، علاوہ اس کے جو پیغمبر یہ باتیں سنا رہا ہے خود اس کی شخصیت بھی اس امر پر کافی شاہد ہے، کہ ان باتوں کی ضرور کوئی اصلیت اور واقعیت ہے، لہذا اس قرآن سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے، اور نیک ارادے پر خدا کا شکر کرنا چاہئے، جس نے انسان کو قوت عمل دی ہے،

ہے، کہ دنیا کے اندر ظالم و مظلوم، اچھے اور بُرے لوگوں کا ایک ہی انجام ہو؟ اور دونوں مرکر ایک سے ہو جائیں؟ ہرگز نہیں، وہ ضرور پھر پیدا کر سکتا ہے، اور ضرور کرے گا، تاکہ اچھے اور بُرے لوگ اپنا انجام دیکھ لیں، اور اپنے کئے کا بدلہ پائیں،

(۹) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ (۱۰) وَإِنَّ

نہیں تم تو جزا کو جھٹلاتے ہو، اور تمہارے

عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ (۱۱) كِرَامًا كَاتِبِينَ (۱۲) يَعْلَمُونَ

اوپر نگہبان مقرر ہیں، بزرگ لکھنے والے، وہ جانتے

مَا تَفْعَلُونَ،

ہیں جو کچھ تم کرتے ہو،

تمہیں اس خیال نے خدا سے غافل کر رکھا ہے، کہ تم اعمال کی جزا و سزا نہیں مانتے، تم سمجھتے ہو کہ کام تو فنا ہو جاتا ہے اس کی پرسش کیا ہوگی، ہرگز نہیں، یہ غلط خیال ہے، خدا کے فرشتے تم پر مقرر ہیں، جو تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، خدائی خفیہ پولیس تمہارے ہر حرکت و سکون کو لکھ رہی ہے، جب محاسبہ کا وقت آئے گا تو ہر ایک کا عمل نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا، گو خدا خود تمہارے کاموں کا علم رکھتا ہے، مگر تم پر پوری حجت قائم کرنے کے لئے اس نے فرشتے مقرر کر دئے ہیں، جو تمہاری ہر ہر بات پر وقت نوٹ کرتے رہتے ہیں، تو کیونکر ممکن ہے کہ تمہارے اچھے اور بُرے کام بغیر نتیجے اور بدلے کے رہ جائیں، اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک نکوکار اور ایک بدکار دونوں مرکر فنا ہو جائیں اور ایک حالت میں رہ جائیں،

آج مسٹر ایڈیسن نے گراموفون ایجاد کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی

کرکے قیامت پر دلیل دی گئی تھی، یہاں صاف لفظون مین خدا کے رحم وکرم اور اس کی قدرت کاملہ اور پھر اس کے علم کو بیان کرکے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے،

(۱) کرم اور قدرت کی شہادت

(۶) يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ

اے انسان تجھے تیرے پروردگار کریم کے بارے مین کس چیز نے دھوکا مین ڈال

(۷) الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (۸) فِي

رکھا ہے، وہ پروردگار جس نے تجکو پیدا، پھر تجکو درست کیا، پھر تیرے جوڑ بند

أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ،

مناسب رکھے، پھر جس شکل مین چاہا تجکو ترکیب دی،

انسان کو کس خیال نے خدا کے متعلق دھوکہ مین ڈال رکھا ہے؟ وہ کس بات پر بھولا بیٹھا ہے؟ وہ کیون روز قیامت کو نہین مانتا؟ وہ کیون یہ سمجھتا ہے کہ خدا اسے اس کے عمل کا بدلہ نہین دے گا؟ وہ ذرا دیکھے تو کہ جس خدا نے محض اپنے کرم وبخشش، اور اپنی غیر محدود قدرت سے اس کو پیدا کیا، پھر پیدا کیا تو یہ نہین کہ بے ہاتھ کا بے پاؤن کا، یا بے آنکھ کا، بلکہ صحیح المخلقت پیدا کیا، پھر یہ نہین کہ آنکھ سر کے پیچھے، ناک سر کے اوپر، یا منہ پاؤن مین ہو، بلکہ ہر ہر عضو کو اپنے اپنے مناسب موقع مین رکھا، پھر ایک سے ایک صورتین عنایت فرمائین، تو جس خدا کا کرم وعنایت، اور جس قادر مطلق کی قدرت یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کے استحقاق کے اس نے تمہین جس طرح چاہا پیدا کیا، کیا وہ تمکو پھر دوبارہ نہین پیدا کرسکتا؟ کیا اس کا کرم اور اس کی رحمت کا یہی تقاضا

ہوجاتے ہین، تو کیا مواخذہ ہوگا، یا یہ کہ مرجائین گے تو کس طرح زندہ ہونگے خدا کی رحمت اس کی قدرت، اور اس کا علم، یہ تمام صفات بآواز بلند کہہ رہی ہین کہ اس زندگی تک سلسلہ ختم نہین ہوگا، آئندہ زندگی ہوگی، اور پورا پورا فیصلہ انسان کے اعمال کا کیا جائے گا،

(۱۷) وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ (۱۸) ثُمَّ

اور تجھے کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ پھر (کہتا ہوں)

مَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ (۱۹) يَوْمَ لَا

تجھے کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ وہ دن وہ ہے کہ

تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ

کوئی کسی کو کچھ نفع نہین پہونچا سکتا، اور اس دن حکم صرف اس خدا کا ہوگا،

تمہین کچھ خبر ہے کہ روز جزا کی کیا حقیقت ہے؟ وہ، وہ دن ہے کہ جس مین کوئی ہستی کسی کو کچھ نفع نہین پہونچا سکے گی، نہ وہان سفارش کام آئے گی، نہ کوئی دوسرے کی سزا اپنے اوپر لے سکیگا، وہان ہر شخص کا وہی انجام ہوگا، جو اس کا عمل ہے، اس دن حکومت صرف اس خدائے ذوالجلال کی ہوگی، اور وہ خود ہر ایک کا فیصلہ کرے گا، آج یہان اس نے انسان کو نائب مقرر کیا ہے، مگر اس دن وہ آسمانون اور زمین اور سارے عالم کا بادشاہ خود فیصلہ کریگا،

گفتگو اور اس کی آوازیں بھی ضائع نہیں ہوتیں، بلکہ اس فضائے غیر متناہی میں موجود رہتی ہیں، آج علوم جدیدہ کی ترقی نے یہاں تک قدرت حاصل کی ہے کہ اگر خاص جگہ اور خاص ہیئت اور خاص شرائط کے ساتھ انسان گفتگو کرے تو ہم آلات کے ذریعہ اسے اس طرح اپنے قبضہ میں رکھ سکتے ہیں کہ جب چاہیں اس کو لوٹا کر سن سکتے ہیں، تو جب انسانی گفتگو اور آوازیں ضائع نہیں ہوتیں تو پھر انسانی ارادے اور انسانی اعمال جو آوازوں اور گفتگوؤں سے کہیں زیادہ اہمیت اور کہیں زیادہ اثر اور قوت رکھتے ہیں، کیا عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ وہ ضائع ہو جائیں؟ اگر انسانی آواز ضائع نہیں ہوتی، بلکہ موجود رہتی ہے، تو پھر انسانی ارادے اور اعمال بھی ہرگز نہیں ضائع ہو سکتے، ضرور ہمارے اعمال کا ذرہ ذرہ محفوظ رہتا ہے، اور ایک دن آئے گا جب یہ سب کے سب ہمارے سامنے آجائیں گے، اور پھر ان سب کا نتیجہ ہمیں ملے گا،

(۱۳) إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (۱۴) وَإِنَّ الْفُجَّارَ

بیشک نیک لوگ ضرور نعمت والی جنت میں ہوں گے، اور بدکار ضرور جلتی ہوئی

لَفِي جَحِيمٍ (۱۵) يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ (۱۶)

آگ میں ہوں گے، روز جزا میں وہ اس جہنم میں داخل ہوں گے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ،

اور وہ اس سے بھاگ نہیں سکتے،

یہ ہے اصل مجازاۃ کا مضمون، یعنی اس تمام عالم کا انجام اس قیامت کے دن یہ ہوگا کہ اچھوں کا ٹھکانا اچھا ہوگا، اور بروں کا ٹھکانا برا: جہاں سے وہ کسی طرح نکل کر بھاگ بھی نہ سکیں گے، بلکہ ہمیشہ کے لئے انھیں یہ عذاب بھگتنا پڑے گا، اور اس زندگی کے اعمال ضرور نتیجہ لائیں گے، یہ نہیں کہ اعمال فنا

(۴) اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۵)
کیا ایسے لوگوں کو یہ خیال نہیں کہ انھیں پھر اٹھنا ہے؟ ایک
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۶) يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
بہت بڑے دن کو، جس دن تمام انسان پروردگار عالم کے سامنے
الْعٰلَمِيْنَ،
کھڑے ہوں گے،

جو ایسی غلط کاری، اور حق تلفی میں مبتلا ہیں، جو خیانت کرتے ہیں اپنا نفع چاہتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہونچاتے ہیں، وہ کس خیال میں مست ہیں؟ وہ کس بھروسہ میں ہیں؟ کیا انھیں یہ خیال نہیں؟ کہ ایک عظیم الشان دن بھی آنے والا ہے، جس کے اندر تمام انسان خدا کے آگے حاضر کیے جائینگے اور ایک ایک ذرہ کا حساب اور مواخذہ ہوگا، اور اس ساری بے ایمانی کا مزہ وہاں چکھنا ہوگا،

(۷) كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (۸) وَمَآ
نہیں بدکاروں کا عمل نامہ تو سجین میں ہے، اور تو کیا
اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ (۹) كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ (۱۰) وَيْلٌ
جانے کہ سجین کیا چیز ہے؟ (وہاں) ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، تو جھٹلانے
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱) الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ
والوں کے لئے اس دن تباہی ہے، جو کہ روز جزا کو
بِيَوْمِ الدِّيْنِ،
جھٹلاتے ہیں،

انسان دنیاوی معاملات میں جو غلط کاریاں کرتا ہے اس کی [illegible]

سورۂ تطفیف

مکی - ۳۶ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۲) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

کم کردینے والون کے لئے تباہی ہے، جو لوگون سے تو ماپ پورا کرلین

يَسْتَوْفُوْنَ (۳) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ

اور جب ان کو ماپ کرکے یا وزن کرکے دین تو کم کردین،

کسی سے معاملہ کرنا، اس مین امانت ضروری ہے، امانت توڑنا انسان کے لئے تباہی ہے، تو کم دینے والون پر افسوس ہے، کہ جب خود دوسرے سے کچھ لیتے ہین تو پورے پیمانے سے، اور جب خود دوسرون کو دیتے ہین تو کم، تو تجارت اور اسی طرح عام معاملات مین مساوات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جو بات آپ دوسرون کے ساتھ کرنی روا رکھتے ہین دوسرا اگر وہی معاملہ آپ کے ساتھ کرے تو آپ بھی روا رکھئے، حکومت کے اندر حاکم رعایا سے اطاعت چاہے، تو اسے چاہئے کہ رعایا کے بھی حقوق دے اُستاد، شاگرد، زن و شو، دوست دوست، غرض دنیا مین جتنے تعلقات، اور جتنے معاملات ہین سب مین یہ اصول مدنظر رکھنا چاہئے، کہ جس طرح ہم دوسرون سے توقع رکھتے ہین دوسرون کے توقعات بھی اسی طرح پوری کرین، اَنْ تُحِبَّ لِاَخِيْكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (جو بات اپنے لئے پسند کرو وہی بات اپنے دوسرے بھائیون کے لئے بھی پسند کرو) معاملات درست رکھنے کا یہ ایک زرین اصول ہے،

مرکز مین چلی جاتی ہے،

اس اصول پر زیادہ غور کرو تو جنت اور دوزخ کا خیال آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے، کہ جب دنیاوی زندگی مین ہم رنج و راحت، خوشی و غمی، آرام و تکلیف کے مختلف اور متضاد آثار کو ایک ہستی مین مجتمع دیکھتے ہین، تو ضرور ہے کہ ان مختلف آثار کے لئے بھی الگ الگ مستقل مرکز ہون، ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جہان صرف راحت اور خوشی اور آرام ہو، اور ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جہان صرف رنج و غم اور تکلیف ہو، جہان سے یہ باتین جسم کے مختلف اجزا کی طرح مختلف مرکزون سے لاکر ایک ہستی مین مجتمع کردی گئی ہین، کیونکہ مختلف چیزون کا ایک مرکز ہرگز نہین ہوسکتا،

(۱۲) وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

اور اس روز جزا کو تو صرف ہر قانون شکن گنہگار ہی جھٹلاتا ہے،

(۱۳) إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ

جب ہماری آیتین اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہین تو کہتا ہے کہ یہ پرانے

الْأَوَّلِينَ،

لوگون کی کہانیان ہین،

ایک سلیم العقل انسان جو اپنی زندگی اچھے قانون کی پابندی کے ساتھ بسر کرنی چاہتا ہے، جو اعمال کا احتساب کرتا ہے اور ان کی نتائج کی طرف سے بے پروا نہین ہے، وہ کبھی اس واقعی حقیقت یعنی روز جزا کا انکار نہین کرسکتا، اس کا انکار وہی کرے گا جو شریر ہے، قانون شکن ہے ہر قسم کے قانون انسانیت سے اپنے آپ کو آزاد رکھنا چاہتا ہے، اور غیر اخلاقی زندگی بسر کرنا اس کا مقصد ہے، ایسے ہی لوگ ہین کہ

یہاں نہیں ہوتی تو یہ نہ سمجھے کہ چھوٹ گئے، اب اس کا مواخذہ نہ ہوگا، خدا کے یہاں اس کے تمام اعمال لکھے ہوئے محفوظ ہیں، ایک حرکت بھی اس کی ضائع نہیں ہوئی، بلکہ وہاں ان کاموں کا ایک رجسٹر مرتب ہو رہا ہے، تو جو لوگ جزا و سزا نہیں مانتے اپنے آپ کو اپنے کاموں کا جواب دہ نہیں سمجھتے، اور یہاں غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں، اس دن ان کے لئے سخت تباہی اور عذاب کا سامنا ہے، یہ خیال کوئی غیر معقول نہیں، اس کی صداقت اور معقولیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس سے اخلاق انسانی پورے اصلاح پذیر ہوتے ہیں، اگر ہماری روحوں کا تعلق کسی مرکز سے ہے اور ضرور ہے، تو ہمارے اعمال کا جو اثر ہماری روحوں پر پڑتا ہے اس کا اثر اس مرکز تک ضرور پہنچے گا، اور جب روح یہاں سے علٰحدہ ہو کر اپنے مرکز میں جاوے گی تو ضرور وہ اپنے اعمال کو صرف بحرف دیکھ لیگی۔

مختلف چیزوں کو اگر اکٹھا کر دیا جائے تو ضرور ہے کہ وہ اکٹھا ہونے کی جگہ ان مختلف چیزوں کی اصل جگہ نہیں، بلکہ ان کا مرکز دوسری جگہ ہے، جہاں صرف وہی ایک چیز ہے، کیونکہ ہر چیز کا ایک علٰحدہ مرکز ہے، جسم حیوانی میں ہم۔ گرمی، سردی، خشکی، تری دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ مختلف آثار مختلف مرکزوں سے آئے ہیں، یعنی ان مختلف عناصر کا تھوڑا تھوڑا حصہ اس جسم حیوانی میں موجود ہے، اس لئے ان مختلف آثار کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں، کہ ان مختلف عناصر کے اپنے اپنے علٰحدہ اور خاص مرکز اور مکان ہیں، مثلاً ہوا کے اصل مکان میں صرف ہوا ہے، پانی کے اصل مکان میں صرف پانی ہے، تو جس طرح اس جسم کے اجزا کے لئے اپنے اپنے خاص مکان اور مرکز ہیں، اسی طرح روح کے لئے بھی جو جسم سے ایک مختلف چیز ہے علٰحدہ اور خاص مرکز ضرور ہے، اور جس طرح مرنے کے بعد جسم کے اجزا اپنے اپنے مرکز میں چلے جاتے ہیں اسی طرح روح بھی اپنے

(۱۸) كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ (۱۹) وَمَآ

نہیں، نیکون کا اعمال نامہ علیین مین ہے، اور تجھے کیا

أَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّونَ (۲۰) كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ (۲۱) يَشْهَدُهُ

خبر کہ علیین کیا چیز ہے، (وہ) ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، وہان مقرب

الْمُقَرَّبُونَ (۲۲) إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (۲۳) عَلَى

لوگ موجود ہوتے ہین، نیک لوگ ضرور نعمت والی جنت مین ہون گے، تختون

الْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ (۲۴) تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ

پر بیٹھے ہوئے دیکھتے ہون گے، ان کے چہرون پر تو نعمتون کی تازگی

نَضْرَةَ النَّعِيمِ (۲۵) يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ

دیکھے گا، ان کو مہر کیا ہوا خالص شراب پلایا

مَّخْتُومٍ (۲۶) خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذٰلِكَ

جائے گا، اس کی مہر مشک کی ہوگی، اب رغبت کرنے والے اس

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (۲۷) وَمِزَاجُهُ مِن

مین رغبت کرین، اس شراب مین تسنیم کے پانی کی

تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ،

آمیزش ہوگی، تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے خدا کے مقرب بندے پیتے ہین،

نیکون کا اعمال نامہ نہایت عزت کے ساتھ رکھا جاتا ہے، اس پر خدا کے نہایت مقرب فرشتے مقرر ہین، یہ لوگ اپنے اچھے کامون کے بدلے مین وہان اچھا بدلہ پائین گے، انھین جنت ملیگی، جہان وہ مزے سے تختون پر بیٹھے ہوئے سیر کرین گے، خدا کی نعمتون کی وجہ سے ان کے چہرے تر و تازہ و بشاش نظر آئین گے، ہر طرح کے کھانے اور پینے کی چیزین، غرض یہ کہ ممکن ہے

جب انھیں اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے، اور جزا و سزا کا دن انھیں یاد دلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو پرانے زمانے کے افسانے ہیں،

(۱۴) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ

نہیں! ان کے دلوں کو اس چیز نے زنگ آلود کر دیا ہے

(۱۵) كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ

نہیں! یہی لوگ ہیں جو اس دن اپنے رب سے محجوب ہوں گے

(۱۶) ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ (۱۷) ثُمَّ يُقَالُ

پھر یہ لوگ ضرور جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، پھر کہا جائے گا

هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ،

کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے،

ان کا یہ خیال کہ یہ پرانے افسانے ہیں غلط ہے، اصل بات یہ ہے کہ ان کی بداعمالی ان کے قلب پر تسلط کئے ہوئے ہے، بداخلاقیوں نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے، اچھی باتیں انھیں نظر نہیں آتیں، اور کوئی بات انھیں سمجھائی جاتی ہے تو وہ اس پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، ان کی فطرت تباہ ہو چکی ہے، اچھا برا سمجھنے کی تمیز ان میں نہیں رہی ہے، اور اخلاقی زندگی بسر کرنا انھیں منظور نہیں، وہ چاہتے ہیں کہ انسانیت کے تمام قوانین توڑ کر دنیا میں بہیمیت اور درندگی کی زندگی بسر کریں، تو ان کا بدلہ یہی ہے کہ یہ قیامت کے دن خدا کی نعمتوں سے بالکل محروم رہیں گے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا، جہاں وہ اپنی بداعمالی کا مزہ چکھیں گے، اس وقت ان سے کہا جائیگا کہ یہ وہی دوزخ ہے، جس کو تم نہیں مانتے تھے، آج اس کا مزہ چکھ کر دیکھ لو کہ واقعی وہ ہے یا نہیں،

والے تھے اِن سے یہ بدمعاش مسخرہ پن کرتے تھے، اول تو خود نیکی نہ کرنا دوسرے نیکوں پر ہنسنا، اشارے کرنا، انھیں ستانا، انھیں گمراہ کہنا، غرض یہ کہ ان حق طلبوں کی پوری تحقیر اور تذلیل کرنی، اور پھر خوش وخرم باتیں بناتے ہوئے اپنے گھر جانا، یعنی ان کی حالت اس قدر بگڑی ہوئی تھی کہ دل پر ان بد اخلاقیوں کا ذرا اثر نہیں، گویا ان کے نزدیک یہ کوئی بُری بات نہیں، کہ نیک لوگوں کو جب چاہا ستایا، ان پر فقرہ بازی کی، انھیں گمراہ کہدیا، حالاں کہ انھیں ان پر محافظ ونگران نہیں بنایا گیا تھا، کہ جس کے پیچھے پڑے رہیں، تو ان کفار کے اس جُرم کی سزا یہ ہوگی کہ مومنین انھیں جہنم میں دیکھ کر ہنسیں گے، اور ان کی بُری حالت دیکھکر ان پر ملامت کریں گے، اور فرے کے ساتھ تختوں پر بیٹھ کر سیر کرتے ہوں گے،

(۳۶) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ،

کیا کافروں کو ان کے کئے کا بدلہ ملا؟

اب یہ کفار بتائیں کہ انھیں ان کے کاموں کا پورا پورا بدلہ مل چکا یا نہیں؟ کیا وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی یہ بداعمالیاں رنگ نہ لائیں گی؟ ان کے یہ جور وستم جو وہ حق پسند اور نیک لوگوں پر کیا کرتے تھے وہ یونہی بغیر سزا کے رہ جائیں گے، ؟ آج وہ جہنم کی سیر کریں، اور جو کچھ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے دنیا سے بھیجا ہے اسے چکھیں، اور دیکھیں کہ کیسا برابر برابر ٹھیک ذرہ ذرہ کا بدلہ ملا ہے،

ممکن راحت و لطف کا سامان وہاں موجود ہوگا، تو لوگوں کو چاہئے، کہ ان نعمتوں کی طرف جھپٹیں، اور وہ اعمال و اخلاق اپنے اندر پیدا کریں جن کا نتیجہ ان نعمتوں کی صورت میں وہاں ملے، اور بداخلاقی سے بچے رہیں، جس کا انجام دوزخ کی آگ اور دردناک تکلیفوں کے سوا اور کچھ نہیں،

(۲۹) اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ

جن لوگوں نے گناہ کیا ہے وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے،

اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ (۳۰) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ

اور جب وہ ان کی طرف سے گذرتے تھے تو یا آنکھ

(۳۱) وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فٰكِهِیْنَ

مٹکاتے تھے، اور جب یہ اپنے لوگوں میں جاتے تھے تو باتیں بناتے ہوئے جاتے تھے

(۳۲) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

اور جب یہ مومنین کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہی لوگ

لَضَآلُّوْنَ (۳۳) وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ

گمراہ ہیں، حالانکہ یہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے

(۳۴) فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ

تو آج وہی ایمان لانے والے ان کافروں پر ہنسیں گے،

(۳۵) عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ

تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے،

شریروں اور بدمعاشوں کی ایک تو یہ شرارت تھی کہ خود برے اخلاق میں مبتلا تھے، اچھی باتوں کو اپنی ہٹ دھرمی سے تسلیم نہیں کرتے تھے، دوسری شرارت اس سے بڑھ کر یہ تھی کہ بھولے لوگ اچھے اور نیک اخلاق

آسمان کے متعلق چند لفظ

ان آیتون مین اور اس طرح کی اور بہت سی آیتون مین جہان آسمان کے پھٹ جانے، چر جانے، لپیٹ دئے جانے، اس کے ٹکڑے کرنے وغیرہ کا ذکر ہے، وہان اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ موجودہ نظام شمسی ٹوٹ جائے گا، اور جس حالت مین دنیا اب ہے وہ انتظام درہم برہم کر دیا جائیگا ان آیتون سے آسمان کا کوئی ایسا سخت جسم ہونا ثابت نہین ہوتا، جیسا کہ یونانی فلسفہ مین ہے، اور عام طور پر جا و بیجا آیتون کو کھینچ تان کر اس یونانی ہیئت پر چسپان کر دئے جانے کی کوشش کی جاتی ہے، یونانی نو آسمان مانتے ہین، اور قرآن مین سات کا لفظ ہے، تو اب قرآن کی اس کمی پورا کرنے کے لئے عرش و کرسی بھی آسمانون کے نام رکھ دئے گئے ہین، حالانکہ اب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یونانیون کا خیال ہی غلط تھا، انہون نے آسمانون کو دیکھا تو تھا ہی نہین، محض اپنے قیاسات لڑا کر نو آسمان بنا لئے تھے، اب آلات کام مین لائے جاتے ہین ان سے نظر آتا ہے کہ مشتری کے گرد چار چاند، اور زحل کے گرد سات چاند ہین، جو اپنے اپنے سیارے یعنی مشتری اور زحل کے گرد پھرتے ہین، تو اگر آسمان ایسے ٹھوس جسم کے ہوتے، جیسا یونانی فلسفہ مین ہے، تو ان چاندون کا مشتری اور زحل کے گرد چکر لگانا کس طرح ہوتا، غرض یہ کہ قرآن نہ یونانی فلسفہ پڑھانے آیا تھا نہ ہیئت کے مسائل کو بیان کرنا اس کا مقصد تھا، وہ انسانیت کے اعلیٰ اصول و اخلاق کی تعلیم دینے آیا تھا، اور یہی اس نے کیا، خود محققین مفسرین مین آسمان کے متعلق مختلف رائین ہین، اور ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ آسمان کوئی سخت

سورۃ انشقاق

مکی - ۲۵ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (۲) وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے رب کا حکم مان لے گا

وَحُقَّتْ (۳) وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ (۴) وَأَلْقَتْ

اور یہی اس کو شایان ہے، اور جب زمین پھیلا دی جائے گی، اور جو کچھ اس کے

مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ (۵) وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ،

اندر ہے سب نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائیگی، اور اپنے رب کا حکم مان لے گی

اور یہی اس کو شایان ہے،

جب قیامت آئے گی اور آسمان اور سیارات ان سب کا یہ موجودہ نظام ٹوٹ جائے گا، قیامت کے ہولناک زلزلے سے زمین پھٹ کر پھیل جائے گی، اور تہ و بالا ہو جائے گی، اندر کی تمام چیزیں باہر نکل آئیں گی، اور خدائے ذوالجلال کے فرمان کے آگے سارا عالم سرِ تسلیم خم کر دے گا کیونکہ ہر مخلوق کا فرض ہے کہ اپنے رب کے حکم کے آگے سر رکھ دے، اس دن جزا و سزا کا وقت آ جائے گا، اور لوگوں سے ان کے اعمال کا مواخذہ ہوگا،

چلتے ہین، جس طرح مچھلی پانی مین چلتی ہے،	تَکُوْنُ جَارِیَۃً فِیْھَا کَمَا تَسْبَحُ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ،

ان مختلف اقوال اور خود امام رازی کی رائے سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ قرآن مین جو آسمان کا ذکر ہے وہ یونانی فلسفہ کے آسمان کی طرح سخت جسم یا متحرک نہین، باقی یہ کہ وہ پانی ہین یا بخارات ہین، یعنی ایک لطیف اور سیال اجسام ہین جو کواکب کی حرکت کو مانع نہین۔ تو اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہین، باقی جو بات آنکھ کے دیکھنے کے خلاف ہو اس کو خواہ مخواہ قرآن کے سر تھوپنا عقل سے دور ہے، نہ اس کو کوئی ایسا انسان جو عقل رکھتا ہے کبھی تسلیم کرسکتا ہے، باقی قرآن مین آسمان کی نسبت جو پھٹنے، ٹکڑے ہو جانے، وغیرہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین، وہ ایسے ہی ہین جس طرح خدا کے متعلق ہاتھ کا عرش پر چڑھ جانے کا، یا حدیثون مین خدا کے متعلق ہنسنے کا لفظ بولا گیا ہے، مان ان الفاظ سے یہی باتین حقیقۃً مراد نہین بلکہ ہاتھ سے ہاتھ کی صفت قدرت، عرش سے حکومت، ہنسنے سے خوش ہونا، مراد ہے، اسی طرح آسمان کے پھٹ جانے، ٹوٹ جانے، چر جانے، وغیرہ الفاظ سے اس موجودہ نظام کا فنا ہونا مراد ہے، کیونکہ یہی نیلی نیلی چیز جس کو سب لوگ آسمان سمجھتے ہین، ایک مجسم چیز اور چھت کے مانند دکھائی دیتی ہے، عرب اوّل جو قرآن کے اول مخاطب ہین وہ بھی تمام دنیا کی طرح اسی نیلی نظر آنے والی چیز کو آسمان سمجھتے تھے، اور اسی کو پھٹنے اور چرنے کے قابل بھی خیال کرتے تھے، چنانچہ ہم آج بھی اپنے محاورے مین بولتے ہین کہ فلان شخص پر آسمان ٹوٹ پڑا، تو اس کے یہ معنی نہین کہ واقعی اس آسمان کا ٹکڑا اس کے سر پر گرا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو نتیجہ آسمان کا ٹکڑا گرنے کی حالت مین ہوتا ہے وہ نتیجہ پیش آیا، یعنی وہ تباہ ہوگیا، قرآن مجید مین جو ٹھیک عرب اول کے

جسم نہین، امام رازی کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ، کی تفسیر کے ذیل مین یہ فرماتے ہین،

بعضون کا قول ہے کہ آسمان کا	قَالَ بَعْضُهُمُ الْفَلَكُ لَيْسَ
کوئی جسم نہین، بلکہ وہ ستارون	بِجِسْمٍ وَاِنَّمَا هُوَ مَدَارُ هٰذِهِ
کے چکر کا راستہ ہی ضحاک کا	النُّجُوْمِ وَهُوَ قَوْلُ الضَّحَّاكِ
یہی قول ہی، اکثر لوگ یہ کہتے ہین	وَقَالَ الْاَكْثَرُوْنَ هِيَ اَجْسَامٌ
کہ ان کا جسم ہے اور ستارے ان پر	تَدُوْرُ النُّجُوْمُ عَلَيْهَا وَهٰذَا
پھرتے ہین، (جیسے گیند کے اوپر	اَقْرَبُ اِلٰى ظَاهِرِ الْقُرْاٰنِ
چیونٹی پھرے) قرآن کے ظاہری	ثُمَّ اخْتَلَفُوْا فِيْ كَيْفِيَّتِهٖ
الفاظ سے یہ قول چسپان ہے پھر ان	فَقَالَ بَعْضُهُمُ الْفَلَكُ مَوْجٌ
عالمون کا اس امر مین اختلاف ہی	مَكْفُوْفٌ تَجْرِي الشَّمْسُ وَ
کہ وہ جسم آخر کس طرح کا ہی، بعض	الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ فِيْهِ وَقَالَ
کہتے ہین کہ آسمان پانی کا بلبلہ ہے	الْكَلْبِيُّ مَاءٌ مَجْمُوْعٌ تَجْرِيْ
سورج چاند اور ستارے اس مین	فِيْهِ الْكَوَاكِبُ،
پھرتے ہین، کلبی کا یہ قول ہی کہ	❊ ❊ ❊
پانی جمع ہوگیا ہے، اس مین ستارے	❊ ❊ ❊
بہتے ہین،	❊ ❊ ❊

پھر اس کے بعد بھی امام صاحب لکھتے ہین،

پر قرآن کے لفظون سے یہ معلوم	وَالَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ لَفْظُ
ہوتا ہے کہ آسمان تو ٹھیرے	الْقُرْاٰنِ اَنْ تَكُوْنَ
ہوئے ہین اور ستارے اس مین	الْاَفْلَاكُ وَاقِفَةً وَالْكَوَاكِبُ

اور ایک ناآشنا بات انکے کانون	ناآشنا بہ گوش ایشان رسد
مین پڑتی جس سے ان کے ذہن	وفہم ایشان را مشوش سازد
تشویش مین پڑجاتے،	

پھر ایک جگہ فرماتے ہین، اور خوب فرماتے ہین،

عرب اول کا جاننا معیار ہے ہمارے	اعتبار دانستن عرب اول ست نہ
زمانہ کے بال کی کھال نکالنے والون	مو شگافان زمان ما را کہ مو شگافی
کا نہین، کیونکہ ہر بات مین مو شگافی	بیجا دانند عضال کہ محکم را متشابہ
ایک ایسا سخت مرض ہے کہ یہ	می سازند و معلوم را مجہول،
لوگ محکم کو متشابہ اور معلوم کو	
مجہول بنا دیتے ہین،	

گو اصل بحث سے مین دور ہوگیا، مگر یہ مسئلہ ایسا نہ تھا کہ بغیر سمجھے کہے اُسے چھوڑ دیا جائے، اب مین اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔

(۶) يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

اے انسان! تو (اسی طرح) گھسٹ گھسٹ کر اپنے رب کی طرف جا رہا ہے

كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ،

تو اس رب سے ضرور ملے گا،

قیامت کے چند واقعات کا تذکرہ کرکے انسان کو دنیا کے فنا ہوجانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، کہ یہ دنیا اور یہ زندگی اور یہ سارا انتظام جو نظر آرہا ہے، ایک دن فنا ہوجائے گا، اور بالآخر انسان کو خدا کے یہان جانا پڑے گا، اگر زندگی یون ہی بالفرض ختم ہوجاتی تو فکر نہ تھی، مگر جب موت کے بعد آئندہ زندگی بھی ہے اور وہ بھی اس طرح پر کہ خدا کے آگے جانا ہے

محاورہ مین اُترا ہے ان ہی کے محاورہ کے موافق وہ الفاظ بولے گئے ہین اور مقصود اس سے صرف اس نظام کا فنا ہونا ہے، اسی کو کنایہ کہتے ہین، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر مین فرماتے ہین

کنایہ اسے کہتے ہین کہ کوئی حکم ثابت	کنایت آنست کہ حکمے اثبات
کیا جائے، مگر اس کے حقیقی معنی	کنند و قصد نہ ثبوت عین آن باشد
نہ مقصود ہون بلکہ مقصد یہ ہو کہ	بلکہ قصد آنست کہ انتقال کند
مخاطب اسے سنکر اس بات کو سمجھ لے	ذہن مخاطب بلازم آن بلزوم عقلی
جو عقلاً یا عادۃً اس کے لئے لازم ہے	یا عادی چنانچہ از کثیر الرماد معنی کثرت
جس طرح کثیر الرماد سے خوب مہمانداری	ضیافت واز ید اء مبسوط تان
اور "خدا کے دونون ہاتھ کھلے ہوئے ہین"	معنی سخاوت ادراک می شود،
اس آیت سے سخاوت کے معنے مراد ہین،	

* * * * *

قرآن کا مقصد تھا کہ لوگون کو اچھے اخلاق کی طرف متوجہ کرے اور ان کو جزا و سزا کا زمانہ یاد دلاکر بداخلاقیون سے بچائے، اسی لئے اس نظام کے فنا ہونے کے واقعات کو ایسے پیرایہ مین بیان کرتا ہے، جس سے لوگ آسانی سے سمجھ سکین اگر وہ ہیئت کے مسائل کے پیرایہ مین ایسی باتین بیان کرتا جس سے لوگون کے کان نا آشنا تھے، تو اول تو وہ اصل مقصد سے دور ہو جاتا، دوسرے یہ کہ مخاطب اس قسم کے نئے خیالات سُن کر گھبرا اُٹھتے، اور پھر اسی جھگڑے مین پڑ جاتے، اور اصل مقصد فوت ہو جاتا، چنانچہ حضرت شاہ صاحب قرآن کے اسلوب بیان کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب مین فرماتے ہین،

تو اگر ان کے طور کے خلاف کوئی	پس اگر بر خلاف طور ایشان گفتہ
بات کہی جاتی تو حیرت مین پڑ جاتے	شود بحیرت درماندہ چیزے

یہ بُرون کا انجام ہوگا، انھین عمل نامہ پیچھے سے ذلت وحقارت کے ساتھ ملے گا، اور انجام کار دہکتی ہوئی آگ مین انھین جانا پڑے گا، جو ان کے بُرے عملون کا نتیجہ ہے،

جزا سزا پر خدا کے علم کی شہادت

(۱۳) اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (۱۴) اِنَّهٗ

وہ تو اپنے لوگون مین خوش خوش تھا، وہ

ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ (۱۵) بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ

اس گمان مین تھا کہ وہ (مرکر) پھر نہین لوٹے گا، کیون نہین! اس کا

كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا،

اب اس (کے سارے کامون) کو دیکھتا تھا،

وہ دنیا کے اندر اس خیال مین مست تھا کہ مرنے کے بعد پھر کچھ نہین، یہ آئندہ زندگی اور آخرت اور جزا سزا غلط خیال ہے، اور اسی خیال نے اسے بدکاریون اور بداخلاقیون پر آمادہ کیا، مگر یہ خیال درحقیقت ایک دھوکا ہے جس مین انسان پڑا ہوا ہے، اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا جب اس کے ہر کام کو دیکھتا ہے اور اس کا ہر کھلا اور چھپا عمل اس پر ظاہر ہے، تو پھر ان نیک و بُرے اعمال کو دیکھکر دونون کا ایک انجام کس طرح پسند کرسکتا ہے، خدا کا علم خود اس بات پر دلیل ہے کہ جزا و سزا ضروری ہے، یہ کبھی نہین ہوسکتا کہ خدا ظالم و بدکار کو دیکھے، اور سزا نہ دے، یا نیکون اور اچھے کام کرنے والون کو اس کی جزا نہ دے،

تو پھر کیا ہو گیا ہے جو انسان اپنے انجام پر غور نہیں کرتا؟ اور بے پروائی کے ساتھ یہ قیمتی گھنٹے جو اس زندگی میں ملے ہیں، بالکل ضائع کر رہا ہے، اسے چاہئے کہ اس تھوڑے سے وقت میں ایسے کام کرے کہ آئندہ کامیابی ہو، اور وہاں راحت پائے، کیونکہ اچھا بدلہ اور نعمتیں اور پھر ایک انسان کی راحت کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین سامان وہاں اسی کے لئے ہیں، جو دنیا میں اپنے فرائض پورے کرے، اور اخلاقی زندگی بسر کرے،

(۷) فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ (۸) فَسَوْفَ

تو جسے اس کا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا حساب

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا (۹) وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ

آسانی سے لیا جائے گا، اور وہ خوش خوش اپنے لوگوں

أَهْلِهِ مَسْرُورًا،

میں پھر آئے گا،

اس دن اچھے لوگوں کا حساب نہایت آسان ہوگا، کیونکہ ان کے اعمال نیک ہوں گے، اور وہ خوش خوش حساب دے کر اپنے لوگوں میں واپس جائیں گے، اور ان کے لئے نہایت اچھا بدلہ ہے،

(۱۰) وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ

اور جسے اس کا عمل نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا

(۱۱) فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا (۱۲) وَيَصْلَىٰ

وہ تباہی کو پکارے گا، اور دہکتی ہوئی آگ میں

سَعِيرًا،

داخل ہوگا،

تاریک نظر آتا ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آفتاب بالکل فنا ہوگیا، چاند ایک زمانہ میں پورا منور ہوجاتا ہے، اور رفتہ رفتہ اس کی روشنی کم ہوتی ہے، یہاں تک وہ بالکل نظر نہیں آتا، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ معدوم ہوگیا، آفتاب پھر نکلتا ہے اور چاند پھر نظر آنے لگتا ہے، تو ان مناظر قدرت کے تدریجی ارتقا اور تغیر احوال کو دیکھ کر یہ سمجھ میں آتا ہے، کہ کوئی چیز تبدل و تغیر سے معدوم نہیں ہوجاتی نیز یہ کہ ارتقا کا سلسلہ تمام دنیا کے اندر تدریجی ہے، تو پھر ایک انسانی ہستی جو دنیا کی تمام موجودات سے اعلیٰ ترین ہستی ہے کیونکر بالکل معدوم ہوجاسکتی ہے، یہ مرنے کے تغیرات اُسے معدوم نہیں کرتے، بلکہ یہ تغیر و تبدل اس لئے ہے کہ اس کے بعد وہ اس سے آئندہ مقام میں پہونچے،

(۲۰) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۱) وَإِذَا قُرِئَ

تو ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے، اور ان پر قرآن پڑھا

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (۲۲) بَلِ الَّذِينَ

جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے، بلکہ جو لوگ کفر

كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ (۲۳) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

کرتے ہیں وہ اسے جھٹلاتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے

يُوعُونَ (۲۴) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

دل میں ہے، تو ان سب کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادے

جب ایسے ایسے سینکڑوں دلائل اور نشانیاں آئندہ زندگی کے ضروری ہونے پر صاف صاف شاہد ہیں، تو پھر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو ایسی حق بات نہیں مانتے، انھیں تو چاہئے کہ یہ سچی تعلیم دل سے مان لیں، اور

آئندہ زندگی پر مناظر فطرت کی شہادت

(۱۶) فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۷) وَالَّيْلِ وَمَا

تو نہیں، مجھے قسم ہے شفق کی، اور رات کی اور ان تمام حالتوں کی

وَسَقَ (۱۸) وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (۱۹) لَتَرْكَبُنَّ

جو رات میں مجتمع ہیں، اور چاند کی جب وہ پورا ہو کہ تم ضرور ایک حالت سے

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ،

دوسری حالت میں چڑھتے چلو گے،

انسان یہ نہ سمجھے کہ اس کی زندگی مرنے کے بعد ختم ہو گئی، ہرگز نہیں، جب وہ ابتدا سے ترقی کرتا ہوا چلا آرہا ہے، تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب یہ اعلیٰ ہستی مرنے کے بعد فنا ہو جائے، بلکہ مناظر فطرت کا تدریجی ارتقا، ایک حالت سے منتقل ہو کر دوسری حالت میں آنا، صاف بتا رہا ہے کہ انسانی ہستی بھی اسی طرح ترقی کرتے کرتے ایک دوسرے مقام پر پہونچے گی، اور اگر اس زندگی کو انتہائی مان لیا جائے، تو لازم آئے گا کہ اعلیٰ انسانی ہستی جو ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچ چکی ہے، یوں ہی فنا ہو گئی، شفق پر غور کرو، جو آفتاب کے غروب ہونے اور رات کے شروع ہونے کا وقت ہے، تو رات کی سیاہی کس طرح آہستہ آہستہ بڑھتی آتی ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے پوری رات ہو جاتی ہے، اسی طرح چاند کو دیکھو کہ وہ کس طرح تدریجی طریقہ سے بڑھتے بڑھتے پورا ہوتا ہے، تو شفق کے وقت جو آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور روشنی جاتی رہتی ہے، سارا عالم تیرہ و

سورۂ بروج

مکی — ۲۲ آیتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (۲) وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ

برج والے آسمان کی قسم اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ ہے

(۳) وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ (۴) قُتِلَ أَصْحَابُ

اور حاضر ہونے والے اور جس کے پاس حاضر ہوئے، ان کی قسم کہ خندق

الْأُخْدُودِ (۵) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ،

والے غارت ہوئے، جو کہ ایندھن والے آگ کی تھی،

مسلمانوں کی کمزور جماعت کو جو ایذا کفار مکہ پہونچاتے تھے، تعلیم حق کو مغلوب و ناکام رکھنا چاہتے تھے، خدا پرستی کی آواز کو مٹا دینے کے لئے ممکن سے ممکن کوشش میں لگے رہتے تھے، اس سورت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ ایسے لوگ فلاح نہیں پاتے، بلکہ ناکام و تباہ ہوجاتے ہیں، حق پرستوں کو اگر کوئی ذلیل کرنا چاہے تو اس کی مکافات ٹل نہیں سکتی، چاہے اس میں دیر ہو، مگر بدلہ ضرور ملے گا، خدا پرست کبھی دبائے جائیں، اور دبانے والے پاداش سے بچ جائیں یہ ناممکن ہے، حق کبھی کسی حالت میں مغلوب نہیں ہوسکتا، مسلمان جو ابھی کمزور ہیں، مظلوم ہیں، اطمینان و تسلی رکھیں کہ خدا انھیں ضائع نہ کرے گا، ظالمین یوں ہی نہ چھوڑے جائیں گے، خدا کا یہی مستمرہ قاعدہ ہے،

جب قرآن انھیں سنایا جائے جو ان اعلیٰ حقیقتوں کو نہایت مضبوط دلیلوں سے کھول کھول کر بتاتا ہے تو اس کے آگے سر رکھدیں مگر سر رکھنا تو درکنار ان کی ہٹ دھرمی، اور ان کا تمرد اس درجہ کا ہے کہ وہ ان باتوں کو مانتے بھی نہیں تو وہ سمجھ لیں کہ اس میں ان کا ہی نقصان ہے، خدا ان کے سارے بھید اور سارے اعمال وافعال کی خبر رکھتا ہے، جب روز جزا آئے گا، اس دن ان کے اعمال دردناک عذاب کی صورت میں انھیں آگھیریں گے،

(۲۵) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ

مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے ایسا

أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ،

اجر ہے جو منقطع نہیں ہوگا،

مگر جو لوگ اب بھی راہ راست پر آجائیں، اور سچی تعلیم مان لیں، پھر اس پر عمل کریں، اور اخلاقی زندگی بسر کریں، اپنے فرائض کو محسوس کرکے پورا کریں، وہ کامیاب ہوں گے، اور ان کاموں کے بدلے میں انھیں اچھی سے اچھی جزا ملیگی، جو ہمیشہ کے لئے ہوگی،

وہ ضرور تباہ و برباد ہوئی ہے،

پھر یہ کہ انسان کی ایک اعلیٰ جماعت یعنی تمام پیغمبرون کا یہ فیصلہ ہے، کہ ایک یوم موعود آنے والا ہے، جو جزا و سزا کے لئے مقرر ہے،

پھر شاہد و مشہود، یعنی جن لوگون نے اپنے سامنے ان مظلومون کو جلایا، خود ان دونون کا ظالم و مظلوم ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ ان ظالمون کو سزا ملنی چاہئے، جب خود ان کا یہ فیصلہ ہوا کہ انسان سزا مین جلا دیا جا سکتا ہے تو وہ خود بتائین کہ خود ان کے اس بڑے جرم کی کیا سزا ہونی چاہئے اگر کسی بڑی عدالت مین وہ پیش ہون تو خود ان کی تسلیم کردہ سزا ان کو ملنی چاہئے یا نہین ؟ لہذا اول خود ان ظالمون کے فیصلہ کے مطابق جو ایک ظاہر اور محسوس شہادت ہے، دوسرے انسان کی ایک اعلیٰ اخلاقی برگزیدہ جماعت یعنی انبیا کے فیصلے کے مطابق، تیسرے زمانہ کے تاریخی واقعات کے مطابق، ان ظالمون کو ضرور سزا ملے گی، اب آئندہ آیتون مین انھین تین شہادتون کی تفصیل ہے،

(۱) خود ظالم مظلوم کی محسوس شہادت

(۶) إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ (۷) وَهُمْ عَلَىٰ مَا

جب وہ خود خندق پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مومنین

يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ (۸) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ

کے ساتھ کر رہے تھے، اس پر خود شاہد تھے، اور یہ لوگ محض اس بات

إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۹) الَّذِي

پر ان سے بگڑے کہ وہ لوگ خدائے زبردست اور ستاوار حمد پر ایمان لائے، وہ

چنانچہ ایک تاریخی واقعہ کا اس سورت مین ذکر کیا گیا ہے، کہ ایک بت پرست
قوم کے اندر کچھ لوگ خدا پرست تھے، جنھین ان ظالمون نے شرک پر مجبور
کیا، اور جب خدا کے اُن سچے بندون نے شرک نہ کیا، تو ان مشرکین نے
ان کو خندقون کے اندر آگ مین جلا دیا، انھین کے متعلق خدا نے کہا ہے، کہ
ہلاک کئے جائین، اور غارت ہون خندق والے، جنھون نے مومنین کو
خندقون مین ڈال کر جلا دیا، یعنی ان کو ضرور اس کی سزا دی جائے گی
اور ان کا انجام آئندہ زندگی مین تباہی اور ہلاکت کے سوا اور کچھ نہین،
کیونکہ جزا و سزا ضروری ہے جس پر یہ تین شہادتین پیش کی گئی ہین،

قسم ہے برج والے آسمان کی، ستارون کی رفتار اور ان کے
مقامات سمجھنے کے لئے آسمان کے بارہ حصے فرض کئے گئے ہین، اور ہر حصہ
مین جو ستارے واقع ہین، وہ برج کہلاتے ہین، اسی لئے اہل ہیئت ان
ستارون کے مجتمع ہونے سے جو شکل پیدا ہوتی ہے وہی اس برج کا نام
رکھ دیتے ہین، مثلاً جہان ستارون کے اجتماع سے بیل کی شکل یا بچھو وغیرہ
کی شکل پیدا ہوئی ہے اس برج کا نام برج ثور یا برج عقرب رکھا گیا ہے،
تو یہان برج کا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیارون کی گردش کی
طرف اشارہ ہے، کیونکہ یہ مختلف بروج سیارون کی حرکت کے راستہ
مین پڑتے ہین اسی رفتار سے دن رات پیدا ہوتی ہے، اور اسی کا نام
زمانہ ہے، تو پہلی شہادت گردش زمانہ کی ہے، زمانہ پر نظر کی جائے تو معلوم
ہو جائے گا کہ ظلم اور زیادتی کرنے والی قوم کبھی فلاح نہین پاتی، پرانے
زمانے کی قومون کی حالات کو دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ جس قوم
نے خدا کی مخلوق کو ستایا ہے، ظلم و ستم کے ہاتھ کمزورون پر پھیلائے ہین،

(۲) انسان کی اعلیٰ جماعت (پیغمبروں) کے عام فیصلے کی شہادت

کہ

ایک زمانہ جزا و سزا کیلئے آنے والا ہے،

(۱۰) اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اپنے دین

ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے

عَذَابُ الْحَرِیْقِ (۱۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ

اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جنتیں ہیں، کہ ان کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ (۱۲) اِنَّ

سے نہریں چلتی ہوں گی، یہی تو بڑی کامیابی ہے، ان

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ (۱۳) اِنَّهٗ هُوَ

تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی بار پیدا

یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ (۱۴) وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ

کرتا ہے اور دوبارہ بھی پیدا کریگا، وہی بخشنے والا (محبت کرنیوالا

(۱۵) ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (۱۶) فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ،

عرش کا مالک اور گرامی قدر ہے، جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے،

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

خدا کہ آسمان و زمین کی حکومت اسی کی ہے اور اللہ ہر بات

شَیْءٍ شَهِیْدٌ،

سے واقف ہے،

یہ پہلی شہادت ہو کہ ان لوگوں نے بیٹھ کر خود اپنے سامنے ان حق پرستوں کو جلایا اور اپنے اس ظلم پر خود گواہ بنے رہے، اور یہ ظلم و ستم محض اس جرم پر کہ وہ غریب، خدائے قادر و قابل ستایش کو مانتے تھے جس کی بادشاہت تمام عالم کو محیط ہے، اور جس کے آگے سر جھکانا ہر ہستی کا فرض ہے، انھیں یہ بھی خیال نہ ہوا کہ جس خدا کے سچے بندوں پر یہ ظلم کر رہے ہیں، اس کی قدرت اور اس کی حکومت سے یہ کبھی بھاگ نہیں سکتے اور اس کے علم محیط سے، ان کی زندگی کے کوئی حرکت و سکون مخفی نہیں، تو کیا جس ایمان اور حق پسندی پر ان لوگوں نے اُن غریبوں کو جلایا وہ جرم تھا؟ نہیں! انھوں نے جان بوجھ کر بے جرم ان پر ظلم کیا؟ ان ظالموں کے پاس کوئی وجہ ان لوگوں کی سزا دینے کی نہ تھی، وہ خود شاہد ہیں کہ محض خدا کو ماننے پر انھوں نے ان کو ہلاک کیا، جو کہ از روے عقل و فطرت ہر انسان پر فرض ہے، اس لئے یہ ایسے جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سخت سے سخت، اور ممکن سے ممکن سزا انھیں ملنی چاہئے، خود ان کے اقرار کی وجہ سے خود ان کی شہادت کی وجہ سے، کیونکہ یہ اقراری ملزم ہیں، جو کسی طرح سزا سے نہیں چھوٹ سکتے،

(۳) تاریخی واقعات کی شہادت

(۱۷) هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ (۱۸)

کیا تیرے پاس لشکروں کا قصہ پہونچا ہے، یعنی

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ،

فرعون کی اور ثمود کی،

کیا تمنے فرعون اور ثمود کے واقعات نہیں سنے؟ فرعون نے بنی اسرائیل کی ضعیف و کمزور قوم پر ظلم کیا، موسیٰ (علیہ السلام) اسے سمجھانے آئے، ان بُرے اعمال سے اسے روکنا چاہا، خدا کے عذاب سے ڈرایا، خدا کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی، راہ حق کی طرف بلایا، بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کے لئے کہا، مگر فرعون نے نہ مانا، اور خود خدا بن بیٹھا، تو پھر دیکھ لو کہ اس کا کیا انجام ہوا، اور اس کی وہ ساری قوتیں جن کے بل پر وہ خدائی کا دعوے کرتا تھا، کیا ہوگئیں، چشم زدن میں سب کا سب تباہ و برباد ہوگیا آج اس فرعون کی لاش مصر میں رکھی ہے جسے دیکھ کر آنکھ رکھنے والے، اور دل رکھنے والے، اور دل کے اندر خدا کا ڈر رکھنے والے آج بھی عبرت حاصل کرتے ہیں، اَلْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (آج ہم تیرے بدن کو نجات دیتے ہیں تاکہ اپنے بعد کے لوگوں کے لئے تو ایک نشانی ہو) فرعون کے واقعات دیکھ کر پھر خود اپنے ملک عرب میں آؤ، یہاں بھی بہت سی قومیں گذری ہیں جو بداخلاقی، ظلم و ستم اور خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کردی گئی ہیں، انھیں قوموں میں ثمود بھی ہے، جس کا افسانہ عرب کے بچے بچے

کچھ ان ظالموں ہی پر موقوف نہیں، یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو لوگ اچھوں پر ظلم کرتے ہیں، اہل حق کو ستاتے ہیں، انھیں حق سے پھیر دینے کی کوشش کرتے ہیں، انھیں سخت عذاب ہوگا، یہ اہل مکہ جو ان کمزور مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں، یہ مطمئن نہ ہو بیٹھیں، ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر انہی اس حرکت سے یہ باز نہ آئے تو تباہ و برباد ہوں گے، اور آئندہ زندگی میں انھیں سخت سے سخت دردناک عذاب بھگتنا پڑے گا، اور جن کمزوروں، جن خدا کے سچے بندوں کو یہ اب ستاتے ہیں، انھیں ان کے مقابلے میں اعلیٰ درجہ کی راحت و آرام کا ٹھکانہ ملے گا، ان کو چاہئے کہ اپنے اور اپنے انجام پر غور کریں، اگر اپنی بھلائی منظور ہے تو ان ناپاک ظالمانہ کارروائیوں سے باز آئیں، اور آئندہ کے لئے توبہ کرلیں، اور امر حق کو مان کر انھیں کی طرح نیک بنیں، تو وہ خدا جو خطاؤں کا معاف کرنے والا، اور اپنے اچھے بندوں سے محبت کرنے والا ہے ان کے گذشتہ گناہوں کو معاف کردے گا، اور پھر ان کا انجام بھی نہایت اچھا ہوگا، اگر اس قدر سمجھانے کے بعد بھی یہ باز نہ آئیں اور ان نیکوں پر حملے کئے جائیں تو ان کو متنبہ ہو جانا چاہئے کہ وہ خدا جو تمام دنیا کا مالک اور بادشاہ ہے، وہ خدا جس کی قدرت کاملہ ایسی ہے کہ وہ جو چاہتا کر سکتا ہے اور کرتا ہے، اس کی پکڑ بھی نہایت سخت ہے، جس طرح نیکوں کو وہ پیار کرتا ہے اور اچھی جزا دیتا ہے، بدوں کو وہ اسی طرح مبغوض رکھتا ہے، اور سزائیں دیتا ہے، تو تم یہ نہ سمجھو کہ اس زندگی میں عذاب نہ ملا تو بچ گئے، ہرگز نہیں، جس خدا نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، وہ تمہیں مرنے کے بعد بھی پیدا کریگا اور پھر تمہیں پوری پوری سزا دے گا،

یہ بداخلاق جماعت جس کا مقصد یہ ہے کہ قانون اخلاق اور قانون انسانیت کو توڑ کر بہیمیت اور درندگی کی زندگی بسر کرے، اگر یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے تو مسلمان اس سے دل شکستہ نہ ہوں، ان کے نہ ماننے سے قرآن کا کوئی نقصان نہیں بے شک وہ خدا کا فرمان ہے، وہ ایک مبارک اور قابل عزت کتاب ہے، اس کو دنیا کی کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی، اسکی تعلیم پھیلے گی، اور ضرور پھیلے گی، اس کی آواز تمام دنیا میں بلند ہوگی، اور ضرور بلند ہوگی، وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جو ہر طرح کے تغیر و تبدل سے مامون ہے، اس لئے مسلمانوں کو کفار کی اس مخالفت و عداوت سے ناامیدی نہ ہونی چاہئے، آخر میں حق ہی کا غلبہ ہوگا، اور اسی کی فتح ہوگی،

جانتے ہین، قوم عاد کے بعد خدا نے ان لوگون کو دنیا مین بڑی نعمتین، مال و دولت، اور ملک و حکومت دی، مگر خدا کے شکر کے عوض وہ خدا سے انکار کر بیٹھے، ایک خدا کا برگزیدہ بندہ صالح انھین سمجھانے کے لئے اٹھا، اس نے خدا کی نعمتین انھین یاد دلائین، بداخلاقیون کو چھوڑ دینے کی تاکید کی، اور کمزورون پر ظلم و ستم کرنے، زمین پر فساد پھیلانے سے انھین روکا، ان لوگون نے نہ مانا، اور خدا کی باتون کی کچھ پروانہ کی، یہان تک کہ ان کی اونٹنی کو مار ڈالا، اور خود ان کے مار ڈالنے پر تیار ہو گئے، تو اس بداخلاقی کا یہ انجام ہوا کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دئے گئے، اور نہایت سخت عذاب مین گرفتار ہوئے،

(۱۹) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ (۲۰) وَّ

مگر کافر جھٹلانے مین لگے ہین، حالانکہ خدا ان کو

اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيطٌ،

ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے،

کیا یہ شہادتین اس امر کے ثابت کرنے کے کافی نہین؟ کہ ایسے ظالمین سزا سے کسی طرح بچ نہین سکتے، اور ممکن نہین کہ ایسے ایسے بڑے جرم کا عذاب ٹل جائے، مگر باوجود ان صاف شہادتون کے یہ کفار اپنے تمرد و سرکشی سے ان باتون کو نہین مانتے، قرآن کی پاکیزہ تعلیم قبول نہین کرتے، وہ یاد رکھین کہ خدا کے قبضہ سے اور اس کے محیط قدرت سے وہ کسی طرح کسی حال مین، اور کسی وقت بچ کر نکل نہین سکتے، وہ ان کے کامون کو دیکھ رہا ہے، اور پوری پوری سزا دے گا، جیسا کہ اس کی مستمر عادت ہے،

(۲۱) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ (۲۲) فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ،

مگر یہ قرآن بڑے رتبہ کا ہے، لوح محفوظ مین لکھا ہوا ہے،

ممکن سے ممکن ذرائع سے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ نہایت خوبی سے یہ چل سکیں، مگر ہمیشہ ریلوں کے ٹکرانے کے واقعات سننے میں آتے ہیں، اور عقلا کے یہ مقرر کردہ نظام کافی نہیں ہوتے، تو ذرا انصاف کی جگہ ہے کہ یہ نظام شمسی جس میں ہزارہوں، لاکھوں سیارے ہیں، ان سب کی گوناگوں مختلف حرکتیں ہوتی ہیں نہ کبھی ٹکراتے ہیں نہ کبھی اپنے مقررہ وقت سے ان کے طلوع وغروب یا حرکتوں میں دیر ہوتی ہے، نہ کبھی رات اپنے وقت سے پہلے آتی ہے، نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سال گرمی نہ آئی یا سردیوں کا موسم اپنے وقت سے پہلے آگیا، جس فصل و موسم کے لئے جو وقت مقرر ہے ہمیشہ وہی وقت رہتا ہے، لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورج سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ چاند کو پالے، اور نہ رات ہی دن کے آگے نکل جاسکتی ہے، بلکہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں)، (سورۂ یٰسین ۔۔ ۴۰) باوجودیکہ یہ سارے سیارات اس خلا کے اندر چکر لگا رہے ہیں، مگر کوئی اپنی مقررہ راہ سے نہیں ہٹتا، تو کیا یہ بڑے سے بڑا، اور اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام بغیر کسی قادر مطلق کی نگرانی اور حفاظت کے ہوسکتا ہے؟ اور کیا خود ان اجسام کے اندر ہمارے ان عقلا سے بھی زیادہ عقل ہے کہ ان کی تجویزیں تو ناکام رہ جاتی ہیں، مگر ان سیاروں کی عقل کے تجویز کردہ انتظامات غلط نہیں ہوتے، ؟ نہیں ان کے اوپر ضرور کوئی قوی ہاتھ ہے، جو اپنے ارادے اور مشیئت کے مطابق اس مکمل انتظام کے ساتھ ان سب کو چلا رہا ہے، اور ان کی نگہبانی اور نگرانی کر رہا ہے، تو کیا جب ان اجسام کی نگرانی ہوتی ہے، جو انسان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے مسخر ہیں، تو خود انسان کی اعلیٰ ہستی کی نگرانی نہیں کی جاتی، ؟ کوئی محافظ قوت اس پر مقرر نہیں؟ نہیں ضرور اس کی نگرانی ہوتی ہے، ضرور اس کے تمام حرکات و سکنات ضبط کئے جاتے ہیں،

سورۂ طارق

مکی ۔ ۱۷ آیتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (۲) وَمَآ اَدْرٰىكَ

آسمان کی قسم اور رات مین آنے والے کی قسم، اور تو کیا جانے کہ

مَا الطَّارِقُ (۳) النَّجْمُ الثَّاقِبُ (۴) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ

رات مین آنے والا کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا تارا ہے، بیشک ہر نفس پر

لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ

نگرانی موجود ہے،

اِس سورت مین یہ دکھایا گیا ہے کہ خدا کی طرف سے انسان کی نگرانی ہوتی رہتی ہے، وہ مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا، جہان اعمال کا مواخذہ ہوگا، پہلے انسان کی نگرانی کئے جانے پر مناظر قدرت سے دلیل لائی گئی ہے، اور اس کے بعد دوبارہ پیدا ہونے پر خود نفس انسان کی شہادت اور پھر مناظر فطرت کی شہادت پیش کی گئی ہے،

(۱) انسان کی نگرانی پر مناظر فطرت کی شہادت

آسمان اور چمکدار ستارون کو دیکھو، اس نظام شمسی پر نظر ڈالو، ان سیارون کی مختلف حرکتون پر غور کرو، کہ کس طرح یہ سب ایک خاص قانون کی پابندی کے ساتھ چل رہے ہین۔ دنیا کے اعلی دماغون نے ریل ایجاد کی ہے، اس کے چلانے کے لئے عمدہ سے عمدہ انتظامات کئے جاتے ہین

اپنی زندگی کے ابتدائی زمانہ پر غور کرنا چاہئے، کہ وہ کیا تھا، کہاں تھا، کس طرح بنا، اور کیونکر بڑھتے بڑھتے ایک پورا مکمل انسان ہوگیا، تو جس خدائی قوت نے ایک بے مقدار ذرہ سے اسے اتنی بڑی اور اعلیٰ ہستی دی، مرجانے کے بعد پھر انھیں ذرات سے دوبارہ نہیں اسے پیدا کرسکتا ہے؟ یقیناً جو خدا آج اس ذرے سے انسان پیدا کرتا ہے وہ آئندہ بھی اسی ذرہ سے دوبارہ انسان بنائے گا، تاکہ فیصلہ کے دن انسان کی اس زندگی کے تمام حرکات و سکنات کے نتیجے نکلیں، تمام اعمال کے موافق اچھا یا برا بدلہ دیا جائے، یہاں صرف اچھے عمل ہی کام آسکیں گے، نہ کوئی قوت وہاں کارآمد ہوگی، نہ کوئی مددگار وہاں بُرے انجام سے بچاسکے گا،

(۲) حشر ونشر پر مناظر فطرت کی شہادت

(۱۱) وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (۱۲) وَالْأَرْضِ

قسم ہے مینھ برسانے والے آسمان کی، اور قسم ہے پھٹ

ذَاتِ الصَّدْعِ (۱۳) إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (۱۴)

جانے والی زمین کی کہ بیشک یہ "(حشر ونشر)" ایک قول فیصل ہے،

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ،

اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں،

آسمان سے بارش اُترنے، اور اس کے اثر سے زمین سے نباتات اُگنے پر غور کرو کہ خدا کس طرح اپنی غیر محدود قوت سے ایک بیج کو جو زمین کے اندر

---

[1] تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۳۲، ۱۲

اس کے تمام کاموں کے ریکارڈ محفوظ رہتے ہیں اور یقیناً یہ ہستی جس کی نگرانی ہوتی ہے مرنے کے بعد ضائع اور بالکل معدوم نہیں ہوتی، جب وہ وقت آئیگا اور مواخذہ ہوگا، اس وقت اس زندگی کا نتیجہ نکلے گا۔ اور ان تمام اعمال کی جزا وسزا ضرور ملے گی،

(۱) حشر ونشر پر انسانی ہستی کی شہادت

(۵) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (۶) خُلِقَ مِنْ

تو آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ پیدا کس چیز سے کیا گیا، وہ اس پانی سے

مَّاءٍ دَافِقٍ (۷) يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ

پیدا کیا گیا ہے جو اچھل کر پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے

وَالتَّرَائِبِ (۸) اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (۹)

نکلتا ہے، بے شک وہ خدا ضرور اس کو لوٹانے پر قادر ہے

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (۱۰) فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ

جس دن چھپی باتوں کا امتحان لیا جائے گا، تو وہاں نہ تو زور ہی رہے گا،

وَّلَا نَاصِرٍ،

نہ کوئی مددگار ہوگا،

انسان کو غور کرنا چاہئے، کہ جب اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ خدا کی طرف سے محافظ فرشتے اس پر مقرر ہیں تو مرکر وہ کس طرح ضائع ہو سکتا ہے، اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسی زندگی تک سلسلہ ختم ہو جائے اور جزا وسزا کے لئے آئندہ زندگی نہ ہو، کیا وہ اس میں شک کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا، تو اس

سورۂ اعلیٰ

مکی - ۱۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (۲) الَّذِي
اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کر، جس نے بنایا
خَلَقَ فَسَوّٰى (۳) وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى (۴)
اور درست بنایا، اور جس نے اندازہ کیا پھر راہ بتائی،
وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعٰى (۵) فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوٰى
اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سوکھا گندم گون بنا دیا

وحی و الہام کی ضرورت

اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کرو، جس نے مخلوق کو پیدا کیا، اور درست اور ٹھیک بنایا، تمام اعضا اپنی اپنی جگہ پر نہایت مناسب سے دئے، وہ خدا جس نے مخلوق کی قوتوں کے انداز کے موافق اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق ہر ایک کے لئے آسانی پیدا کی، زمین کے اندر نباتات اُگانے کی قوت دی، اور پھر اس کی ضروریات کے مطابق ابر و باران فصل و موسم، بنائے انسانی نفوس کے اندر اعلیٰ کمالات کی قوت بخشی، اپنا قرب حاصل کرنے کی اہلیت عطا کی، اور پھر اس کے لئے ہدایتیں کیں، صحیح علوم نازل فرمائے، اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، وہ خدا جس نے سرسبز نباتات زمین سے

پڑی ہوئی ہے، بارش کا پانی پہونچا کر اُگاتا ہے، پھر اُسے عظیم الشان تناور درخت بنا دیتا ہے۔ پھر اس سے پھل نکلتے ہین، پھر اس کی بیج زمین پر گرتی ہے اور پھر بارش ہوتی ہے، اور وہ بیج پودے کی صورت مین زمین کو پھاڑتی ہوئی نکل آتی ہے، یہ واقعات روزانہ ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین، تو ایک سمجھدار انسان صرف نباتات کے سلسلہ پر غور کرکے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ جس خدا کی قدرت کاملہ روزانہ یہ کام کرتی رہتی ہے، وہ ضرور حشر و نشر پر قادر ہے اور اس کے لئے انسانی منتشر شدہ اجزا کو اکٹھا کرکے دوبارہ بنا دینا کوئی مشکل نہین بلکہ اس کی رحمت و عدل، اس کی حکمت و تدبیر، یہ تقاضا ہی ہے کہ ضرور ایسا ہوگا یہ کوئی بیہودہ اور غیر معقول بات نہین، یہ کچھ ہنسی ٹھٹھا نہین ہے، ایسا ہوگا، اور ضرور ہوگا،

(۱۵) اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (۱۶) وَّاَكِيدُ كَيْدًا (۱۷)

یہ لوگ تو چال چل رہے ہین، اور مین بھی چال چل رہا ہون،

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا،

تو کافرون کو مہلت دو، ان کو تھوڑے دنون کے لئے ڈھیل دئے رہو،

جزا و سزا پر، انسان کے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہونے پر، آیندہ زندگی کے یقینی ہونے پر ایسی کھلی کھلی دلیلون اور نشانیون کے ہوتے ہوئے بھی یہ منکرین اپنے چال اور گھات مین لگے ہوئے ہین کہ کسی طرح حق کی اس بلند آواز کو پست کردین تو اے پیغمبر انھین اپنی چال چلنے دو، ہم بھی اپنی تدبیرین کر رہے ہین، اس مدت مین یہ باز نہ آئین تو اپنے کئے کا انجام پالین گے،

(۱) اور ہمنے جو تیری طرف کتاب وحی کی ہے وہ حق ہے تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے، بیشک خدا اپنے بندون کی خبر رکھنے والا اور انکو دیکھنے والا ہے،

وَالَّذِیْ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (فاطر - ۳۱)

(۲) اور یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہین کہ خدا کے سوا کوئی اور اس کو اپنی طرف سے بنا لائے، بلکہ جو کتاب اس سے پہلے موجود ہے (یہ قرآن) اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کتاب کی تفصیل ہے، کوئی شک نہین کہ یہ پروردگار عالم کیطرف سے ہے،

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس - ۳۷)

(۳) ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم کے سامنے بت پرستی کی برائیان کین اور ایک خدا کی طرف لوگون کو بلایا تو وہان گفتگو کرتے ہوئے وہ کہتے ہین،

جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے ہدایت دیگا | اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ (شعراء)

یعنی جب وہ خدا پیدا کرنے والا ہے، پرورش کرنے والا ہے، اور تم اُس کے بندے ہو، اور تمہاری تمام ضروریات سے وہ آگاہ ہے، اور انھین پوری کرتا رہتا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمہاری زندگی بے فائدہ اور بغیر ضائع ہونے دے، اور جس اعلیٰ کمال کی استعداد تم مین رکھی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے روحانی غذا کا انتظام نہ کرے، جس طرح زمین مین اگانے کی قوت دی گئی ہے، اور بڑے سے بڑا نفع زمین کا جو ہمارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس سے اپنی غذا نکالتے ہین، اگر کاشتکار نہوں جو زمین کی اس قوت کو کام مین لائین تو زمین کی یہ حکمت و مصلحت بیکار ہو جائے،

گائے، پھر ان کو پختہ کرکے خشک بنایا، تاکہ حیوانات والنسان اس سے اپنی
اپنی غذا حاصل کرین، اور جسمانی ضروریات کے لئے یہ سارا انتظام کر رکھا ہے،
کیا وہ روحانی ضروریات کو محسوس کرکے روحانی غذا بہم نہ پہونچائے گا؟ انسانی
نفوس کی حالت پر غور کیا جائے، اور اس کی فطرت کو دیکھا جائے، تو صاف
معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر اپنی روحانی ضرورتون کو محسوس کرتا ہے، صرف جسمانی
ضروریات کے پوری ہونے پر اس کی طبیعت مطمئن اور قانع نہین ہوتی، بلکہ اسکے
بعد وہ کسی اور اہم مقصد کی تلاش مین رہتا ہے، حیوانات کی طرح اس کی ہمت، اسکے
ارادے، اور اس کی دماغی قوتون کا دائرہ صرف کھانے پینے تک محدود نہین ہوتا
ہر ایک سمجھدار انسان اپنے دل کے اندر کسی اعلی ضرورت کو محسوس کرتا ہے، اور کسی
اہم مقصد کی طرف اپنے دماغ کو متوجہ پاتا ہے، اور یہی اعلی احساس اس مین وہ
امتیازی فضیلت ہے جو اسے تمام حیوانات سے افضل بنائے ہوئے ہے، تو وہ
اعلی مقصد یا اہم مطلب وہی اخلاق اور روحانیت ہے جس کی تکمیل کا نام انسانیت
ہے، اور یہی ضرورت پوری کرنے کے لئے جسمانی ضرورتون کا مہیا کرنے والا خدا
صحیح قانون، اعلی تعلیم، اور اخلاقی کورس اپنے نہایت برگزیدہ روحانی بندون
کے ذریعہ سے لوگون کے پاس بھیجتا ہے، تاکہ یہ مکمل انسان جو پیغمبر کہلاتے ہین
اس اعلی روحانی تعلیم سے لوگون کی اس پیاس کو بجھائین، ان کو انسانیت کی راہ
دکھائین، اور خود اپنا مکمل نمونہ پیش کرکے لوگون کے لئے ان قوانین پر چلنے مین آسانی
پیدا کرین، اسی کا نام **نبوت** ہے، اور یہی روحانی تعلیم ہے جسے **وحی**، اور
الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جس طرح انسانی زندگی کا نشو ونما، اور بقا
جسمانی غذا پر موقوف ہے، اسی طرح اسکا انسانی کمال اور اس کے فطرت کاملہ
کا نشو ونما اور ترقی و عروج ان اخلاقی اور روحانی کامون پر منحصر ہے، قرآنین ہے

۴ انسانی
ہے پوری
کرین، تو
جس خدا
نے جسمانی
ضرورتیں

مَنْ يَّخْشٰى (۱۱) وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۱۲) الَّذِيْ

نصیحت حاصل کرے گا، اور بڑا بدبخت ہی اس سے دور رہے گا، جو بڑی

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى، (۱۳) ثُمَّ لَا يَمُوْتُ

آگ میں داخل ہوگا، پھر تو اس میں مرے گا، نہ

فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى،

زندہ ہی رہے گا،

تو جہاں تم مناسب سمجھو نصیحت کرنے سے دریغ نہ کرو، بلکہ سمجھائے جاؤ، لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے رہو، ان کو خدا کے یہ احکام سناتے رہو اور انسانیت کے فرائض کی طرف ان کو توجہ دلاتے رہو، جس کے دل میں برے انجام کا ذرا بھی خوف ہوگا، وہ ضرور ان قیمتی نصائح اور اس اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے اپنی اصلاح کرے گا، اور اس سے وہی منہ موڑے گا جو اپنے انجام سے غافل ہے، جس کی شقاوت نے اسے اندھا بنا رکھا ہے، اور اسی اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، تو تمہارا کوئی نقصان نہیں، جو اچھی تعلیم قبول نہ کریگا وہ اپنا برا انجام خود دیکھ لے گا، اس کی بداعمالیاں اسے آخر کار جہنم میں لے جائیں گی، جہاں وہ اپنے کیے کی سزا بھگتے گا، وہ کوئی معمولی سزا نہیں ہے اس عذاب کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ زندگی موت سے بدتر ہوگی، وہاں مرنا بھی اختیار میں نہ ہوگا، نہ تو وہ زندہ ہی ہوگا نہ وہ مرے ہی گا،

(۱۴) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۱۵) وَذَكَرَ

کامیاب وہی ہے جس نے پاکیزگی حاصل کی، اور اپنے رب کا

اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

نام لیا اور نماز پڑھی،

اسی طرح جب نفوس انسانی کے اندر اخلاقی قوتیں رکھی گئی ہیں، اور ان کے اندر صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ اس کی تکمیل کرکے انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہونچیں، تو اگر کوئی اخلاقی معلم، اور اخلاقی تعلیم خدا کی طرف سے یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے نہ آئے تو انسانی ہستی کی یہ سب سے بڑی حکمت باطل ہوجاتی ہے، اسی لئے انجیل میں قلوب کو زمین، اور کلمات الٰہی کو بیج سے تشبیہ دی گئی ہے،

(۶) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى (۷) اِلَّا مَا شَآءَ

عنقریب ہم تجکو پڑھائیں گے اور تو نہ بھولے گا، مگر وہ جو خدا چاہے

اللّٰهُ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى، (۸) وَ

بے شک وہ ظاہر اور چھپی سب باتوں سے آگاہ ہے، اور ہم تیرے

نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى،

لئے آسان راہ میں آسانی پیدا کردیں گے،

اے پیغمبر ہم اس ضرورت کو جانتے ہیں، تمہاری ہر کھلی اور چھپی باتوں سے ہم آگاہ ہیں، اس لئے ہم تم لوگوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں، ہم عنقریب تمہاری اس اخلاقی غذا کا انتظام کرنے والے ہیں، ہم تمکو قرآن پڑھائیں گے، اور تمہارے ذہن میں اس طرح مضبوطی کے ساتھ اسے محفوظ کردیں گے کہ تم نہیں بھولوگے، اور سہل ترین راستہ پر چلنے میں تمہارے لئے آسانیاں پیدا کردیں گے،

(۹) فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (۱۰) سَيَذَّكَّرُ

تو تو سمجھا اگر سمجھانا مفید ہو جو شخص ڈر رکھتا ہے وہ

عزت وجاہ مین بھی حصہ لیتے مگر یہ سب کچھ صرف اس خیال سے کرتے کہ آئندہ زندگی مین کامیاب ہونا اس زندگی مین کام کرنے پر منحصر ہے جو بغیر اس جسم کو راحت پہونچائے نہین ہوسکتا،

(۱۸) إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى (۱۹)

یہی بات تو اگلے صحیفون مین بھی تھی (یعنی) ابراہیم

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى،

اور موسے کے صحیفون مین،

یہ باتین کچھ نئی نہین ہین، جن مین تامل کی گنجائش ہو، یہ وہ عمدہ اخلاقی تعلیم ہے، اور وہ اعلی النصیحتین ہین جو ہمیشہ سے خدا اپنے برگزیدہ بندون کے ذریعہ انسان کو بتاتا آیا ہے، ابراہیم و موسی بھی یہی تعلیم لے کر آئے، اور ان کی کتابین بھی یہی نصیحتین اور یہی تعلیم لے کر آئی تھین،

مان جوان زرین نصیحتون کو مان کر اپنی اصلاح کرے، بداخلاقی کی گندگیون سے اپنے آپ کو پاک وصاف بنائے، اپنے پروردگار کو یاد کرے، اور اس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ نمازین پڑھے وہ بے شک کامیاب زندگی بسر کر رہا ہے، اور اس کا انجام اچھا ہوگا،

(۱۶) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۷) وَالْاٰخِرَةُ

نہین تم لوگ دنیاوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ دوسری

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى،

(آنے والی) زندگی بہتر اور پائدار ہے،

مگر اے بنی آدم! تمہاری حالت یہ ہے کہ باوجود ان کھلی کھلی صاف اور عمدہ نصیحتون کے، باوجود اس کے کہ تمہین ہر طرح تشیب وفراز سمجھا دیا جاتا ہے، اور باوجود اس کے کہ تمہین بداخلاقی کے بُرے انجام سے ڈرا دیا جاتا ہے، تم نصیحت نہین قبول کرتے، اچھی بات جو تمہارے ہی نفع کی ہے نہین مانتے، اور اس فانی دنیا کو، ان چند روزہ لذتون کو، اور اس جلد مٹ جانے والی زندگی کو ہی سب سے آگے رکھتے ہو، اسی کی فکر مین لگے رہتے ہو، انھین فانی منافع کے حاصل کرنے مین اپنی ساری عمر ضائع کر دیتے ہو، اور کبھی انجام کی طرف نظر نہین کرتے، کبھی اس آنے والی زندگی کا خیال تمہین نہین ہوتا، جو اس زندگی سے زیادہ پائدار بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہے، اور اُس زندگی کے لئے تم کچھ نہین کرتے، حالانکہ تمہین چاہئے تھا کہ اُس زندگی مین کامیاب ہونے کو اپنا اصل مقصد بناتے، اور اسی اہم مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششون کو صرف کر دیتے، گو تم اس زندگی مین بھی خوب آرام حاصل کرتے، خوب اچھی غذا اور لباس استعمال کرتے

ہوا پانی، بھوگ لگے گی تو جنگل کے کانٹے کی طرح غذا ملے گی، جو حلق سے اُتر نہ سکے گی، غرض یہ کہ ایک انسانی زندگی کے لئے جو ممکن تکلیف ہو سکتی ہے وہاں ان کے لئے ہوگی، یہ ہے مجمل اندازہ ان لوگوں کی تکلیف و مصیبت کا جو اس زندگی کو بداخلاقی، اور بہیمیت میں ضائع کر رہے ہیں جنھیں اپنے فرائض انسانی کی طرف توجہ نہیں، اور جو اپنے انجام کی طرف سے بالکل بے پرواہیں،

(۸) وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ (۹) لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ
اس دن کتنے چہرے بشاش ہونگے، اپنی کمائی سے خوش ہونگے

(۱۰) فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (۱۱) لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً
بہشت برین میں ہوں گے، اس میں لغو باتیں نہ سنیں گے،

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (۱۳) فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ
اس میں چشمے جاری ہوں گے، اس میں اونچے تخت بچھے ہوں گے

(۱۴) وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ (۱۵) وَنَمَارِقُ
اور آبخورے رکھے ہوں گے، اور گاؤ تکئے قطار سے

مَصْفُوفَةٌ (۱۶) وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ،
لگے ہوئے ہوں گے، اور مسندیں بچھی ہوں گی،

بہت سے لوگ اس دن نہایت آرام و راحت میں ہوں گے، ان کے چہرے بشاش بشاش، اور تر و تازہ نظر آئیں گے، اپنی کوشش کے کامیاب ہونے اور اپنی محنتوں، اور اپنے کاموں کے بارآور ہونے پر خوش ہوں گے، اور انسانی زندگی کے لئے عیش و راحت کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ سامان ہو سکتا ہے، سب ان کے لئے وہاں مہیا ہوگا، اعلےٰ درجہ کے باغ، نہریں، عالیشان تخت چادر، مسندیں، تکئے، اعلےٰ درجہ کے کھانے پینے کی چیزیں، غرض یہ کہ

سورۂ غاشیہ

مکی - ۲۶ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (۲) وُجُوهٌ

کیا تجھے اس کی خبر پہونچی ہے جو چھا جانے والی ہے؟ اس دن کتنے

يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۳) عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ

چہرے اُتر جائیں گے، محنت کر رہے ہوں گے تھک رہے

(۴) تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (۵) تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ

ہوں گے، جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، ان کو کھولتے ہوئے چشمہ

اٰنِيَةٍ (۶) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ

کا پانی پلایا جائے گا، ان کا کھانا صرف کانٹا ہوگا، کہ نہ وہ موٹا

(۷) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ،

ہی کرے گا، اور نہ بھوک دفع کرے گا،

اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے، اچھوں اور بروں کے انجام کی تفصیل کی گئی ہے، پھر اس پر دلائل پیش کئے گئے ہیں،

اے پیغمبر! تمہیں اس ہولناک واقعہ کی خبر ہے؟ جو سارے عالم پر چھا جائے گی، اور جزا و سزا کا دن ہوگا، اس دن بُرے اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے سخت عذاب میں ہوں گے، ان کے چہرے تھکے ہوئے مصیبت زدہ ذلیل نظر آئیں گے، دہکتی ہوئی آگ میں ہوں گے، پیاس لگے گی تو انھیں کھولتا

اونٹ ہی، اوپر نظر اُٹھائے تو یہ نیلی چھت، اور یہ سیارات ہین، سامنے اِدھر اُدھر دیکھئے تو پہاڑون کا سلسلہ ہے، نیچے دیکھئے تو زمین ہے، مناظر قدرت کی یہ چار چیزین بالخصوص ایک عرب کے لئے ہر وقت آسانی کے ساتھ آنکھون کے سامنے موجود ہین، وہ اونٹ پر غور کرے، جو اس کی زندگی کا سرمایہ ہے، اس پر سوار ہوکر وہ سفر کرتا ہے، اسی کا گوشت اور دودھ اسکی غذا ہے، غرض یہ کہ سواری ہے تو وہی ہے، غذا ہے تو وہی ہے، ایک عرب کے لئے جو کچھ ہے وہ اونٹ ہے، تو پھر دیکھے کہ اس ایک ہستی کے اندر خدا نے کیا کیا مصلحتین رکھی ہین، اس کے بعد وہ آسمان پر نظر اُٹھاکر ان سیارات کو دیکھے کہ وہ کس اعلیٰ نظام و قانون کی پابندی کے ساتھ اپنے فرائض پورے کر رہے ہین، پہاڑون کی عظمت اور ان کے منافع پر غور کرے، زمین کو دیکھے جس پر وہ چلتا ہے، کہ کس قدر بے شمار اور عظیم الشان انسانی ضروریات اس سے پوری ہوتی ہین، تو یہ چیزین جو اس قدر گوناگون حکمتون اور مصلحتون سے پُر ہین جو ایک عظیم الشان قادر مطلق، حکیم و مدبر، رحیم و کریم کا پتہ دے رہی ہین، کیا ان کا کوئی نتیجہ نہین؟ کیا ان کی کوئی انتہا، اور کوئی انجام نہین؟ اگر ایسا ہے تو سارا انتظام لغو اور بے فائدہ ہے، جب ایک معمولی انسان کا معمولی کام نتیجہ اور غرض سے خالی نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو اس کام کو لغو اور فضول سمجھا جاتا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بے عقل اور بے سمجھ کہا جاتا ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اتنے بڑے مدبر و حکیم قادر مطلق کا بنایا ہوا اتنا بڑا کارخانہ کبھی ایسا نہین ہوسکتا کہ اس کا عظیم الشان نتیجہ ایک دن نہ نکلے، خود یہ دنیا بتا رہی ہے کہ یہ ایک صاحب حکمت و قدرت کے مقرر کردہ نظام پر چل رہی ہے، جس کا کوئی کام عبث نہین ہوسکتا

آرام ہی آرام ہوگا، وہاں کسی قسم کی لغویات نہ سُننے میں آئے گی، یہ ہے اچھے لوگوں کے انجام کی تصویر، جو دنیا کے فنا ہونے پر غور کرتے، اور آئندہ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے اپنے اخلاق و اعمال، اپنے اقوال و افعال کی اصلاح کرتے ہیں، بُرے انجام سے ڈرتے ہیں، اور بُرے کاموں سے الگ رہتے ہیں، اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ سمجھتے ہیں، دنیا کے اندر عذر اور خدا کی حکمت و قدرت کا احساس کرکے یقین رکھتے ہیں کہ یہ سارا کارخانہ یہ اعلےٰ انسانی ہستی مرکر ضائع نہیں ہوسکتی، ضرور اس بڑے کارخانہ کا کوئی نتیجہ ہوگا، کوئی انتہا ہوگی، اور اس اعلیٰ انسانی ہستی کے کارنامے یونہی بے نتیجہ نہ رہیں گے، بلکہ آئندہ زندگی میں یہاں کے اعمال و افعال کی جزا سزا ضرور ملیگی، اور ضرور ایک ایسا عظیم الشان دن اس تمام دنیا کے نتیجے ظاہر ہونے کا آئے گا جو اس عظیم الشان کارخانۂ عالم کے شایان ہو،

(۱۷) أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

تو کیا یہ اُونٹوں کی طرف نظر نہیں کرتے کہ وہ کس طرح بنائے گئے ہیں

(۱۸) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (۱۹) وَإِلَى

اور آسمان کی طرف کہ وہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے، اور پہاڑ کی

الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (۲۰) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ

طرف کہ وہ کیونکر نصب کئے گئے ہیں، اور زمین کی طرف کہ وہ کیونکر

سُطِحَتْ،

بچھائی گئی ہے،

ایک عرب کی عام حالت کے موافق اسے کائنات عالم پر غور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس کے سامنے یہی چار چیزیں ہیں ایک تو

(۲۱) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۲) لَسْتَ

تو تو سمجھا کہ تو صرف سمجھانے والا ہے، تو ان پر جبر

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۳) إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ،

کرنے کے لئے نہیں، مگر ہاں جو منہ موڑے اور کفر کریگا

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ

خدا اسے نہایت بڑا عذاب دے گا

اے پیغمبر یہ صاف صاف دلیلیں اور نشانیاں لوگ نہ مانیں، اور اپنے انجام کی فکر نہ کریں تو تم اپنا کام کئے جاؤ، تمہارا فرض صرف سمجھا دینا ہے، ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے، تم اس لئے نہیں کہ کسی کو مجبور کرو، اگر نہ مانیں گے اور اپنی اصلاح نہ کریں گے تو پھر خدا کا عذاب عظیم خود وہ بھگتینگے،

(۲۵) إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ (۲۶) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا

لوگوں کو ضرور ہماری طرف واپس آنا ہے، پھر ہم ان سے ضرور

حِسَابَهُمْ،

ان کا حساب لیں گے،

مرنے کے بعد آخر اس خدا کے یہاں جانا ہے، جہاں ان کے اعمال کا مواخذہ ہوگا، اور ہر ہر ذرہ کی جزا و سزا ملیگی، پھر ہر بداخلاق جس نے بری زندگی بسر کی، اور باوجود خدا کی نصیحتوں، اور پیغمبروں کے بارہا سمجھانے کے، حق نہ مانا اسے سخت ترین عذاب کا سامنا ہوگا،

ایک اعرابی نے کہا ہے

اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَالْاَقْدَامُ تَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ
فَالْاَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ وَالسَّمَاءُ ذَاتُ اَبْرَاجٍ کَیْفَ لَا تَدُلُّ
عَلَی اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ، (اونٹ کی مینگنی بتاتی ہے کہ یہاں اونٹ تھا،
پاؤں کے نشانات بتاتے ہیں کہ یہاں کوئی چلا ہے، تو پھر یہ راستوں والی
زمین اور یہ برجوں والا آسمان کیونکر نہ بتائے گا کہ اس کا ایک بنانے والا ہے
جو لطیف و خبیر ہے)

تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا جب یہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور پھر
تمام گذشتہ اور آئندہ انسان کی زندگی کا انجام و نتیجہ نکلے گا، اور اچھے
برے، ظالم و مظلوم، نیک و بد، سب کے سب اپنے کئے کے مطابق وہاں
ضرور جزا و سزا پائیں گے، اسی دن کا نام قیامت ہے، جس کی طرف بار بار
توجہ دلائی جاتی ہے، اور قرآن میں ہر جگہ خدا کی حکمت و علم، اس کی قدرت
و رحمت یاد دلا کر اس پر استدلال کیا جاتا ہے، چنانچہ سورہ نبا میں
اس کی زیادہ تفصیل گذر چکی ہے، امام رازی فرماتے ہیں،

"جب خدا نے قیامت آنے کا ذکر کیا، اور بتایا کہ اس دن
دو طرح کے لوگ ہوں گے، ایک جماعت تو نیک لوگوں کی
ہوگی، دوسری بروں کی، پھر ان دونوں کے انجام کی تفصیل
کی اس لئے ضرورت تھی کہ اس دنیا کے بنانے والے کی حکمت
و تدبیر ثابت کی جائے، اس لئے یہاں اونٹ اور آسمان وغیرہ
کی خلقت کی طرف غور کرنے کا حکم دیا گیا"

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۵۳)

کوئی کام انسان کا ایسا نہیں جس کا انجام اور نتیجہ نہ نکلے، تو فجر اور دس راتیں شاہد ہیں کہ کام کا نتیجہ ضرور ملتا ہے، خواہ صبح ہوتے ہی نکلے، یا ایک مدت کے بعد؛ ہم کھانا کھاتے ہیں اس کا نتیجہ فوراً خون اور گوشت اور بدن کے نشوونما کی صورت میں نکلتا ہے، کیونکہ اس کام کا تعلق کھانے والے کے سوا اور کسی سے نہیں، بعض کام ہمارے ایسے ہیں کہ ان کے نتیجے کے لئے ہم کو دس بیس دن یعنی ایک مدت کا انتظار کرنا پڑتا ہے، مثلاً زراعت و تجارت کی طرح بہت سے کام ہیں جن کا نتیجہ فوراً نہیں نکلتا، بلکہ اس کے لئے کچھ مدت درکار ہے، تو پھر اگر کوئی ایسا اچھا کام کرے جس کا اثر خاندان یا قوم و ملک پر اچھا پڑے اور اس اچھے کام کا سلسلہ کرنے والے کی زندگی کے بعد بھی آئندہ نسلوں میں چلتا رہے، اور پوری قوم و ملک کو اس سے نفع ہو، یا کوئی ایسا بڑا کام کرے جس کا بڑا اثر اس کی زندگی کے بعد تک لوگوں پر پڑے، اور قوم و ملک کے مضر ثابت ہو تو ایسے بڑے اچھے اور برے کام کا نتیجہ اور جزا و سزا کرنے والے کی زندگی ہی میں کیوں کر مل سکتا ہے، ایک شخص نے ایسا بڑا کام کیا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے، تو آخر اس کا بدلہ اس کو از روے عقل و انصاف ملنا چاہئے یا نہیں، ؟ اگر عقل و انصاف کا یہ فیصلہ ہے، اور ضرور ہے کہ اس کو اس کام کے موافق بہت بڑی جزا و سزا ملنی چاہئے، تو پھر یہ بتایا جائے کہ وہ کام کرنے والا تو مر گیا اور کام کا سلسلہ جاری ہے، جزا و سزا کس طرح ملیگی ؟ لہذا ضروری ہے اور سخت ضروری ہے، کہ یہ کارخانۂ عالم کبھی ختم ہو، اس کی انتہا ہو، اور ایک ایسا عالم آئے کہ اس میں ان کاموں کی جزا و سزا، ان کاموں کی حیثیت کے موافق دی جائے، اور وہ وقت آئے کہ ایسے ایسے نیک انسان جنہوں نے اپنی زندگی صرف مخلوق کی خیر خواہی اور انسان کی خدمت میں

سورۂ فجر

کی ۳۰ آیتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وَالْفَجْرِ (۲) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (۳) وَّالشَّفْعِ وَ

فجر کی قسم، اور دس راتون کی قسم، اور جفت و طاق کی

الْوَتْرِ (۴) وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (۵) هَلْ فِيْ

قسم، اور رات کی قسم جب وہ چلنے لگے، کیا عقلمند کے لئے

ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ،

اس مین کوئی قسم ہے؟

اس سورت مین ثابت کیا گیا ہے کہ کامون کی جزا و سزا ضرور ملتی ہے اور ملے گی، اس دعوے پر پہلے چند باتون کی شہادت قسم کے پیرایہ مین دی گئی ہے، اس کے بعد پھر تاریخی واقعہ کی شہادت دی گئی ہے،

انسان جو کام کرتا ہے وہ مختلف ہوتا ہے، بعض کام کا تعلق صرف کرنے والے سے ہی ہوتا ہے، اس کا اثر اورون پر نہین پڑتا، بعض کام ایسے ہوتے ہین کہ اس کا اثر کرنے والے کے علاوہ دوسرے شخص پر یا پورے خاندان پر یا پوری قوم پر، یا پورے ملک پر، یا پھر بعض کام ایسے بڑے بھی ہوتے ہین، کہ اس کا عام اثر تمام دنیا پر پڑتا ہے، انھین مختلف حیثیتون کی بنا پر ان کامون کے نتیجے اور انجام بھی مختلف حیثیت رکھتے ہین، بعض کام جو چھوٹے ہوتے ہین اس کا نتیجہ جلد نکل آتا ہے، بعض کام کا نتیجہ ایک مدت کے بعد نکلتا ہے، بہرحال

بنائے تاکہ تم غور کرو، لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (ذاریات - ۴۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسی طرح اعمال کے لئے جزا اور دنیا کے ساتھ آخرت ضروری ہے، اور اسے نہ ماننا ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ دنیا میں مذکر و مونث کا سلسلہ نہیں، صرف مذکر ہے یا صرف مونث ہے، یا علت کے لئے معلول نہیں، یا سبب کے لئے مسبب نہیں، تو جس نے دنیا کو دیکھا اور آخرت کو نہ مانا، یا عمل کی جزا و سزا تسلیم نہ کی، وہ درحقیقت اس اعلےٰ نظام کو ناقص اور لغو اور عبث بتا رہا ہے، اور اس کارخانہ کو غیر مکمل کہتا ہے اگر وہ اس سلسلے پر غور کرتا اور دیکھتا کہ دنیا کے اندر جفت طاق کا سلسلہ ہر چیز میں موجود ہے، خود رات کو دیکھتا کہ ہر دن کے بعد رات اور ہر رات کے بعد دن ہے، تو وہ کبھی اس سے انکار نہیں کرتا کہ اس بڑے طویل زمانے یعنی دنیا کے بعد کوئی دوسرا زمانہ جو اس کا جوڑ ہے ضرور آنے والا ہے، جس میں انسان کی اس زندگی کا نتیجہ نکلے گا، اور ایک ایک ذرہ کی جزا و سزا ملے گی،

جزا و سزا پر تاریخی واقعات کی شہادت

(۶) أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ، (۷)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۸) الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ

ارم والے جو ستونوں والا شہر تھا، جس کے مانند شہروں میں کوئی نہیں بنایا گیا،

تکلیف اور محنت کے اندر گذار دی، اور جن کے اعلیٰ کارنامے دنیا مین ہمیشہ کے لئے فلاح و بہبودی کی بنا مستحکم کر گئے وہ اپنے اس کام کے بدلے مین ہمیشہ کی راحتین و نعمتین پائین، اور ایسے بڑے بڑے لوگ جنھون نے اپنی ساری زندگی عیش و تنعم، اور مخلوق پر ظلم کرنے مین گذاری، اور ایسے بڑے بڑے فساد پھیلائے جن کا برا اثر ہمیشہ کے لئے قوم کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے والا ثابت ہوا، ان کو ان کے اس بڑے جرم مین ہمیشہ کی تکلیف و مصیبت مین ڈال دیا جائے، یہ ایک نہایت صاف حقیقت ہے، جس کو ایک ذی حجر ایک سمجھدار انسان دنیا کے معاملات پر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ خود یہان بعض کام کے نتیجے فوراً ہی ملتے ہین، اور بعض کامون کے نتیجے مین ہمین ایک مدت کا انتظار کرنا پڑتا ہے، بہرحال کوئی کام بے نتیجہ نہین، اور کوئی عمل ایسا نہین جس کا بدلہ اور انجام نہ ہو، دنیا کی باتون پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ تمام امور کے اندر اس مقابلے اور جوڑے ہونے کا سلسلہ موجود ہے، حرکت سکون، آرام تکلیف، خوشی غمی، بلندی پستی، ترقی تنزل، روشنی تاریکی نیکی بدی، موت و حیات، نر و مادہ، اسی طرح علت معلول، سبب مسبب کا سلسلہ پایا جاتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز مین اسی زوج و فرد کا سلسلہ موجود ہے، خود قرآن مین ہے،

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ (یٰس - ۳۶)	پاک ہے وہ جس نے سب چیزون کے جوڑے بنائے، زمین کے نباتات کے اور خود انسان کے اور ان چیزون کے بھی جنھین یہ نہین جانتے،
وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ	اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے

سلطنت وحکومت، بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں، بڑے بڑے بے مثل شہر، غرض دنیاوی عیش وراحت، قوت وسطوت کے سارے سامان ان کے پاس تھے، مگر جب انھوں نے انسانیت سے منہ موڑا، اپنے فرائض سے غافل ہوئے، مخلوق پر جور وستم کرنے لگے، اور زمین کو امن کے بدلے ظلم وفساد سے بھر دیا، تو خدا نے ان کے پاس اپنے برگزیدہ بندے بھیجے، جنھوں نے انھیں سمجھایا، تشبیب وفرار بتایا، بداخلاقی اور ظلم وفساد سے روکا، اور انسانیت کی تعلیم دی، مگر انھوں نے نہ مانا، اور اپنی سرکشی وتمرد پر اڑے رہے، تو پھر خدا نے انھیں عذاب دیا، اور ان کے یہ سارے ٹھاٹھ جن کے بھروسے پر یہ اکڑتے تھے، اور سرکشی وظلم کرتے تھے، کچھ کام نہ آئے، اور آخر کار انھیں بُرے اعمال کے بُرے نتائج نے آن کر گھیر لیا، اور سب کے سب ہلاک وبرباد کر دیے گئے، قرآن میں بہت جگہ اسکا تذکرہ آیا ہے، اور حکم ہے کہ ملکوں میں پھرو، قدیم اقوام کے آثار دیکھو، اور عبرت حاصل کرو،

کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ پہلے ہوگذرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا، وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بہت بڑھ کر تھے، مگر خدا نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب گرفتار کر لیا، اور خدا کے مقابلہ میں ان کا کوئی بچانے والا نہ ہو سکا، یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پیغمبر کھلی دلیلیں	أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلُ، كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ، ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (۹) وَثَمُودَ الَّذِينَ

کوئی نہین بنایا گیا، اور ثمود کے ساتھ جنہون نے وادی

جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۱۰) وَفِرْعَوْنَ ذِي

مین پتھرون کو تراشا تھا، اور میخون والے فرعون کے ساتھ

الْأَوْتَادِ (۱۱) الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ

ان سبھون نے ملکون مین سر اٹھا رکھا تھا،

(۱۲) فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ (۱۳) فَصَبَّ

اور ان مین بہت فساد پھیلا رکھا تھا، تو تیرے پروردگار نے

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (۱۴)

انہین عذاب کا کوڑا لگایا، کیونکہ تیرا رب

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ،

(سب کچھ) دیکھتا رہتا ہے،

یہان تین قومون کا ذکر کیا گیا ہے، عاد - وثمود، عرب کی گذشتہ قومین ہین اور قوم فرعون مصر کی ہے، ان اقوام کے گذشتہ افسانے عرب مین مشہور تھے، خصوصًا عاد وثمود وغیرہ کے مقامون مین ان کی آمد رفت ہوتی رہتی تھی، ان کے آثار قدیمہ یہ اپنی آنکھون سے دیکھا کرتے تھے، اسی طرح مصر مین بھی ان کی آمد رفت رہتی تھی، اور پرانے زمانے کے باقی ماندہ آثار و مکان بھی دیکھتے تھے، اسی لئے ان عقلی دلائل کے بعد ان قومون کے واقعات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ اچھے اور برے کامون کے انجام کا عملی نمونہ دیکھ کر طبیعت پر پورا اثر ہو، کہ یہ قومین کس قدر ترقی یافتہ، اور کس قدر زبردست تھین، مال ومنال، عزت و دولت،

مبتلا کیا، وہ اپنے اعمال پر غور نہیں کرتا، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اچھا یا برا کام وہ کرتا ہے اس کے نتیجے خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق اسے ملنے ضروری ہیں، اور ملتے ہیں، مگر اس کو اس پر بھی اپنے اعمال کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اور اپنی اصلاح نہیں کرتا،

(۱۷) كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (۱۸) وَلَا

ہرگز نہیں؛ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ

تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۱۹) وَتَأْكُلُونَ

محتاج کو کھلانے کی رغبت دلاتے ہو، اور تم میراث

التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا (۲۰) وَتُحِبُّونَ الْمَالَ

ہونکے کے ساتھ کھاتے ہو، اور مال کے ساتھ بڑی گہری

حُبًّا جَمًّا،

محبت رکھتے ہو،

تمہارا یہ خیال کہ خدا یوں ہی افلاس و مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، بالکل غلط ہے، یہ خیال تمہارے جہل و نادانی کا نتیجہ ہے، تمکو جو تکلیف پہونچتی ہے وہ صرف تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے، تم اپنے فرائض کو پس پشت ڈال کر بداخلاقیوں کا ارتکاب کرتے ہو، اس کا بدانجام ہے، تم اپنی زندگی کے اعلیٰ مقصد یعنی مخلوق خدا پر رحم و احسان کا برتاؤ کرنے، یتیموں اور مسکینوں اور ضرورتمندوں کی عزت کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے، اور ان کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرنے سے غافل رہتے ہو، اس کی سزا ہے، بے انصافی کے ساتھ حصہ داروں کا مال کھا جاتے ہو، اور لوگوں کی حق تلفی کرتے ہو، اس کا وبال ہے اور خدا

لیکر ان کے پاس آتے گئے مگر انہوں نے	بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
نہ مانا تو خدا نے انکو (عذاب میں) گرفتار کیا	اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
کیونکہ وہ قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے	(مومن - ۲۱)

کیا اِن تاریخی واقعات اور ان عقلی شہادتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ وار اور جوابدہ نہیں ؟ یا انسان اچھے اور بُرے افعال کے اچھے اور بُرے نتائج سے بچ سکتا ہے ؟

(۱۵) فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ

مگر انسان ہے کہ جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے پھر عزت دیتا ہے اور

وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (۱۶) وَاَمَّآ اِذَا

نعمت دیتا ہے، تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی، اور جب اسی آزما کر

مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ

اس کی روزی اس پر تنگ کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے میرے رب نے

رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ،

مجھے ذلیل کیا ،

مگر باوجود اس ظاہر حقیقت کے کہ انسان کو رنج و راحت، آرام و تکلیف جو کچھ پہنچتا ہے یہ محض اس کے اعمال کے نتائج ہیں، جو جزا و سزا کی صورت میں اسے مل رہے ہیں، اس کی غفلت اور جہل کی یہ حالت ہے کہ جب خدا اس کا امتحان کرکے اچھے اعمال کی جزا میں اسے نعمتیں دیتا ہے، اور اس پر بخشش و کرم فرماتا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ خدا نے میری قدر کی، خدا نے یوں ہی میری عزت افزائی فرمائی ہے، اور جب امتحان کرکے بُرے اعمال کی سزا میں خدا اسے ذلت و افلاس میں مبتلا کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کیا مجھے تکلیف میں

جَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲) وَجِايْٓءَ

تیرا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف بہ صف، اور اس دن

يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ

جہنم کو لایا جائے گا، اس دن آدمی یاد کرے گا مگر (اس وقت)

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (۲۴) يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى

یاد کرنے سے کیا ہوگا وہ کہے گا کہ اے کاش

قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ (۲۵) فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ

میں نے اپنی اس زندگی کے لئے پہلے سے کچھ کیا ہوتا، تو اس دن اس جیسی

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (۲۶) وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ

سزا کسی نے نہ دی ہوگی، اور اس جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا،

تو اے غافلو! اور اے وہ لوگو جو انسانیت کے فرائض سے غافل ہو، اپنی زندگی کے اصل مقصد سے منہ موڑے بیٹھے ہو، لوگوں کی حق تلفی اور ظلم و ستم تمہارا کام ہے، مال جمع کرنا، اور اسی کے لئے اپنی ساری اوقات ضائع کرنا تمہارا نصب العین ہے، تم یاد رکھو کہ جب یہ زندگی تمام ہوگی، جب دنیا کا یہ دور ختم ہوگا، اور یہ سارا نظام توڑ دیا جائے گا، اور وہ وقت آجائے گا، کہ تمہیں تمہارے کاموں کے نتائج ملیں، اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ تم نے اپنے لئے دنیا میں کیا کیا، اور کیا سامان وہاں سے لے کر تم آئے ہو، وہاں ان بداخلاقیوں کا انجام جہنم کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، اور یہ ایسی سخت سزا ہوگی کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا ممکن نہیں، اس وقت تمہیں حسرت و افسوس ہوگا، خجالت و ندامت ہوگی، مگر یہ حسرت اور یہ ندامت ایسے وقت بالکل بے سود اور لغو ہوگی،

بھول کر دنیا کی محبت مین پڑجاتے ہو، آخرت اور آنے والی زندگی سے بے پروا ہوکر اس زندگی کی فانی منافع اور لذتون مین اپنی زندگی ضائع کر دیتے ہو، اور اور اصل مقصد کو پس پشت ڈال کر ذرائع و اسباب کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنا لیتے ہو، اور دل سے خدا کی محبت اور اپنے انجام کا خیال نکال کر مال و منال کی محبت اس مین بھر دیتے ہو، انھین کا برا نتیجہ ہے، جو تکلیف و مصیبت، افلاس و ذلت کی صورت مین ملتا ہے، قرآن مین ہے،

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (شوری - ۳)	اور تمکو جو کچھ مصیبت پہنچے تو یہ تمہارے ہاتھون کے کئے کی وجہ سے ہے

اس لئے تمھین چاہئے کہ اپنے اعمال کا احتساب کرو، اس کی جانچ کیا کرو، بداخلاقی ظلم، حق تلفی، سخت دلی، اور بے رحمی سے بچتے رہو، اپنے فرائض محسوس کرو اور سمجھو، کہ تم دنیا مین ہمیشہ رہنے کے لئے نہین آئے ہو، اس لئے یہان رہ کر اپنے اصل مقصد سے غافل ہوجانا سخت مہلک امر ہے، تم کو دنیا مین رہکر اول تو خدا کو یاد رکھنا چاہئے، دوسرے یہ کہ دنیا والون کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے یہی دو تمہارے اعلیٰ فرائض ہین، جنھین پورا کرنے کا نام انسانیت ہے، جو لوگ یہ کام کرتے ہین، وہ دنیا مین بھی اچھے رہتے ہین اور آخرت مین تو انھین کے لئے راحت و کامیابی ہے، اور جو لوگ ان کامون کو چھوڑ دیتے ہین، اور بداخلاقی، ظلم و ستم، حق تلفی و بے رحمی، مین مبتلا ہوجاتے ہین وہی اس دن ناکام رہین گے،

(۲۱) كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۲۲) ق

ہرگز نہین۔ جب زمین ٹکڑا ٹکڑا کر برابر کر دی جائے گی، اور

سورۂ بلد

مکی — ۲۰ آیتین،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۲) وَأَنْتَ
نہین! مین اسی شہر کی قسم کہاتا ہون، اور تو اسی
حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۳) وَوَالِدٍ وَّمَا
شہر مین رہنے والا ہے اور باپ اور اس کی
وَلَدَ (۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ
اولاد کی قسم، بے شک ہمنے انسان کو مشقت مین پیدا کیا ہے

اس سورت مین یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے عجز و کمزوری، اپنے احتیاج و ضعف کو دیکھ کر اس قادر و توانا کو پہچانے، اور اس کو یاد کرے، اس کی تسبیح و تقدیس کرے، اس سے صحیح تعلق پیدا کرے، اس کے احکام کو پورا کرے، وہ احکام یہ ہین کہ دنیا کے اندر لوگون کے ساتھ رحم و ہمدردی و احسان کا برتاؤ کرکے بنی نوع انسان کی خدمت کرے، اور پھر دوسرون کو ان کامون پر آمادہ کرے کامیابی بغیر ان دو کامون کے نہین ہوسکتی، اول خود اپنے فرائض پورے کرنا دوسرے یہ کہ دوسرون کو ان باتون پر تیار کرنا،

(۲۷) يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۸) ارْجِعِي

اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف چل، تو اس سے

إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۹) فَادْخُلِي

راضی وہ تجھ سے راضی، تو میرے بندون

فِي عِبَادِي (۳۰) وَادْخُلِي جَنَّتِي،

مین داخل ہو، اور میری جنت مین داخل ہو،

مگر اے وہ شخص جو اطمینان کے ساتھ دنیا مین اچھے کام کرتا رہا، فانی منافع اور چند روزہ لذتون مین پڑکر اپنے مقاصد، اور اپنے فرائض سے غافل نہ ہوا، اور باوجود دنیا مین رہنے کے اور یہان کی رکاوٹون کے خدا کو نہ بھولا، اب تو اپنے پروردگار کے پاس خوش خوش جا، اس کے خاص مقرب بندون کی جماعت مین داخل ہو، اور جنت مین جا، جہان تو خدا سے خوش اور خدا تجھ سے خوش ہوگا،

بچے کو دیکھو کہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی حالت اور حیوانات سے بالکل مختلف ہے، ایک طویل زمانہ تک وہ بالکل محتاج رہتا ہے، اور محتاج بھی اس قدر کہ نہ وہ خود اپنی غذا حاصل کرتا ہے نہ اُٹھ بیٹھ سکتا ہے، نہ کچھ بول سکتا ہے، اور نہ کچھ خود کر سکتا ہے، یہانتک کہ خود اپنی حفاظت تک نہیں کر سکتا، اگر ماں باپ کے اندر رحم و شفقت نہ دی جاتی تو ایک گھنٹہ بچہ کی زندگی محال تھی تو انسان کی یہ دو حالتیں یعنی پیدائش کا اور شروع زندگی کا زمانہ پھر ایک پورا انسان ہونے کا زمانہ، دونوں سے کسی میں بھی وہ مشقت و تکلیف سے بری نہیں، تو پھر یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انسانی زندگی کی ساری ضروریات محض خدا کے فضل و احسان سے پوری ہوتی ہیں، اگر خدا کی رحمتِ غیر محدود شاملِ حال نہ ہو تو زندگی کا ایک آن گذرنا محال ہے،

(۵) أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ،

کیا انسان یہ گمان کرتا کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہ ہوگا ؟

کیا انسان اپنی ان کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے، اس عجز و مشقت کو دیکھتے ہوئے بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی قادرِ مطلق اور زبردست خدا کا ہاتھ نہیں ہے؟ جب وہ کمزور ہے تو ضرور اس پر کوئی زبردست ہوگا، جب وہ عاجز ہے تو ضرور اس کے اوپر کوئی قادر ہوگا، جس کے قبضۂ قدرت سے کسی وقت اور کسی حال میں باہر نہیں، جس کے فضل و احسان سے یہ اپنی زندگی کی ساری ضروریات آسانی سے پالیتا ہے،

(۶) يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (۷) أَيَحْسَبُ

وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اُڑا دئے، کیا وہ سمجھتا ہے کہ

(۱) انسان کے عجز و احتیاج و مشقت پر

مکی زندگی کی شہادت

یہ شہر مکہ جو ایک ریگستانی ملک مین واقع ہے، جہان کسی قسم کی زراعت نہین ہوتی، جہان انسانی ضروریات بمشکل دستیاب ہوتی ہین، جہان پانی بھی آسانی سے نہین ملتا، یہ شہر صاف بتا رہا ہے کہ انسان مشقت و تکلیف مین پیدا ہوا ہے اور اے مخاطب تو، کہ مکہ ہی کا رہنے والا ہے، انسان کی مشقت و تکلیف کا دوسرون سے زیادہ جلد اندازہ کر سکتا ہے، تیری حاجتین محض خدا کے فضل سے پوری ہوتی ہین، دوسرے ملکون سے ہر طرح کا سامان آتا رہتا ہے، اسی پر مکہ کے رہنے والون کی زندگی کا دارمدار ہے، اگر کوئی سرسبز و شاداب ملک کا انسان اپنے عجز و مشقت کو کم محسوس کرے کہ وہ آسانی سے اپنی ضروریات مہیا کر لیتا ہے تو زیادہ بعید نہین، مگر مکے کے رہنے والے نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہین کہ وہ کس حد تک احتیاج و مشقت مین ہین، اگر خدا کا فضل نہ ہو اور باہر سے سامان کے آنے جانے کا انتظام نہ ہو تو ایک دن بھی ان کی زندگی دشوار ہے،

(۲) عام شہادت

اس محدود شہادت کو چھوڑ کر ایک عام شہادت کی طرف دیکھو کہ اس سلسلۂ نوع انسانی مین ہر باپ اور ہر بیٹا مشقت و احتیاج مین ہے، باپ کو اپنی اولاد کی پرورش، اس کی تعلیم و تربیت، اس کی حفاظت مین مشقت اٹھانی پڑتی ہے

اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

گھاٹی مین سے ہوکر نہ نکلا،

کیا ہم نے اسے آنکھین نہین دین ؟ کیا ہم نے اسے زبان اور دو ہونٹ نہین دئے، ؟ یہان اور اعضا سر، کان، ناک وغیرہ کا ذکر نہ کیا، بلکہ آنکھ کا ذکر کیا جس کا کام دیکھنا ہے، اور زبان و ہونٹ کا، جن کا کام بولنا ہے کیونکہ بولنے کے لئے یہی تین عضو ہین، تو مطلب یہ ہے کہ کیا ہمنے تجکو بینائی اور گویائی نہین دی ؟ جب دی ہے تو پھران قوتون کا جو کام ہے وہ انسان کیون نہین پورا کرتا، بینائی کا کام یہ ہے کہ ہر کام مین اپنی بھلائی اور برائی، دیکھ لیا کرے، مفید اور مضر چیزون مین امتیاز کرے، اچھی بات اختیار کرے، اور بری چھوڑ دے، گویائی کا یہ کام ہے کہ دوسرون کو اچھی اور بری باتین بتائے، لوگون کی اصلاح کرے، انھین مفید اور مضر امور سے آگاہ کرے گویا ان دونون قوتون کا اصل مقصد اپنی اور دوسرون کی اصلاح، یا دنیا خیر خواہی ہے، یہی انسانیت کا مقصد ہے، اور یہی ہر انسان کا اعلیٰ فرض ہے، اسی مین انسانی کامیابی مضمر ہے، اور اسلام کا اصل مقصد انھین امور کی تعلیم ہے، ایک مسلم ہستی اسیوقت مسلم کہلائی جاسکتی ہے جب اپنی اصلاح کے ساتھ عام مخلوق کی خیر خواہی، اور ہمدردی کا عملی ثبوت دے خود اپنے آپ کو کمل کرنا اور دنیا سے الگ ہوجانا، محض غلط طریقہ ہے، جس سے اسلامی تعلیم بیزار ہے، اگر انسان انسان بننا چاہتا ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ خود بنے اور دوسرون کو بھی بنائے، اسی لئے ان آیتون مین خدا نے فرمایا ہے کہ ہمنے انسان کو بینائی اور گویائی کی دو اعلےٰ قوتین دے کر اسے دو نہایت بلند اور اعلیٰ راستے بتا دئے ہین، تو وہ

لہ اقتحم کے معنے بلند مقام کے ہین عرب کے محاورہ مین بلند ہمیشہ اچھے موقعہ پر بولا جاتا ہے یہان بھی سیاق و سباق کو اس معنی کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے بیان کئے ہین آیندہ نیک عمل اور تواصی کا حکم ہے یہی دونون بلند راستے ہین جن کو پورا کرنے کے لئے، گویائی اور بینائی، دی گئی ہے ۱۲

اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ،

اسے کوئی دیکھتا نہیں ؟

انسان کا تو یہ فرض تھا کہ اپنی عاجزی اور کمزوری کو محسوس کر کے خدا کی قدرت و جبروت کے آگے سر ڈال دیتا، اور یہ دیکھ کر کہ خدا محض اپنے فضل سے بغیر کسی قسم کے استحقاق کے زندگی کی ساری ضروریات نہایت اعلیٰ انتظام سے بہم پہنچاتا ہے، اس کے آگے جبین نیاز ٹیک دیتا، مگر اس کی سرکشی دیکھو کہ وہ تکبر کرتا ہے، وہ اپنے کامون پر فخر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہم نے ڈھیرون مال اُڑا دئے، اور ہمنے یون کیا اور یون کیا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کے کامون کا کوئی دیکھنے والا نہین - ؟ کیا وہ یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ اس کی زندگی کی تمام خفیہ اور آشکارا باتین کسی پر ظاہر نہین ؟ کیا جس نے اسے دیکھنے کے لئے آنکھین دی ہین وہ خود نہین دیکھتا، ؟ نہین وہ خدا، وہ قادر مطلق اس کے تمام کام دیکھ رہا ہے، تو جب ایک ایسا علیم و خبیر، قادر و توانا پروردگار اس پر موجود ہے تو اسے چاہئے کہ اس خدا کے آگے اپنا سر ڈال دے، اس کی اطاعت اپنی زندگی کا فرض قرار دے، اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے تیار رہے جن کے لئے خدا نے اسے پیدا کیا ہے، اور اپنی ہستی کو جو اعلیٰ کامون کے لئے ہے عبث و لاف گوئی مین ضائع نہ کرے، اور دیکھے کہ خدا نے اسے کیا کیا قوتین دی ہین، اور ان سے کیا کیا کام لینا چاہئے،

(۸) اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ (۹) وَلِسَانًا وَّ

کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھین اور زبان اور

شَفَتَیْنِ (۱۰) وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ (۱۱) فَلَا

دو ہونٹ نہین بنائے، اور اس کو ہم نے دو بلند راہین دکھائین، پر وہ

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ،

اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کی،

اے انسان! تجھے معلوم ہے کہ جس دشوار گذار راستہ مین تجھے گذر کرنا چاہیئے تھا وہ کیا ہے؟ وہ دو بڑے کاموں کا نام ہے،

(۱) پہلا کام یہ ہے کہ دنیا مین رہ کر دنیا والون کے ساتھ بھلائی کرنا مقید انسان کو آزاد کرنا، خواہ وہ قید غلامی کی ہو یا قرض کی، خواہ وہ مقید غلام زید و عمرو ہو خواہ ایک قوم و ملک ہو، بھوکون کا پیٹ بھرنا، ضرورتمندون کی ضرورتون کو پورا کرنا، کمزورون کی مدد کرنا، غرض جس انساز کی جو ضرورت ہو اپنی طاقت اور مقدرت کے موافق اس کو پورا کرنا، اپنا فرض سمجھو، خواہ وہ اپنا قرابت مند ہو، عزیز ہو، یا کوئی غیر ہو، اس مین نہ قرابت کی خصوصیت ہے نہ ہم مذہب ہونے کی، نہ ہم خیال ہونے کی شرط ہے نہ ہم وطن ہونے کی، یہ انسانیت کا فرض ہے، اور ہر فرد انسان کے لئے ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مخلوق کے لئے ہے خواہ وہ انسان ہو یا بے زبان جانور، رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (تم زمین والون پر رحم کرو، آسمان والا (خدا) تم پر رحم کرے گا) یہی انسان کا سب سے بڑا فرض ہے جس کے بغیر ادا کئے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہین ماں ان کامون کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ انسان خدا کو ہمیشہ پیش نظر رکھے ایمان نہایت مضبوط ہو، یہ یقین رکھے کہ جو کچھ مین کر رہا ہون یا کر سکتا ہون سب اسی خدا کی رحمت و فضل ہے، کہ اس نے قوتین دی ہین، اُن قوتون کے درست رکھنے کے سامان مہیا کر دئے ہین، پھر ان قوتون کے صحیح استعمال کا

کیوں ان اعلیٰ فرائض کو پورا نہیں کرتا، ؟ وہ کیوں اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا، جب وہ انسان بنایا گیا ہے، جب اسے تمام حیوانات سے اونچے درجے پر پہنچایا گیا ہے، تو وہ کیوں نہیں سمجھتا کہ میرے فرائض بھی اور تمام حیوانات سے زیادہ سخت ہیں، وہ اپنی ساری زندگی، اپنی تن پروری، اور کھانے کمانے میں، اور مال جمع کرنے میں صرف کر دیتا ہے، اور یہ نہیں دیکھتا کہ جس جسم کو درست اور صحیح رکھنے کے لئے وہ سارا وقت گذار دیتا ہے، وہ جسم کس کام کے لئے ہے، ؟ ظاہر ہے کہ جس ہستی کے تندرست رکھنے کے لئے دنیا کے اندر یہ اعلیٰ انتظامات کئے گئے ہیں، اور خود انسان دن رات اسی ہستی کے ضروریات مہیا کرنے میں صرف کر دیتا ہے، ایسی اعلیٰ ہستی کا مقصد بھی ضرور عظیم الشان اور اہم ہوگا، مگر کس قدر افسوس ہے کہ انسان کو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی، اس کا فرض ہے کہ اس مقصد کو دریافت کرے اس کے تمام دشوار گذار مراحل طے کرنے میں اپنی جان لڑا دے، مگر اس کی غفلت اور ناعاقبت اندیشی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اس طرف بھول کر بھی توجہ نہیں کرتا،

(۱۲) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ (۱۳) فَكُّ رَقَبَةٍ

اور تو کیا جانے کہ وہ گھاٹی کیا ہے ؟ گردن آزاد کرنا

(۱۴) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (۱۵) يَتِيمًا

یا بھوک کے دنوں میں کھانا کھلانا، قرابت

ذَا مَقْرَبَةٍ (۱۶) أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۱۷) ثُمَّ

دار یتیم کو یا خاک افتادہ محتاج کو، پھر

كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

ہوان لوگوں میں جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی

(۱۹) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ

اور جولوگ ہماری آیتون کا انکار کرتے ہین یہی لوگ شامت والے

الْمَشْئَمَةِ (۲۰) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ط

ہین، ان کو آگ مین ڈال کر دروازے بند کر دئے جائین گے،

جولوگ ان باتون کو نہین مانتے، اور خدا کی ان کھلی آیتون کا انکار کرتے ہین اور ان احکام پر پابند ہونا نہین چاہتے، یہی لوگ بدبخت اور بدنصیب ہین، جو اپنی اس ہٹ دھرمی، اور بداخلاقی کی سزا جہنم کی آگ مین بھگتین گے،

طریقہ بھی بتا دیا ہے،

(۲) دوسرا کام یہ ہے کہ دوسرون کو صبر و رحمت کی نصیحت کرتا رہے خود اچھے کام کرے اور تمام لوگون کو ان کامون پر آمادہ کرتا رہے، انھین بتلائے کہ انسانی ہمدردی کرنا، ان کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاو کرنا، انکی غمخواری کرنا تمہارا فرض ہے، انھین اس بات پر تیار کرے کہ وہ اپنی ذمہ داریون کو محسوس کرین، اپنے فرائض معلوم کرین، اور پھر انھین پورا کرین، انھین یہ بھی جتلادے کہ ان اعلیٰ کامون مین مزاحمتین ہون گی، رکاوٹین پیدا ہون گی، روڑے اٹکائے جائین گے، مخالفتین کی جائین گی، تکلیفین اور پریشانیان بھی پیش آئین گی، مگر ایک جوانمرد، ایک بلند ہمت، اور حوصلہ مند انسان کے پاس ایسا مصمم عزم، ایسا راسخ اور مضبوط ارادہ ہونا چاہیئے جسے لے کر ان تمام دقتون اور پریشانیون سے گذر کر اپنا کام پورا کرے اور منزل مقصود تک پہنچ جائے کہ صبر اسی کا نام ہے،

(۱۸) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ،

یہی لوگ برکت والے (خوش نصیب) ہین،

جو لوگ خود یہ کام کرتے ہین، اور دوسرون کو ان کامون کی نصیحت کرتے ہین وہی کامیاب اور خوش نصیب ہین، جو آئندہ زندگی مین اپنے ان کامون کی اعلیٰ درجہ کی جزا پائین گے، اور جو یہ دونون کام نہین کرتے، یا ایک کرتے ہین اور ایک چھوڑے ہوئے ہین، وہ سمجھ لین کہ اسلام کے فیصلہ کے مطابق وہ کامیاب زندگی نہین بسر کر رہے ہین، سورۂ عصر مین یہی بتایا گیا ہے، جس کی تفصیل انشاء اللہ آئے گی،

شہادت پیش کرتا ہے، بسا اوقات یہ فطرتی دلائل قسم کے طرز میں بیان ہوتے ہیں، جیسا اس سورت میں اور بہت سی دوسری سورتوں میں ہے، بسا اوقات ان امور کو ذکر کرکے صاف کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ نشانیاں ہیں، یہ دلیلیں ہیں، ان پر غور کرو، عقل ہے تو انھیں سمجھو، چنانچہ اس قسم کی چند آیتیں ہم بیان کرتے ہیں،

(۱) بیشک آسمان و زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتی ہیں، اور پانی میں جس کو خدا آسمان سے اوتارتا ہے اور اس سے زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں، اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کئے ہوئے رہتے ہیں بے شک ان سب میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ،

(بقرہ - ۱۶۴)

(۲) بے شک آسمان و زمین کی بناوٹ میں، اور دن اور رات کے آنے جانے میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں،

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

(آل عمران - ۱۹۰)

(۳) اور خدا کی نشانیوں میں سے

وَمِنْ آيٰتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ

سورۂ شمس

مکی — ۱۵ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (۲) وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا

سورج کی قسم اور اس کی دھوپ کی، اور چاند کی جب اس کے بعد آئے

(۳) وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (۴) وَالَّيْلِ اِذَا

اور دن کی قسم جب اس کو ظاہر کرے، اور رات کی قسم جب اس

يَغْشٰهَا (۵) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (۶) وَالْاَرْضِ

کو ڈھانک لے، اور آسمان کی اور اس کے بنائے جانے کی، اور زمین کی

وَمَا طَحٰهَا،

اور اس کے پھیلائے جانے کی،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو پاکیزہ اخلاق و اعمال سے مزین کریں وہ کامیاب ہیں، اور جو اپنے آپ کو بداعمالیوں سے خاک میں ملادیں وہ ناکام ہیں، اس دعوے پر تین طرح کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں، پہلی شہادت مناظر فطرت کی، دوسری خود نفس انسان کی تیسری تاریخی واقعہ کی،

(۱) مناظر فطرت کی شہادت

قرآن کا یہ عام اسلوب ہے کہ اپنے دعاوی کے ثبوت میں مناظر فطرت کی

عارف نے کہا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر موشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

مگر خدا ان سب کو چھوڑ کر صرف ان بڑے بڑے عظیم الشان مخلوقات کا ذکر کرتا ہے، جن کی مصلحتوں اور حکمتوں، جن کی دلالتوں اور شہادتوں کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکے، چنانچہ ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے انھیں مناظر فطرت، نجوم و شمس و قمر پر غور کر کے خدا کو پہچانا اور اسی کا ذکر کرتے ہوئے خدا نے فرمایا ہے، تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ (یہ ہماری دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو بتائیں) تو اس آیت میں خدا نے ان مخلوقات کو دلیل قرار دیا ہے، اس لئے اب یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ امور قرآن میں جہاں کہیں گئے ہیں محض شہادت پیش کرنے اور دلیل دینے کے لئے ہیں، خواہ صاف الفاظ میں اس پر حجت اور نشانی کا لفظ بولا گیا ہو یا قسم کے طرز میں ان چیزوں کا ذکر ہو، مقصد ہر حال میں ایک ہے،

اس سورت میں بھی سورج چاند، رات دن، آسمان و زمین کی شہادت پیش کی گئی ہے، جو خدا کی قدرت، اس کی تدبیر و حکمت، اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں، جن کے بعد جزا سزا کا انکار ممکن نہیں، اور پھر سورج اور چاند کی روشنی، رات کی تاریکی دن کی نورانیت، آسمان کی بناء زمین کی ہمواری کو ذکر کر کے یہ دکھایا گیا ہے کہ اس عالم کے اندر جس طرح نور و ظلمت، روشنی و تاریکی، بلندی و پستی ہے، اسی طرح انسانی نفس کے اندر بھی جو عالم صغیر سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ باتیں پائی جاتی ہیں، جس طرح آفتاب و ماہتاب کی روشنی سے سارا عالم منور ہو جاتا ہے، جو چیز آفتاب کے نور کے سامنے

آسمان وزمین کی پیدائش اور تمہاری زبانون اور رنگون کے اختلافات ہین، بیشک اس مین بھی علم والون کیلئے نشانیان ہین،

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ،

(روم - ۲۲)

(۴) اور خدا کی نشانیون مین سے تمہارا رات اور دن مین سونا اور اس کا فضل ڈھونڈنا ہے، جو لوگ بات سنتے ہین ان کے لئے اس مین بھی ضرور نشانیان ہین،

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (روم - ۲۳)

(۵) اور رات اور دن، سورج اور چاند خدا کی نشانیون مین سے ہین،

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (حٰمٓ سجدہ - ۳۷)

(۶) اور خدا کی نشانیون مین سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہین،

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ،

(روم - ۲۵)

(۷) اور آسمان کی طرف (کیون نہین دیکھتے) کہ کیونکر بلند کئے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کسطرح پھیلائی گئی،

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ، وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ

(غاشیہ - ۱۹)

آن تمام آیتون سے صاف ظاہر ہے کہ خدا اپنی مخلوقات مین سے ان بڑی چیزون، آسمان وزمین، شمس وقمر، لیل ونہار وغیرہ کو خود اپنے ثبوت، اپنی توحید، اور اپنی صفات یعنی قدرت، وعلم، حکمت وتدبیر، اور معاد و مجازاۃ پر بطور نشانیون اور دلیلون کے پیش کرتا ہے، گو مخلوقات کا ہر ذرہ اس خدائے قدوس کی صنعت وحکمت پر کافی دلیل ہے، جیسا کسی

نہین کہ اچھا انجام اور بُرا انجام ملے،

(۲) نفس انسانی کی شہادت

(۷) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا (۸) فَاَلْهَمَهَا

اور نفس کی قسم اور اس کو جو درست بنایا ہے، پھر اس کے دل مین اس کی

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا،

بُرائی اور اس کے تقوی کی شناخت دی ہے،

نفس انسان اور اس کی اعلیٰ ساخت، پھر خدا نے فجور و تقوی کا جو الہام اس کو کیا ہے، یہ بھی اس پر شاہد ہین کہ جو اپنی اصلاح کرے اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق کے ساتھ پاکیزہ بنائے، وہ کامیاب ہے، اور جو بداخلاقی مین مبتلا رہے وہ ناکام، اور پھر ان اعمال کی جزا و سزا ملنی ضروری ہے، یہ خود نفس انسانی کی شہادت ہے جس کے متعلق قرآن مین جابجا ذکر ہے، کہ ہم، لوگون کو ان کے نفس کی اندرونی نشانیون کی طرف توجہ دلاتے ہین،

(۱) عنقریب ہم ان لوگون کو اپنی نشانیان دنیا کے اطراف مین اور خود ان کے اندر دکھائین گے یہانتک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ یہ بات حق ہے،

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ،

(حٰمٓ سجدہ - ۵۳)

(۲) اور یقین رکھنے والون کے لئے زمین مین نشانیان ہین اور خود تمہارے نفوس مین آس کو پاتے کیا تم نہین دیکھتے؟

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ،

(ذاریات - ۲۰)

آجائے وہ روشن ہوجاتی ہے، اور پھر آفتاب کے چلے جانے سے سارا عالم تیرہ وتاریک ہوجاتا ہے، اسی طرح انسانی نفوس بھی اگر سچی تعلیم کی روشنی مین آئین تو منور اور کامل، اور اس سے الگ ہون تو تاریک و ذلیل وناکام ہوجاتے ہین، ان کی روشنی یہ ہے کہ اپنی فطری کمالات حاصل کرین، اپنے اخلاق کو پاکیزہ کرکے صلاح وتقوی کی روشنی مین آجائین، خدا کی روشن تعلیم پر چلنا اختیار کرین، ان کی بلندی وترقی یہ ہے کہ اعلی اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرین، انسانی کمالات حاصل کرکے اپنے آپ کو بلند مرتبہ پر پہونچائین، ان کی تاریکی وظلمت یہ ہو کہ انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر بداخلاقیون کی گھٹاٹوپ تاریکیون مین مبتلا ہوجائین، جو روشن تعلیم انھین دی جاتی ہے اس سے منہ موڑلین، ان کی پستی یہ ہے کہ جن کمالات کے حاصل کرنے کے لئے انھین انسان بنایا گیا ہے انھین چھوڑ کر بہیمت کے نیچے طبقہ مین چلے جائین، اور باوجود انسان بنائے جانے کے حیوانات سے بھی بدرجہا پست وذلیل ہوجائین۔ بہرحال یہ عالم اور اس عالم کے قدرتی مناظر انسانی نفوس کے لئے بہ منزلہ آئینہ کے ہین جنھین دیکھ کر انسان اپنی حالت پر غور کرسکتا ہے، اور یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب خدا نے ان جسمانیات کے روشن اور منور ہونے کے لئے آفتاب وماہتاب بنائے ہین، تو ضرور انسانی نفوس کے منور اور مکمل کرنے کے لئے بھی کوئی روشنی پیدا کی ہوگی، جس کے سامنے آنے سے نفوس روشن اور پاکیزہ اور جس سے علیحدہ ہونے اور منہ موڑ لینے مین تاریک وپست ہوجائین، تو یہ روشنی خدا کی روشن تعلیم ہے، جو وہ اپنے برگزیدہ بندون کی معرفت دنیا مین بھیجتا ہے، جو شخص اس اخلاقی تعلیم کی روشنی مین اپنے آپ کو لاتا ہے وہ کامیاب اور جو نہین لاتا وہ ناکام، اور کامیابی وناکامی کے معنی اس کے سوا اور کچھ

کیون کہ اس کی قوت خراب ہوگئی ہے، تو جب کامون کا اچھا اور بُرا ہونا ایک فیصل شدہ امر ہے جس پر ہر انسانی نفس خود شاہد ہے، تو پھر ضرور ہے کہ اچھے کامون کے اچھے اور بُرے کے بُرے نتیجے نکلین، کیون کہ اچھے اور بُرے ہونے کے اس کے سوا اور کچھ معنی نہین کہ اس کا انجام اور نتیجہ اچھا اور بُرا ہو، اسی کا نام جزا اور سزا ہے،

(۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (۱۰) وَقَدْ خَابَ مَنْ

بیشک وہی کامیاب ہے جو نفس کو پاکیزہ رکھے، اور وہی نامراد ہو جو اسے

دَسّٰىهَا،

خاک مین ملا دے،

یہ ہے اصل دعوی جس پر اول ان مناظر فطرت پھر نفس انسانی کی شہادت پیش کی گئی، یعنی ان شہادتون کے بعد یہ امر واضح ہوگیا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک و صاف کیا وہ کامیاب رہا، اور جس نے بداخلاقیون سے اپنے نفس کو خاک مین ملایا وہ ناکام ہے، اور دونون یقیناً اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا پائین گے،

(۳) تاریخی شہادت

(۱۱) كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا (۱۲) اِذِ انْۢبَعَثَ

اپنی سرکشی کے سبب ثمود نے (پیغمبر کو) جھٹلایا، جب کہ ان مین کا

اَشْقٰىهَا (۱۳) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ

بڑا شقی اوٹھا تو خدا کے رسول نے ان سے کہا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے

اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (۱۴) فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا،

اس کو پانی پینے دیا کرو، مگر انہون نے اس کو جھٹلایا اور اونٹنی کے

ان دونون آیتون مین بتایا گیا ہے کہ خود انسانی نفوس کے اندر خدا کی نشانیان موجود ہین، ان پر لوگ کیون نہین غور کرتے، اسی طرح سورۂ قیامۃ مین نفس انسانی کی شہادت جزا و سزا پر بطور قسم کے پیش کی گئی ہے، وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یعنی خود نفس انسانی جو بُرے کامون پر ملامت کرتا ہے، معاد و مجازاۃ پر شاہد ہے،

اسی طرح اس سورت کے اندر نفس کو اور اس کی اس قوت ممیزہ کو جو تقوی اور فجور، اچھے اور بُرے کامون مین فرق کرتی ہے، اور کامون کے حسن و قبح کا فیصلہ کرتی ہے، شہادت مین پیش کیا گیا ہے، انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے، اور اپنے نفس کی ساخت کو دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا نفس خود ہر اچھے کام پر مطمئن اور خوش، اور بُرے عمل پر کبیدہ، مکدر، اور نادم ہو جاتا ہے، اگر اعمال کے اندر اچھائی اور بُرائی نہین تو پھر اس کے کیا معنی کہ ہم ایک کام کرتے ہین جس مین ظاہرا کوئی اپنا جسمانی نفع نہین، مگر دل کو اس سے راحت و سرور حاصل ہوتا ہے، اور ایک دوسرا کام کرتے ہین جس مین گو جسم کو لطف و سرور حاصل ہو، مگر طبیعت اس سے منقبض ہوتی ہے، دل اندر ہی اندر نادم ہو جاتا ہے، اور خود اپنے اوپر نفرین کرتا ہے، حالانکہ نہ کسی نے دیکھا ہے نہ سنا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود انسانی نفوس کے اندر خدا نے اچھے اور بُرے مین فرق کرنے کی قوت دی ہے، جس سے انسان نیک و بد مین تمیز کر سکے، ہان ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بُرے کام کرتے کرتے انسان عادی ہو جاتا ہے، پھر اس کی قوت ممیزہ جاتی رہتی ہے اس لئے یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ بُرا کام اچھا ہو گیا یا کامون کی اچھائی اور بُرائی کوئی چیز نہین، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اسے بھلے بُرے کی تمیز نہ رہی، اس کی مثال ٹھیک مریض کی سی ہے جسے مزہ دار چیزین بدمزہ لگتی ہین

اور تمکو معلوم ہے کہ ہمنے ان کے ساتھ کیسا کیا، اور ہمنے تمہارے لئے مثالین بھی بیان کردین،	كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ، (ابراہیم - ۴۵)

ثمود کو دیکھو جن کے پاس صالح (عَلَيْهِ السَّلَام) خدا کے احکام لے کر آئے اور ان کی سرکشی و بداخلاقی سے انھیں روکا، مگر ان لوگوں نے نہ مانا، اور ان کو جھٹلایا، اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی، پھر اس جرأت کی انتہا دیکھو کہ ان کی اونٹنی کو ان سبھوں نے مار ڈالا، اور پھر یہ طے کیا کہ ان کو بھی قتل کر دینا چاہئے،

بولے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور اس کو اور اس کے لوگوں کو شب خون ماریں گے پھر ہم اس کے وارثوں سے کہدیں گے کہ اسکے لوگوں کے ہلاک ہوتے وقت ہم تو حاضر بھی نہ تھے، اور ہم سچ کہتے ہیں اور انہوں نے ایک تدبیر کی اور وہ نہیں جانتے تھے، تو دیکھ لے ان کے مکر کا کیا انجام ہوا، کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو، سب کو ہلاک کر ڈالا،	قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ، (نمل - ۴۹)

مگر صالح اور انبیا کا قتل جو دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہایت عظیم الشان جرم ہے، جو تمام جرم سے بڑھا ہوا ہے، اور کوئی قوم ایسا ارادہ کرے تو خدا کا عذاب اسے ہلاک کر دیتا ہے اسی لئے جب انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا، اور دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ صالح کو قتل کریں، خدا نے انھیں

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰىهَا،
باؤں کا ٹ ڈالے تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب ان کو ہلاک
کر ڈالا۔ اور سبھوں کو برابر کر دیا،

قرآن کے اندر اس قسم کے تاریخی واقعات سے اکثر شہادتیں لائی گئی ہیں، تاکہ دلائل کے ساتھ عملی ثبوت دیکھ کر لوگ زیادہ توجہ کریں، اسی لئے عموماً ایسی قوموں کے واقعات قرآن میں آتے ہیں جو یا تو عرب کی تھیں، یا اس کے قرب وجوار کی عاد وثمود وغیرہ عرب ہی کی گذشتہ قومیں تھیں، جن کے واقعات عرب کے زبان زد تھے، ان کے شعرا اپنے قصیدوں میں ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے، ان کے ملکوں اور باقی ماندہ آثار پر ان کا گذر ہوتا تھا، اس لئے ایسے واقعات کی طرف ان کی توجہ مبذول کرنے میں زیادہ توقع ہے، کہ ان کے دلوں پر اثر ہو، خود قرآن کے اندر ان واقعات کے ذکر میں آیا ہے،

(۱) اور عاد اور ثمود، اور تم کو ان کے رہنے کی جگہ معلوم ہی نہیں

وَعَادٌ وَّثَمُوْدُ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ،
(عنکبوت - ۳۸)

(۲) ہمنے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو یکبارگی ہلاک کر ڈالا، اور یہ ان کے گھر ویران پڑے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا، بیشک اس میں جاننے والوں کے لئے ایک نشانی ہے،

اِنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
(نمل - ۵۱)

(۳) اور تم ان لوگوں کے مسکنوں میں رہے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ

(۱۵) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا،

اور خدا اس کے انجام کی پروا نہیں کرتا،

یا کسی قوم کی حالت اس قدر بگڑ جائے کہ سنبھلنے کی صلاحیت اس میں نہ رہے تو خدا کا عذاب آتا ہے، اور اس بداعمالی کا انجام اسے تباہ کر دیتا ہے، اور پھر خدا کو اس کے بدانجام کا افسوس و رنج نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے محض حکمت و تدبیر، مصلحت و عدل پر مبنی ہوتا ہے، اگر کسی ظالم و بداخلاق قوم کو ہلاک کرتا ہے تو اس میں عام مخلوق پر اس کی رحمت ہوتی ہے، وہ کوئی کام کسی طمع یا خوف یا غلطی سے نہیں کرتا، وہ ان نقصانات سے بالکل منزہ ہے، وہ بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے، دنیا جس نظام پر چل رہی ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جو اس نظام فطرت کے خلاف کام کرے وہ تباہ کر دیا جائے تاکہ تمام دنیا اس کے بُرے اثر سے محفوظ رہے، اس جملہ کی ایک خاص ضرورت یہ بھی تھی کہ بائبل کے اندر اس قسم کی باتیں داخل کر دی گئی ہیں کہ "خدا اپنے دل میں بہت غمگین ہوا" اور "اس نے بہت افسوس کیا کہ کیوں انسان کو بنایا" طوفان نوح کے متعلق ہے کہ خدا نے اپنے دل میں عہد کیا کہ آئندہ کبھی انسان کی وجہ سے زمین پر لعنت نہ کروں گا، اور کبھی تمام جانداروں کو ہلاک نہ کروں گا، کیونکہ قرآن جس طرح ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح ان کے اختلافات اور غلط آمیزیوں کا فیصلہ بھی کرتا ہے،

اور ہم نے تجھ پر کتاب برحق نازل کی ہے کہ جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی تصدیق کرے، اور ان کی محافظ بھی ہو،

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ،

(مائدہ ۵-۴۸)

❊ ❊ ❊

ہلاک کردیا، اور ان کی بداخلاقیوں کے بُرے نتائج نے آن کر انہیں گھیر لیا اور سب کے سب تباہ و برباد کردئے گئے،

خدا کی یہ مستمرہ عادت ہے کہ لوگوں کے بداعمالیوں کا فوراً مواخذہ نہیں کرتا، ان کو مہلت اور موقع دیتا ہے، کہ وہ کسی وقت متنبہ ہوں، اور ان بُری باتوں سے باز آئیں، مگر جب انسانی شقاوت کی انتہا ہوجاتی ہے، وہ اپنے تمرد و سرکشی میں حد سے زیادہ تجاوز کرجاتے ہیں، انسانیت کا جوہر ان سے بالکل مفقود ہوجاتا ہے، اور ان کی بہیمیت اور درندگی کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ صالحین و انبیا، اور ان لوگوں کو دنیا سے فنا کردینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں، جو دنیا کی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتے ہیں، جو اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لئے دیدیتے ہیں، تو پھر خدا کا عذاب آتا ہے، اور قوم کی قوم تباہ ہوجاتی ہے، یہ محض خدا کی رحمت ہے کہ وہ مہلتیں دیتا ہے، اپنے بڑے بڑے مناظر قدرت کی نشانیاں یاد دلاکر، پیغمبروں کو بھیجکر اپنی طرف بلاتا ہے، انجام کی طرف توجہ دلاتا ہے، جزا و سزا کی حقیقت ان کے ذہن نشین کراتا ہے، ان کے فرائض انھیں بتاتا ہے، ورنہ خدا اگر ہر جرم پر فوراً مواخذہ کرے، اور یقیناً یہ خلاف عدل نہیں، تو ایک انسان بھی آج روئے زمین پر نظر نہ آئے،

اور اگر خدا لوگوں سے ان کے ظلم کا مواخذہ کرتا تو ایک چلنے والی چیز بھی روئے زمین پر نہ چھوڑتا، مگر وہ ایک مقررہ وقت تک ان کو مہلت دئے ہوئے ہے،

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى،

(نحل - ۶۱)

کوشش نظر آرہی ہین، مگر کامیابی کا معیار سب کے لئے یکساں ہے، جو لوگ
ان اثرات سے متاثر ہوکر اپنی زندگی کے اصل مقاصد کو بھول جاتے ہین، اور
غلط مقصد پیش نظر رکھ کر اسی مین اپنی زندگی صرف کر دیتے ہین، وہ ناکامیاب
ہین، اور جو اپنے اصل مقصد پیش نظر رکھتے ہین اور ان خارجی موانع کو ہمت
و استقلال سے دفع کرتے ہین وہ کامیاب ہین، کیونکہ یہ دنیا ایک امتحان
اور ابتلا کی جگہ ہے، انسان کو چاہئے کہ یہان رہ کر اپنی حقیقت کو نہ بھولے
اپنے اعلیٰ مقصد کو نہ چھوڑے، اس فانی ہستی، اور ان ناپائدار لذتون مین منہمک
ہوکر اپنے انجام اور آئندہ زندگی کو نہ فراموش کر دے، اس دنیا کو امتحان کا
ایک کمرہ سمجھے، جس مین آرائش کا پورا انتظام ہے، جا بجا گلدستے رکھے ہوئے
ہین، اچھی اچھی خوبصورت تصویرین آویزان ہین، سامنے ایک سرسبز و شاداب
باغ ہے، کھانے پینے کی بھی مکلف سامان مہیا ہین، امتحان دینے والے کو چاہئے
کہ اپنے اس محدود تین گھنٹہ مین جو اسے امتحان دینے کے لئے ملے ہین، سب سے
زیادہ فکر، اور سب سے زیادہ توجہ اور کوشش اپنے پرچے لکھنے اور پھر ان کو کامیاب
بنانے مین صرف کرے، اس کمرہ کی آرایش بھی دیکھے، اور آنکھون کو راحت پہونچائے
مگر اس طرح کہ اصل کام مین حرج نہ ہو، ان تصویرون کو بھی دیکھے، اور ان خوبصورت
گلدستون کو چھوئے، ان کی خوشبو لے کر دماغ کو تر و تازہ کرے، کیونکہ یہ چیزین
اسی لئے رکھی گئی ہین، مگر ان پھولون مین ایسا محو نہ ہو کہ پرچہ ادھورا رہ جائے، کھانا
بھی کھائے اور وقت نکال کر کچھ دیر باغ کی سیر بھی کرے، روشون پر پھر کر تازہ ہوا بھی
لے، مگر ان تمام حالتون مین اصل مقصد اس کے پیش نظر رہے، پرچہ لکھنے کا خیال
لگا رہے، ایسا نہ ہو کہ وہ باغ مین ٹہلتا رہے، کھانے مین لطف حاصل کرتا رہے
اور امتحان کا وقت ختم ہو جائے، اور بزور اسے اس کمرہ سے باہر کر دیا جائے،

سورۂ لیل

مکی - ۲۱ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى (۲) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى

رات کی قسم جب وہ ڈھانک لے، اور دن کی قسم جب وہ روشن ہو

(۳) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى (۴) إِنَّ

اور مرد و عورت کی پیدائش کی قسم، کہ تمہاری

سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى،

سعی بیشک مختلف ہے،

دن رات کا اختلاف، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی، ان مختلف حالتوں کا دنیا پر مختلف اثر پڑتا ہے، نباتات حیوانات پر تغیر و تبدل اوقات اور زمانہ کے مختلف اثرات پڑتے ہیں، خود انسان بھی جس کی فطرت میں خاص صلاحیت و استعداد رکھی گئی ہے، اور جو ایک اعلیٰ مقصد لے کر دنیا میں آتا ہے وہ بھی ان مختلف بیرونی اثرات سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اپنے اصل مقصد کو فراموش کر بیٹھتا ہے یا پھر خود یہی اندرونی صنفی امتیازات، جو مرد و عورت میں خدا نے قائم کئے ہیں ان سے متاثر ہو کر اختلاف مقاصد اور اختلاف خیالات میں پڑ جاتا ہے، کوئی علم کا شیدائی ہے تو کوئی مال و دولت کا، کسی کو اچھے کاموں سے دلچسپی ہے تو کوئی بداخلاقیوں پر مٹا جاتا ہے، کوئی انجام بین ہے، اور کوئی ناعاقبت اندیش غرض یہ کہ ان غیر محدود خارجی اثرات کی وجہ سے غیر محدود مقاصد، اور غیر محدود

اور جو انسانیت کے حقوق کو پامال کرے، اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی نہ کرے، ضرورتمندوں کو دیکھے اور اس کا دل نہ پسیجے، مظلوموں کو دیکھے اور اسے رحم نہ آئے، بداعمالیوں کا شیطان اس کے سر پر اس طرح سوار ہو کہ اسے اپنے انجام کی ذرا پروا نہ ہو، اچھی باتیں جو اسے اسی کے نفع کے لئے بتائی جائیں نہ مانے تو گو اسے خبر نہیں مگر درحقیقت اپنے بدانجام کے لحاظ سے وہ ایسے دشوار گذار راستہ پر چل رہا ہے، جس کی انتہا تباہی و ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں، تو جو انسان ایسا ہے اس کے لئے اس مہلک اور خطرناک راہ میں چلنا آسان ہو جاتا ہے، اس کی انسانیت کا جوہر رفتہ رفتہ اس قدر فنا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے انجام کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی، اور وہ نہایت آسانی اس مہلک راہ کو طے کرتا چلا جاتا ہے، مگر جب راستہ ختم ہوگا وہاں اس کے سارے برے اعمال سخت سے سخت عذاب کی صورت میں آکر اسے گھیر لیں گے، اور یہ چلتے چلتے یکبارگی وہ ایسے غار میں گر پڑے گا، جہاں بجز تکلیف و مصیبت درد و دکھ رنج و مشقت کے اور کچھ نظر نہ آئے گا، وہاں یہ ساری چیزیں، یہ مال و اسباب جن کے برتے پر اسے انجام کی بھی فکر نہ تھی، جنھیں اس نے گاڑ گاڑ کر رکھا تھا کچھ کام نہ آئیں گے، وہاں معاملہ انھیں اعمال کے لحاظ سے ہوگا، جو یہ اپنی زندگی میں کر گیا ہے،

(۱۲) إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ (۱۳) وَ

ہدایت کرنا ہمارا ذمہ ہے، اور آخرت

إِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ،

اور دنیا دونوں ہمارے ہی ہیں،

سیدھی راہ بتانا، فطرتی اصول کی تعلیم دینا اور تکمیل انسانیت کے قوانین

کیونکہ بجز حسرت و افسوس کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ یہی حال دنیا کا ہے زمانہ کے تغیرات، موسم اور فصل کا تبدل، اور دنیا کی یہ ہزارون مختلف چیزین انسان پر مختلف اثر ڈالتی ہین، مگر انسان کو چاہئے کہ ان تمام امورین پڑکر بھی اپنے اصل مقصد کو فراموش نہ کرے، اور مختلف طریقۂ زندگی مین رہ کر بھی اپنے فرائض نہ چھوڑے

(۵) فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ (۶) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ

تو جس نے دیا اور تقوی اختیار کیا، اور اچھی بات کو مانا،

(۷) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ،

ہم عنقریب آسان راہ مین اس کے لئے آسانی پیدا کردین گے،

تو جو شخص دنیا کے اس عجائب خانہ مین رہ کر اپنے مقصد کو نہ بھولے، بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتا رہے، ضرورتمندون کی ضرورتین پوری کرتا رہے محتاجون کو دیتا رہے، کہ انسانیت کا اعلیٰ ترین فرض اور مذہب کی تعلیم کا اہم باب یہی ہے، ہر اچھی بات مان لے، اور ہمیشہ ہر اچھی بات مان لینے کے لئے تیار رہے اپنے انجام کا خیال رکھے، اور بداخلاقی کے برے نتائج سے ڈر کر اپنے آپ کو ان گندگیون سے پاک وصاف رکھے، تو ہم یہ فطری آسان راہ جس پر یہ چلنا چاہتا ہے اس کے لئے نہایت آسان کردین گے،

(۸) وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ (۹) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ (۱۰) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ (۱۱) وَمَا

اور جو شخص بخل کرے اور بے پروائی کرے، اور اچھی بات کو جھٹلائے، ہم اس کے لئے سخت راہ کو آسان کردین گے، اور جب

يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ،

وہ ہلاک ہونے لگے گا اس وقت اس کا مال کچھ بھی اس کے کام نہ آئے گا،

تُجْزٰی (۲۰) اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی

جا رہا ہو، بلکہ صرف اپنے رب عالیشان کی خوشنودی چاہتا ہے

وَلَسَوْفَ یَرْضٰی،

اور عنقریب وہ خوش ہوگا،

ہان جو لوگ بُرے انجام سے ڈرتے ہین، سچی تعلیم پر عمل کرتے ہین، دنیا مین رہ کر دنیا والون کے ساتھ ہمدردی کرتے ہین، ان کی بھلائی کرتے ہین، ان کو دیتے ہین، اور اپنے آپ کو ان پاکیزہ اخلاق سے پاک و صاف بناتے ہین، اور دیتے بھی ہین تو محض اس لئے کہ خدا کی مخلوق کو آرام ہو، خدا خوش ہو، کسی قسم کا بدلہ نہین مانگتے، نہ کسی کا ان پر احسان ہے، جس کی غرض مین دیتے ہون، بلکہ محض خدا کی خوشنودی کی خاطر دیتے ہین، اور دنیاوی فانی منافع کی ناپاک محبت سے دل کو پاک رکھتے ہین، وہ اس دہکتی ہوئی آگ سے محفوظ رہین گے، بلکہ اس کے علاوہ انھین اچھی سے اچھی نعمتین ملین گی، وہ یہ کہ خدا ان سے خوش ہوگا اور یہ ایک ایسی بڑی نعمت ہے کہ دنیا کی ساری ممکن سے ممکن نعمتین اس کے آگے گرد ہین، ایک محبت والے دل سے پوچھ دیکھو کہ دنیا مین کوئی ایسی نعمت ہے جو محبوب کی خوشنودی سے زیادہ قیمتی ہو؟

سکھانا ہمارا کام ہے، اور اسی لئے ہم اپنے احکام اپنے برگزیدہ بندوں کی معرفت تمہارے پاس بھیجتے ہیں، اب اس پر بھی کوئی متنبہ نہ ہو، اور اپنے آپ کو نہ سنبھالے وہ خود اپنا بدانجام دیکھ لے گا، یہ دنیا اور وہ جو بعد میں آنے والی ہے سب ہمارے قبضۂ قدرت کے اندر ہے، لوگ جو کچھ کر رہے ہیں سب ہمیں معلوم ہے، وہ دنیا میں ہیں جب بھی ہمارے احاطۂ قدرت میں ہیں مر کر بھی وہ ہماری حکومت سے باہر نہیں ہو سکتے، اس لئے ان کو خوب متنبہ ہونا چاہئے، کہ کسی حال میں چھٹکارا نہیں ہے، نجات کی صورت صرف یہی ہے کہ اپنے فرائض پورے کریں، اور آدمی بنے رہیں،

(۱۴) فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى (۱۵) لَا يَصْلٰىهَآ

میں نے تم کو شعلہ مارنے والی آگ سے ڈرا دیا ہے، اس میں صرف وہی

اِلَّا الْاَشْقَى (۱۶) الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

داخل ہوگا جو نہایت بدبخت ہے، جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر لیا،

ہم تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرائے دیتے ہیں، جو بداعمالیوں کی سزا ہوگی ناکام لوگوں کا انجام ہوگا، یہ انھیں بدبختوں اور سرکشوں کے لئے ہے، جو حق کو جھٹلائیں خدا کی سچی تعلیم اور سچے تعلیم دینے والوں کی تکذیب کریں، اور جو راستہ انھیں اُنکی فطرت انسانی کو مکمل کرنے کا بتایا جائے اس سے پیٹھ پھیر لیں، اور اپنے انجام سے بالکل بے خوف ہو بیٹھیں،

(۱۷) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (۱۸) الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ

اور پرہیزگار اس آگ سے محفوظ رکھا جائیگا، جس نے مال دے کر اپنے کو

يَتَزَكّٰى (۱۹) وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ

پاکیزہ بنایا، اور کسی کا اس پر احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا

آئندہ بارہ گھنٹے محنت کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اور کیا اگر وہ اس طرح لگاتار محنت کرتا تو وہ دنیا میں زندہ رہ سکتا؟ تو دن کے بعد رات کا آنا خدا کی بڑی رحمت ہے، اور بڑی مصلحت اس میں ہے کہ دن کو جو کام کیا، جو باتیں سیکھیں، رات میں اس کو پوری طرح گرفت میں لے آئیں، تاکہ دوسرے دن اسی تیاری اور مستعدی کے ساتھ تازہ دم ہو کر دوسرے کام کے لئے تیار ہو جائیں، اسی طرح وحی کے معاملہ کو سمجھو، ہر وقت جو وحی نہیں آتی اس کا مقصد یہ ہے، کہ ان خالی اوقات میں اس تعلیم کو اپنے دل میں راسخ کرو، لوگوں کو تعلیم دو، تاکہ دوسری وحی آنے تک اس تعلیم کو لوگوں کے قلوب پوری طرح جذب کر لیں اور آئندہ کے لئے تیار ہوتے رہیں، یہ ممکن تھا کہ ایک ہی دفعہ پورا قرآن مع اناانزل کر دے، مگر اول تو اس کے تحمل کی تاب یکبارگی نہیں ہو سکتی، دوسرے یہ کہ یکبارگی دنیا بھر کی تعلیم نہیں دی جا سکتی، تعلیم کا اصول یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کیجائے ایک ایک بات سکھائی جائے، جس طرح استعداد بڑھتی جائے کورس بڑھایا جاتا رہے، اس لئے اگر بعض ایسے اوقات ہوں کہ ان میں وحی نہ آئے، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو پہلی تعلیم میں پوری طرح راسخ اور پختہ ہو جانے کے لئے پورا وقت ملے، تاکہ آئندہ اس سے اعلیٰ تعلیم نازل ہو، تو دن کے بعد رات کا ایک خاص مصلحت ہے آنا اس امر پر شاہد ہے کہ خدا تجھ سے ناراض نہیں اور نہ اس نے تجھے چھوڑا ہے، بلکہ وحی کا موقوف رہنا اس کی رحمت پر مبنی ہے،

(۴) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى

اور آئندہ حالت گذشتہ حالت سے ضرور تیرے لئے بہتر ہوگی،

سورۂ ضحیٰ

مکی — ۱۱ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالضُّحٰی (۲) وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی (۳) مَا

دن چڑھے کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ ڈانک لے، نہ تیرے

وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی،

رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے،

اس سورت میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تسلی و تشفی دی گئی ہے، اور چند فرائض آپ کو بتلائے گئے ہیں، ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت پر وحی نہیں آئی، کفار نے طعنہ زنی کی اور کہنے لگے کہ خدا نے تمہیں چھوڑ دیا، اور ناراض ہو گیا ہے، اس کے سوا بعض نے اور زیادہ لغو باتیں کہنی شروع کیں، اس پر آپ کی تشفی و اطمینان کے لئے یہ سورت نازل ہوئی

اے پیغمبر تمکو خدا نے چھوڑا نہیں ہے، نہ وہ تم سے ناراض ہوا ہے، چند دن وحی نہ آنے کو خدا کی ناراضی پر محمول نہ کرنا چاہئے، دن اور رات پر ذرا غور کرو، کیا روشن دن کے بعد جو تاریک رات آتی ہے یہ خدا کی ناراضی کی وجہ سے؟ کیا خدا دنیا سے غصہ ہو کر سورج کو ہٹا لیتا ہے؟ نہیں! بلکہ دن کے بعد رات کا ہونا ایک اعلیٰ حکمت اور مصلحت، ایک خاص فضل و رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے کہ دن کو لوگ محنت کریں اور پھر رات کو آرام کریں اگر رات نہ ہوا کرتی تو کیا ممکن تھا کہ انسان بارہ گھنٹے محنت کر کے پھر اسی طرح

گو خود اسلام نہ لائے، مگر جبتک وہ زندہ رہے اسلام کو ان کی وجہ سے بہت بڑا نفع پہونچا، صرف تمہارے ساتھ ہمدردی کرنے کی وجہ سے قریش نے ابو طالب کو معہ ان کے پورے خاندان کے قوم سے الگ کر دیا، مگر انھوں نے تمہارا ساتھ دینا نہ چھوڑا،

(۲) پھر تم اپنی دوسری حالت دیکھو، کہ تم صحیح راہ کی تلاش میں تھے، طلب حق کی پیاس تمہیں لگی ہوئی تھی، اور غار حرا میں جاکر اس پیاس کی بجھانے کی فکر میں رہتے تھے، تو خدا نے تمہیں وہ اعلیٰ راستہ بتایا، اور وہ اعلیٰ تعلیم دی جو تمام دنیا کے لئے اور تمام زمانے کے لئے عام اور ہمیشہ رہنے والی ہے،

(۳) پھر اپنی تیسری حالت دیکھو، کہ تم نادار تھے، کوئی تمہارا ساتھ دینے والا نہ تھا، تو خدا نے تمہیں ہر طرح سے غنی کر دیا، مال بھی تم کو دیا گیا کہ تمہیں اپنی تعلیم کی اشاعت میں مدد ملی، ہمخیال آدمی بھی تم کو ملے جو تمہارے کام میں تمہارے دست و بازو ثابت ہو رہے ہیں، تو یہ گوناگون نعمتیں صاف بتا رہی ہیں کہ جس قسم کی ضرورت تمہیں آتی گئی ہے خدا اسے پورا کرتا رہا ہے ان پر غور کر کے تم آئندہ کے لئے مطمئن ہو جاؤ، اور جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے وہ کرتے رہو، خدا تمہیں ضرور کامیاب کرے گا، اور تمہارے خیالات باحسن وجوہ پورے ہوں گے،

(۹) فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۱۰) وَأَمَّا

تو یتیم پر قہر نہ کر اور سائل کو

سلہ محاورہ میں ایسے جملے کے یہ معنی ہیں کہ یتیم کے ساتھ سلوک کرو، برطرح والدین کے متعلق قرآن میں ہے کہ انہیں اف نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو، اور مطلب یہ ہے کہ ان کی عزت و توقیر کرو ۱۲

(۵) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور تیرا رب تجکو عنقریب (وہ کچھ) دے گا کہ تو خوش ہو جائیگا،

دعی کی تدریجی ترقی کا یہ سلسلہ نہایت حکمت پر مبنی ہے، اور یہی تعلیم کا زرین اور کامیاب اصول ہے، اسی طرح تمہاری ہر آئندہ حالت گذشتہ سے ترقی یافتہ ہوگی، اور خدا تم کو اتنا بہت دے گا کہ خوش ہو جاؤ گے، اور جو تقاضا تمہارے دل کا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی کامیابی اور فلاح کی تعلیم ملے اور تمام دنیا کی اصلاح ہو، خدا ضرور تمہاری منشاد کے مطابق تم کو دیگا،

(۶) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ (۷) وَوَجَدَكَ

کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا؟ تو جگہ دی؟ اور تجھے بھٹکتا

ضَالًّا فَهَدَىٰ (۸) وَوَجَدَكَ عَائِلًا

پایا تو راہ دکھا دی، اور تجھے تنگدست پایا تو

فَأَغْنَىٰ،

غنی کر دیا،

اے پیغمبر تم اپنی پوری زندگی پر شروع سے غور کرو، کہ خدا نے آجتک تمہارے ساتھ کس قدر فضل و احسان کا برتاؤ کیا ہے، تمہاری ہر حالت پہلی حالت سے زیادہ کامیاب اور ترقی یافتہ ہوتی آئی ہے، اس سے بھی تم اندازہ کر سکتے ہو کہ خدا ہرگز تم سے ناراض نہیں،

(۱) سب سے پہلے تم یہ دیکھو کہ تم یتیم پیدا ہوئے، خدا نے تمہیں ایسا ٹھکانہ دیا جس میں تمہاری پرورش نہایت اچھی طرح ہوئی، دادا متکفل ہوئے ان کے بعد چچا ابوطالب کی نگرانی و حمایت میں رہے جن کی حمایتوں کی بنا پر باوجود سخت ترین عداوت کے قریش تمہارا بال بیکا نہ کر سکے، ابوطالب

سورۂ الشرح

مکی - ۸ آیتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سختی کی حالت میں انسان کو نا اُمید نہ ہونا چاہئے، کوئی اہم کام پیش نظر ہو، کوئی اعلیٰ مقصد سامنے ہو اور اس میں دقتیں نظر آئیں تو اسے چھوڑ نہ دینا چاہئے، کوئی کام بغیر مشقت کے نہیں ہوتا، کام جس قدر اہم ہوتا ہے اسی قدر اس میں کوشش اور جان فشانی درکار ہے، اور اتنی ہی دقتیں اور صعوبتیں پیش آتی ہیں تو ان سختیوں کی وجہ سے نا امید اور مایوس کبھی نہ ہونا چاہئے، کیونکہ یہ سختیاں عارضی ہیں، ان کے بعد کامیابی ہی کامیابی ہے، سختی اور تکلیف کے بعد ہمیشہ آسانی اور راحت نصیب ہوتی ہے، کوئی حق امر میں کوشش کرنے والا کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک مستمر فطری قاعدہ ہے،

(۱) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۲) وَوَضَعْنَا

کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہ کھولا؟ اور تجھ سے تیرا بوجھ

عَنْكَ وِزْرَكَ (۳) الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ

اوتار دیا، جس سے تیری پیٹھ ٹوٹی جاتی تھی، اور

(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

تیرا ذکر تیرے لئے بلند کر دیا،

ہر آدمی کے دل میں ایک شوق ہوتا ہے، ایک خاص طرف اس کی طبیعت

(۱) سینہ کشادہ کرنا

تو خدا نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا، اور جو ضرورت آپ نے دنیا کی اصلاح کی محسوس کی تھی خدا نے اس کے لئے اعلیٰ علوم آپ کو سکھائے، آپ کے اس حوصلہ کو وسیع اور ہمت کو زیادہ بلند کر دیا،

(۲) بوجھ ہلکا کرنا

جس گران فرض کا احساس آپ کو تھا، اور جس سخت کام کو آپ نے اپنے ذمہ لیا تھا، خدا نے اس میں آپ کی مدد کی، اور ہر طرح اس میں آسانی پیدا کی، رکاوٹیں جو پیش آتی رہیں، خدا انھیں دفع کرتا رہا، اور ایسا سیدھا راستہ دنیا کی اصلاح کا آپ کو اس نے بتایا کہ آپ کے اس بار گران میں آسانیاں پیدا ہوتی گئیں، ایسے لوگ خدا نے آپ کو دیئے جنھوں نے اس کام میں اپنے آپ کو آنحضرت کا دست و بازو ثابت کر دکھایا،

(۳) ذکر کا بلند کرنا

پھر اس عظیم الشان مقصد میں آپ کو اس قدر کامیابی عطا فرمائی کہ آپ کی یہ آواز، یہ صدائے حق خود آپ ہی کے زمانہ میں دنیا کے اس گوشہ سے لے کر اس گوشہ تک پہنچ گئی،

(۵) فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۶) اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

تو مرد سختی کے ساتھ آسانی ہوگی کیونکہ (یہ مستمرہ قاعدہ ہے کہ) سختی کے ساتھ ہی آسانی ہوا کرتی ہے،

کا میلان ہوتا ہے، اور اسی کام کو سب سے اچھا سمجھتا ہے، اگر وہ مقصد پورا ہوتا نظر آئے تو اس میں جتنی مشقت پیش آئے اس کے جھیلنے کے لئے وہ تیار رہتا ہے، اور اُسے پوری خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے، مگر یہاں جو شخص اپنی پوری زندگی میں اپنی قوم سے اچھا تعلق رکھتا ہے، تمام قوم اس کی عزت کرتی ہے، امین مانتی ہے، سردار بنانے کے لئے تیار ہے، پھر اگر وہ کوئی اہم کام شروع کرے اور قوم اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ خلاف امید مخالفت اس کی ہمت کو پست بنا دیتی ہے سخت سے سخت رکاوٹیں ایک بلند ہمت کے نزدیک ہیچ ہیں، مگر جن سے مدد کی امید ہوتی ہے ان کی خلاف امید مخالفت بڑی حوصلہ شکن ہوتی ہے، نبوت سے قبل آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی جس اعلیٰ معیار انسانیت پر گذری وہ تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہے، نبوت سے قبل آپ غار حرا میں جاکر خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتے تھے دنیا کی جو حالت اخلاقی تنزل کے اعتبار سے ہوچکی تھی اس کا آپ نے پورا احساس کرلیا تھا، آپ کو سب سے زیادہ فکر اور سب سے زیادہ توجہ تھی، تو صرف اسی ایک امر کی طرف کہ انسان کی اصلاح اور دنیا کی فلاح و بہبودی کے لئے کوئی اعلیٰ قانون، کوئی عمدہ دستور العمل اور کامیاب تعلیم ہونی چاہئے، اس مقصد پر آپ غور فرمایا کرتے تھے، اور انسانیت کے اسی اہم ترین فرض کے احساس نے آپ کی نظر میں دنیا کی اور ساری باتیں ہیچ کر رکھی تھیں، آپ جب دنیا پر نظر ڈالتے تھے تو آپ کو ایک بوجھ معلوم ہوتا تھا، کہ کس طرح اس بہت بڑے کام کو پورا کرنا چاہئے، یہی خیال ایک بار گراں تھا، جسے آپ دنرات سوچا کرتے تھے،

سُورۂ تین

مکی — ۸ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ (۲) وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ
انجیر اور زیتون کی قسم، اور طور سینا کی

(۳) وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ،
اور اس امن والے شہر کی،

اس سورت میں اس لاینحل مسئلہ کو حل کیا گیا ہے، جس کے اندر دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے ہیں، وہ مسئلہ انسان کی فطرت کی اچھائی اور برائی کا ہے، دنیا کے اندر انسانی ہستی میں ہر طرح کے اچھے اور برے اعمال، نیک و بد ارادے، اعلیٰ اور ادنے خیالات مجتمع پائے جاتے ہیں، بعض انسان نیک ہیں تو بعض بد، بعض رحم دل ہیں تو بعض ظلم پسند، خود ایک انسان سے دو مختلف زمانے اور دو مختلف حالتوں میں دو متضاد آثار صادر ہوتے ہیں، اس لئے اب یہ ایک سوال ہے کہ انسان کی فطرت کیسی ہے؟ (۱) محض اچھی، (۲) محض بری، (۳) اچھی اور بری دونوں (۴) نہ اچھی نہ بری، — یہ چار عقلی احتمالات ہیں، اور ہر ایک کسی نہ کسی جماعت و مذہب کا خیال ہے، موجودہ عیسویت کے دربار سے انسانی فطرت کو نہایت مایوس کن فیصلہ ملا ہے، یعنی اس نے یہ بتایا ہے کہ انسان پیدائشی گنہگار ہے، جو کبھی اچھا نہیں بن سکتا، بعض مذاہب نے یہ بتایا ہے کہ اچھائی اور برائی دونوں یا تین

تو اے پیغمبر جس طرح ابتک تمہین خدا کامیاب کرتا رہا ہے، تمہارے دلی مقاصد پورے ہوتے رہے ہین، رکاوٹین اور پریشانیان دفع کی جاتی رہی ہین، آئندہ بھی وہ خدا اسی طرح تمہین کامیاب کرے گا، اور ساری آیندہ رکاوٹون کو دور کردے گا، اور ان تمام عارضی سختیون اور تکلیفون کے بعد دائمی کامیابی اور اطمینان اور آسانی عطا فرمائے گا، کیونکہ خدا کی یہ مستمرہ عادت ہے کہ وہ سختی کے بعد آسانی اور تکلیف کے بعد راحت دیتا ہے،

(۷) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۸) وَإِلَىٰ رَبِّكَ

تو جب تو فارغ ہو جایا کرے تو کھڑا ہو، اور اپنے رب کیطرف

فَارْغَبْ،

توجہ کر،

تو اب تمہین یہ کرنا چاہئے کہ اپنے اس مقصد کے پورا کرنے مین کوشش کرتے رہو، اور تعلیم وارشاد کا کام پوری ہمت اور محنت کے ساتھ پورا کئے جاؤ، اور اس کے ساتھ ہی خدا کو ہر وقت یاد رکھو، اس سے لو لگائے رہو، جب اس تعلیم وارشاد سے فراغت پایا کرو تو اس پروردگار کی بارگاہ مین کھڑے ہو کر اس کی تسبیح وتقدیس کرو،

اور شام کے اندر زیتون اور انجیر کثرت سے ہوتا ہے، بلکہ قاموس میں لکھا ہے کہ یہ بھی شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے، انجیل میں انجیر کا بہت ذکر آیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شام میں اس کی کثرت تھی اور ہے، ان تمام امور کے دیکھنے کے بعد یہ امر بالکل واضح ہے کہ تین زیتون سے فلسطین مراد ہے، جہاں عیسیٰ (علیہ السلام) مبعوث ہوئے،

اب ان تینوں پیغمبروں کو دیکھو، جو تعلیم لے کر یہ آئے، اور جو کام ان بزرگوں نے کیا اس پر غور کرو، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ انسان کی سرشت کہاں تک اعلیٰ بنائی گئی ہے، اور کس قدر کمال حاصل کر سکتا ہے، اور اس کی فطری استعداد کہاں تک ترقی کر سکتی ہے، انسان کا اس اعلیٰ درجہ پر پہونچ جانا جس پر یہ حضرات پہونچے صاف بتا رہا ہے کہ اس کی سرشت کے اندر نہایت اعلیٰ کمالات کی صلاحیت رکھی گئی ہے، اگر انسانی سرشت کے اندر اچھائی نہ ہوتی تو یہ حضرات کبھی انسانیت کے اس اعلیٰ انتہائی مرتبہ تک نہ پہونچ سکتے،

پھر ان پیغمبروں کے زمانہ کو دیکھو، اور ان قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرو جن کی اصلاح کے لئے یہ آئے تھے، فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو کس قدر تباہ حالت میں پہونچا رکھا تھا، کس قدر ظلم و ستم وہ کرتا تھا، اور یہ لوگ کس قدر ذلیل اور پست ہو چکے تھے، مگر موسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیم جب انہوں نے قبول کی اور اعلیٰ اصول پر چلے تو کس قدر جلد کامیاب ہو گئے، اور جن لوگوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کی مخالفت کی، اور اپنی سرکشی و تمرد پر اڑے رہے وہ تباہ و برباد ہوئے، اور اسفل السافلین میں پہونچا دیئے گئے، پھر عیسیٰ (علیہ السلام) ایسے وقت آئے کہ بنی اسرائیل موسیٰ (علیہ السلام) کے طریقہ سے الگ ہو چکے تھے، بداخلاقیاں ان میں پوری طرح آچکی تھیں، تو

سلہ اور دور ہوا انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر کیا کہ شاید اس میں کچھ پائے، ۱۲ (مرقس باب ۱۱ آیت ۱۳)

سلہ تفسیروں میں ایک قول یہ ہے کہ تین سے مسجد نوح کی جگہ مراد ہے مگر لغت اور تاریخ کے لحاظ سے یہ کچھ بعید ہے تین اور زیتون کی جو واؤ ہے وہ عاطفہ ہے اسی لئے ایک ہی آیت کہی گئی ۱۲

فطری ہیں، بعض کا خیال ہے، انسانی سرشت محض سادہ کاغذ ہے، جو اچھائی اور برائی، دونوں صفتوں سے خالی ہے، بہرحال یہ سارے خیالات ہیں، جو لوگوں نے انسانی سرشت کے متعلق قائم کئے ہیں، اب قرآن کا فیصلہ بھی سنیئے کہ وہ اس مسئلہ میں کیا رائے رکھتا ہے،

قرآن کہتا ہے، کہ انسان کی سرشت اور اس کی فطرت محض اچھی بنائی گئی۔ اگر وہ اس فطرت کو مکمل کرے تو انسانیت کے اعلیٰ درجۂ ترقی پر پہونچ کر کامیاب ہو سکتا ہے، اور اگر اپنی اس فطری استعداد کو نہ پورا کرے، اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو جائے، تو وہ انسانیت کے درجہ سے گر جاتا ہے، اور ناکام و ذلیل ہوتا ہے اگر اس کے بعد بھی وہ متنبہ ہو، اور صحیح راستہ پر چلنا اختیار کرے تو پھر سنبھل سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے، کیوں کہ اعمال کی جزا و سزا اور اس کے انجام و نتائج ملنے ضروری ہیں، اس حقیقت کے ثبوت میں تین تاریخی شہادتیں دی گئی ہیں، اور آخر میں ایک چوتھی شہادت خدا کی صفت عدل کی دی گئی ہے،

بلد امین مکہ ہے، جہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے، اور طور سینا موسیٰ (علیہ السلام) کی جگہ ہے، اب تین و زیتون بھی، مناسب یہی ہے کہ کسی پیغمبر کی جگہ ہو، تاکہ تینوں شہادتیں مرتبط ہو سکیں زیتون کے متعلق لغت میں صاف لکھا ہے کہ یروشلم کے پاس ایک پہاڑ کا نام ہے، انجیل[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے حواری[2] اس پہاڑ پر جاکر وعظ کہا کرتے تھے، تین۔ انجیر کو کہتے ہیں

---

[1] جب وہ یروشلم کے نزدیک زیتون کے پہاڑ پر بیت فجے اور بیت عنیاہ کے پاس آئے تو اس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا (مرقس باب ۱۱ آیت ۱) ۱۲۔ [2] تب وہ اس پہاڑ سے جو زیتون کہلاتا ہے یروشلم کے نزدیک سبت کی منزل کو فاصلہ پر ہے۔ یروشلم کو پھرے (رسولوں کے اعمال باب ۱ آیت ۱۲) ۱۲

(۵) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (۶) اِلَّا الَّذِيْنَ

پھر اس کو نیچے سے نیچا کر دیا ہے، مگر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ

ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان کیلئے اجر ہے۔

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

جو ختم نہیں ہوگا،

ان شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ انسانی فطرت نہایت اعلیٰ ہے اور اس کے اندر نہایت اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، اب اگر وہ اس صلاحیت و استعداد کو اعلیٰ اخلاق اعلیٰ خیالات، ایمان و عمل صالح سے مکمل کرے گا تو وہ کامیاب ہوگا، اور آئندہ زندگی میں اس کا اچھا بدلہ پائے گا، اور اگر ان اعلیٰ قوانین کی مخالفت کرے اپنے خالق کو بھول جائے، اور انسانی فرائض کو بالائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو بداخلاقیوں میں مبتلا کر دے تو سب سے نیچے اور ذلیل طبقہ میں پہونچا دیا جائے، مگر ایسی حالت میں بھی اگر وہ پہونچ گیا ہو تو قرآن کے فیصلہ کے مطابق وہ مایوس نہ ہو جائے، چونکہ اس کی فطرت میں اچھائی رکھی گئی، اس لئے پست و ذلیل ہو جانے کے بعد بھی اگر وہ ابھرنے کی کوشش کرے، اور ان بیرونی برے آثار کو دور کرنا چاہے، اور صحیح تعلیم پر چلنا شروع کر دے تو پھر کامیابی اس کے قدم لینے کو تیار ہے بنی اسرائیل و عرب ایک ذلیل و پست قوم تھی جو بالکل اسفل سافلین پہنچ چکی تھی مگر بالآخر صحیح تعلیم قبول کر کے ابھری اور ترقی یافتہ ہوگئی،

جن لوگون نے انھین مانا اور صحیح راستہ اختیار کیا وہ آخر کار غالب ہو کر رہے اور نہ ماننے والے رفتہ رفتہ کمزور و پست ہو گئے، قرآن مین ہے،

تو بنی اسرائیل مین سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا، اور ایک گروہ کافر ہو گیا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمنون کے مقابلہ مین ان کی مدد کی چنانچہ وہ غالب رہے،	فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ

(صف - ۱۴)

سب سے آخر مین مکہ کو دیکھو اور اپنے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نظر ڈالو، کہ قوم عرب کس قدر بداخلاقیون مین مبتلا تھی، کس قدر تشتت اور افتراق اس کے اندر تھا، ہر حیثیت سے وہ ایک گری ہوئی قوم تھی جب اس نے صحیح تعلیم کو قبول کیا، انسانیت اختیار کی، اور اخلاق درست کیے تو وہ جلد کامیاب ہوتی گئی، اور جن لوگون نے اس فطری تعلیم کو نہ مانا وہ رفتہ رفتہ مغلوب ہوتے گئے، اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انسانی سرشت کے اندر اچھائی ہے، ورنہ بنی اسرائیل اور عرب جیسی قومین جو بالکل ذلیل اور پست ہو چکی تھین، اگر ان کی سرشت مین اچھائی کا دبا ہوا جوہر نہ ہوتا تو کبھی ابھر سکتین اور رفتہ رفتہ یون ہی تباہ ہوتی چلی جاتین،

اس شہادت تین جغرافیائی ترتیب مدنظر رکھی گئی ہے، ایک عرب کو پہلے شام کے پیغمبر عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف پھر اس سے قریب آکر طور سینا کے پیغمبر کی طرف، پھر خود اپنے گھر آکر اپنے پیغمبر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے،

(۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ،

بیشک ہم نے انسان کو اچھی ساخت مین پیدا کیا ہے،

(۲) کیا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو ہم ان جیسا بنا دیں گے جو ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ۔

(ص - ۲۸)

(۳) تو کیا ہم مسلمانوں کو گنہگاروں کی طرح بنا دیں گے، تمکو کیا ہو گیا کیسا حکم لگاتے ہو؟

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ،

(قلم - ۳۵)

ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ اچھے اور برے لوگوں کا انجام ایک نہیں ہو سکتا، خدا کے عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اچھوں کا اچھا، اور بروں کا برا، انجام ہو، گذشتہ اقوام کی تاریخیں بھی یہی بتاتی ہیں، کیوں کہ فطرت انسانی اچھی بنائی گئی ہے، اور اس کو اعلیٰ کمال تک پہونچانے کی تعلیم بھی خدا نے بھیج دی ہے، اس پر بھی انسان اپنی اصلاح نہ کرے تو وہ ناکام اور تباہ ہوگا

(۷) فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ

تو اب بھی کوئی جزا کے بارے میں تجھے جھٹلائے گا

کیا ان تاریخی شہادتوں کے بعد بھی کوئی ہے جو جزا و سزا کو نہ مانے ؟ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اچھے اور بُرے اعمال کا اچھا اور بُرا بدلہ نہیں ملتا ؟ ان کھلی کھلی تاریخی شہادتوں کے بعد کوئی سمجھدار انسان مجازاۃ سے انکار نہیں کر سکتا،

(۸) أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ،

کیا خدا تمام حکم کرنے والوں سے بہتر حاکم نہیں ؟

جو لوگ جزا و سزا نہیں مانتے وہ یہ تو بتائیں کہ کیا خدا سب سے زیادہ، انصاف دار اور تمام حکم کرنے والوں سے بڑھ کر عادل نہیں ہے ؟ ضرور ہے تو پھر اس کا عدل و انصاف یہ کیوں کر گوارا کر سکتا ہے کہ نیک و بد لوگوں کا انجام یکساں ہو ؟ وہ کس طرح ظالم و مظلوم کا ایک ہی نتیجہ پسند کر سکتا ہے اس کے عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ اچھے اچھا بدلہ پائیں، اور بُرے بُرا نتیجہ بھگتیں، جو لوگ صحیح تعلیم پر چلیں وہ کامیاب ہوں، اور جو غلط راہ اختیار کریں وہ ناکام و پست ہوں، قرآن نے متعدد مواقع میں عدل الٰہی سے جزا و سزا پر استدلال کیا ہے،

(۱) کیا جو لوگ بد کردار ہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم انکو ان لوگوں کی طرح بنائیں گے جو ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کا جینا اور مرنا ایک سا ہو ؟ یہ لوگ کیسا بُرا حکم لگاتے ہیں

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (جاثیہ - ۲۱)

آپ کے دل مین بڑھتا گیا، اور بالآخر یہ انتہا ہوئی کہ آپ انھین خیالات مین غور کرنے اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے لئے خلوت و یکسوئی کی خاطر غار حرا مین جاکر رہنے لگے، کبھی کبھی گھر آجاتے، اور پھر ضروری سامان ساتھ لے کر وہان چلے جایا کرتے، اس عرصہ مین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روحانیت زیادہ ترقی پذیر ہوتی گئی، اور خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا گیا اول اول خواب مین آپ کو وحی آنی شروع ہوئی، اور رفتہ رفتہ جب آپ کے اندر اس روحانی بوجھ کے برداشت کرنے کی پوری قوت آگئی، اور پوری طرح آپ نبوت کے گرانبار امانت کے تحمل کے لئے تیار ہوگئے تو خدا کا فرشتہ یکبارگی آپ کے پاس غار حرا مین آیا، اور اوس نے یہ آیتین پڑھ سنائین۔

اپنے پروردگار کا نام لو، جو تمام دنیا کا خالق ہے، جس نے انسان کو ایک ذرہ بیمقدار سے بنایا، اور پھر یہ اعلیٰ اور شریف ہستی اسے عنایت کی، اور پھر اسے اس اعلیٰ کمال فطرت تک پہونچانے کے لئے ضروری علوم بتائے، جن کی اسے خبر تک نہ تھی، انسان چونکہ مدنی الطبع بنایا گیا ہے اس کو دنیا کے اندر مل جل کر رہنا ہے، اور حیوانات کی طرح اس کی . . کوششون، اور ہمتون کا دائرہ صرف اپنے پیٹ بھرنے تک ختم نہین ہو جاتا، اس لئے اس کو علوم کی ضرورت ہے، اس کو اعلیٰ قوانین کی حاجت ہے، تو خدا کے کرم کو دیکھو کہ اس نے علم بتایا، اور پھر علوم کے محفوظ کرنے اور نفع کو عام اور پائدار بنانیکے لئے اس نے کیسی اعلیٰ تدبیر قلم سے لکھنے کی بتائی جس سے علوم و معارف اس قدر عام اور اس قدر محفوظ ہو جاتے ہین کہ تمام دنیا مین ایک شخص کی آواز پہونچ سکتی ہے اور جتنی کتاب

سورۂ علق

مکی - ۹ آیتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (۲)
اپنے رب کا نام پڑھ جس نے پیدا کیا،
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۳) اِقْرَءْ وَ
انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور
رَبُّكَ الْاَكْرَمُ (۴) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
تیرا رب کریم وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا،
(۵) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ،
آدمی کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا،

یہ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں جب کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) غار حرا میں تشریف فرما تھے، آپ کی زندگی بچپن سے ایک نہایت شریف متین، سنجیدہ، امین، ہمدرد و غمگسار زندگی تھی، آپ نے عرب کی ذلیل و پست حالت کا اندازہ کیا تھا، آپ ان کی بداخلاقیوں سے بزار تھے، آپ کو خدائے قادر و قیوم کی طرف سچا لگاؤ ہو چکا تھا، آپ کو یہ فکر ہو چکی تھی کہ اس تباہ اور ذلیل انسانیت کو سدھارنے، بچانے، ترقی و کمال کے اعلیٰ زینہ پر پہونچانے اور مخلوق کو خالق سے ملانے کے لئے صحیح تعلیم اور صحیح قوانین کی ضرورت ہے، اس اہم فرض کا احساس رفتہ رفتہ آپ کے

(۹) أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ (۱۰) عَبْدًا إِذَا

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو روکتا ہے ایک بندۂ خدا کو جب وہ نماز

صَلَّىٰ (۱۱) أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ

پڑھتا ہے، کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہوتا،

(۱۲) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ (۱۳) أَرَأَيْتَ إِن

یا پرہیزگاری کرنے کو کہتا، کیا تو نے دیکھا کہ اگر وہ

كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ (۱۴) أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ

جھٹلائے یا پیٹھ پھیرے تو کیا وہ نہیں جانتا کہ خدا دیکھتا ہے،

خدا کو یاد نہ کرنا، اس کے احکام سے منہ موڑ لینا، اپنے انجام سے غافل ہو جانا، تو بجائے خود انسان کی سرکشی، وتمرد تو دیکھو کہ جب کوئی دوسرا خدا کا بندہ خدا کے آگے سر جھکاتا ہے، اپنے مالک کو یاد کرتا ہے تو یہ سرکش اس کو روکتا ہے، ایذائیں پہونچاتا ہے، ستاتا ہے، اس کو تو لازم تھا کہ اس کو دیکھکر خود بھی ہدایت پاتا اور دوسروں کو صلاح وتقوی کی نصیحت کرتا اور اس اعلیٰ نمونہ سے فائدہ اٹھاتا، مگر اس کے برعکس وہ خدا کی طرف بلانے والے بندے کو جھٹلاتا ہے، اس کی اچھی باتوں سے منہ موڑتا ہے، اور سرکشی کرتا ہے، تو کیا اسے یہ خبر نہیں کہ اس کے اوپر قوت والا ہاتھ بھی ہے، اس کے اوپر ایک علیم وخبیر بھی ہے، جو اس کی ہر ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، اس کی تمام کھلی اور چھپی باتیں اس پر آشکارہ ہیں، تو کیا پھر بھی وہ ڈرتا نہیں کہ اس کی ان بدکرداریوں کی پوری پوری سزا ملے گی،

دنیا فنا نہ ہو وہ فنا نہیں ہو سکتی، آج جو علوم پرانے زمانے کے ہمارے پاس ہیں، جو تاریخیں دنیا کی مختلف قوموں کی ہم دیکھتے ہیں، یا خود یہ قرآن جو تمام دنیا کی کتابوں میں تاریخی حیثیت سے سب سے اعلیٰ و ارفع ہے وہ سب اسی قلم کی بدولت ہیں، تو ایسے مہربان آقا کا نام پکارنا، اس کی بندگی کرنا، اس کے نام کو بلند کرنا ہمارا اولین فرض ہے، اور ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنے ایسے پیدا کرنے والے، پرورش کرنے والے، کرم و بخشش کرنے والے ہی کے آگے سر رکھے، جس نے ہماری ساری جسمانی، اور روحانی ضروریات پورے کرنے کے لئے ہر طرح کے اعلیٰ انتظامات کر رکھے ہیں، اور ایسے معلم کی قدر کریں، جو خدا کی طرف میری فلاح اور بہبودی کے لئے آیا ہے، اسے مانیں، اس کی مدد کریں، اور اس کے دست و بازو بن جائیں

(۶) كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ (۷) أَن رَّآهُ

نہیں آدمی تو بڑی سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ،

اسْتَغْنَىٰٓ (۸) إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ،

اپنے تئیں بے پروا دیکھتا ہے، بیشک تیرے رب ہی کی طرف پھر کر جانا ہے،

مگر انسان خدا کی اطاعت و شکر، اور اس کے سامنے سر جھکا دینے کے عوض سرکشی کرتا ہے، اپنے دنیاوی مال کے بھروسہ پر بے خوف ہو جاتا ہے خدا کو دل سے بھلا دیتا ہے، اور اپنے فرائض پس پشت ڈال دیتا ہے، تو اس کو یہ سمجھ رکھنا چاہئے کہ دنیاوی مال و اسباب جن پر بھروسہ کر کے وہ خدا کو چھوڑ بیٹھا ہے، ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں، اور جو اس کی زندگی چند روزہ ہے، مرنے کے بعد پھر خدا ہی کی طرف جانا ہے، جہاں بجز اچھے اعمال کے کوئی چیز اسے نفع نہ پہونچائے گی،

سورۂ قدر

مکی - ۵ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۲) وَ

ہم نے اس کو شب قدر مین اُتارا ہے اور

مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (۳) لَيْلَةُ

تو کیا جانے کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر

الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۴) تَنَزَّلُ

ہزارون مہینون سے بڑھ کر ہے، اس مین

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ (۵) سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى

اُترتے ہین، اس رات سلامتی ہے یہان تک

مَطْلَعِ الْفَجْرِ

کہ فجر طلوع ہو،

ہم نے قرآن مبارک رات مین اتارا ہے، اور جانتے ہو کہ اس کی کیا حقیقت ہے، اس کا کیا مرتبہ ہے، وہ رات ہزارون ماہ سے بہتر ہے، اور کیون نہ ہو کہ یہ وہ رات ہے جس مین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن کا نزول شروع ہوا، ظاہر ہے کہ دنیا کی جس اہم ضرورت کا احساس

(۱۵) كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ

خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر

(۱۶) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (۱۷)

اسے گھسیٹیں گے اس جھوٹی خطاکار پیشانی کو۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ

تو وہ اپنی مجلس کو بلالے ہم بھی (دوزخ کے) فرشتوں کو بلاتے ہیں

ایسے شخص کو متنبہ ہوجانا چاہیئے، کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے گا اگر اپنی بداخلاقیان نہ چھوڑے گا تو پھر ہم اس جھوٹے خطاکار کی چوٹی[1] گھسیٹ کر عذاب مین ڈالین گے، وہ اپنے مددگارون کو بلائے جن پر اسے بھروسہ ہے، ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتون کو حکم دین گے پھر وہ دیکھے کہ یہ مددگار اسے کیا نفع پہونچاتے ہین،

(۱۹) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ،

نہیں اس کی بات نہ سن اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر،

تو اے پیغمبر! تم ایسے سرکش انسان کی بات نہ سنو، نہ اس کا کچھ خیال دل مین لاؤ، تم خوب نمازین پڑھا کرو، اور خدا کا قرب حاصل کرو، یہ مخالفین کچھ نہ کرسکین گے، تمہین غلبہ ہوگا،

---

[1] ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازین تکلیف پہونچاتا تھا، اور اپنے لوگون کو دھمکی دیتا تھا، بدر کی لڑائی مین مارا گیا، اور گھسیٹ کر اور مقتولون کے ساتھ گڑھے مین پھینک دیا گیا، ۱۲

سورہ بینہ

مدنی - ۸ - آیتین

اس سورت مین پیغمبرون کی ضرورت، ان کے آنے کا فائدہ اُن کے ماننے والون اور نہ ماننے والون کا انجام بتایا گیا ہے،

دنیا کے اندر اسلام سے پہلے دو طرح کے لوگ تھے، ایک وہ جو علانیہ بت پرستی کرتے تھے، کسی کو خدا کا مظہر اور اوتار مان کر اُس کی طرف سجدہ کرتے، اور دعائین مانگتے تھے، یہ لوگ مشرکین ہین، چاہے وہ کوئی مذہب یا کوئی کتاب رکھتے ہون، جب وہ بت پرستی پر اس حد تک آ گئے تو وہ اہل کتاب نہین کہلا سکتے، اور جب تک عام طور پر قوم مین بت پرستی نہ آ جائے اُس وقت تک اگر وہ مذہب اور کتاب رکھتے ہون تو اہل کتاب کہلائین گے، مشرکین عرب، ملت اسماعیلیہ رکھتے تھے، مگر اُن کے یہان عام طور پر بت پرستی رائج تھی، شروع شروع مین بت پرستی کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اصل بانی مذہب کے حالات کو مدنظر رکھ کر مذہب کو پختہ کیا جائے، مگر اس غلط اصول پر چلنے کا نتیجہ ہمیشہ اُلٹا ہوتا ہے اصل مذہب بالکل جاتا رہتا ہے اور صرف بت پرستی رہ جاتی ہے،

اہل کتاب اُس وقت دو تھے ایک یہود - دوسرے نصاریٰ، دونون اصل تعلیم چھوڑ بیٹھے تھے، نصاریٰ مین مذہب کی اصل روح یعنی توحید کی جگہ تثلیث تھی، یہود بھی اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھے تھے، اور بالکل ذلیل و پست قوم کی سی حالت اُن کی بھی ہو چکی تھی، اس لئے ان لوگون کی اصلاح

آپ نے کیا تھا جو فکر آپ کو انسانیت کی اصلاح کی تھی، جس اعلیٰ فرض کو محسوس کر کے آپ نے گھر بار چھوڑ کر غار حرا میں تنہا رہنا اور خدا سے اس کام میں مدد مانگنا اختیار کیا تھا، اس اہم ترین مقصد میں جس دن سے کامیابی شروع ہوئی اور خدا نے تمام عالم کی فلاح و اصلاح و ترقی کے لئے ایک اعلیٰ تعلیم دینی شروع کی، درحقیقت وہ رات دنیا کی سب سے بڑی رات ہے، جب کہ خدا کی روشنی زمین پر اتری، جس نے ظلمت کے پردہ کو چاک کر دیا اور جسے دیکھ کر بداخلاقی اور بہیمیت اور درندگی کے شیاطین اندھے ہو ہو کر اپنے تخت لعنت سے اوندھے منہ گر پڑے، اللہ اللہ وہ کیسی رات ہے جس میں خدا نے اپنے بندوں کے لئے ہر طرح کی اخلاقی، معاشرتی، تمدنی تعلیم کے اعلیٰ قوانین اپنے برگزیدہ بندے پر بھیجنے شروع کئے، اور خدا کے فرشتے اور روح الامین خدا کے حکم سے رحمت لے کر زمین پر اترے، اور صبح تک تمام عالم کو سلامتی اور امن کا مژدہ سنایا،

یہ اسی مبارک رات کا زمانہ ہے جس کو ہم رمضان کہتے ہیں، اور جس میں ہم دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو وہی قرآن پڑھتے ہیں جو انہیں دنوں دنیا میں آنا شروع ہوا تھا، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا، جو نوع انسان کے لئے ایک سرچشمۂ ہدایت ہے اور ہدایت کی کھلی کھلی نشانیاں اپنے اندر رکھتا ہے، جب اس ماہ میں تمام دنیا کی اصلاح اور ابدی فوز و فلاح کا قانون آیا ہے تو اس سے زیادہ بابرکت دوسرا کون مہینہ ہو سکتا ہے، تو اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے

کی کتاب پڑھ کر لوگون کو سنائے جس مین نہایت درست اور صحیح احکام ہون اعلیٰ اصول شرائع پر اس مین زور دیا گیا ہو، جو اختلافات اہل مذاہب نے پیدا کر لئے ہین اُن کو اُڑا دے، اور سب کو ایک راہ مستقیم پر لے آئے، تو جبتک اس طرح کا ایک **معلم** اور اس قسم کا **اعلیٰ کورس** نہ آئے دنیا کی اصلاح ہو نہین سکتی، چنانچہ وہ دنیا کا عظیم الشان معلم **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت مین جلوہ گر ہوا - اور وہ اعلےٰ اخلاقی و روحانی کورس **قرآن** ہے جس کی روشنی نے تمام عالم کو منور کر دیا،

(۴) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا

اور اہل کتاب بین دلیل آنے کے

مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ

بعد ہی متفرق ہوئے

اہل کتاب مین جو کفر آیا ہے، جو اختلافات اُنہون نے پیدا کر لئے ہین اور جن فرقہ بندیون مین یہ مبتلا ہین، یہ باتین اُس وقت اُن مین آئی ہین جب اُن کے پاس پہلے صحیح تعلیم آچکی تھی، مگر اُنھون نے وہ سب کچھ بھلا دیا، اور اختلافون، اور فرقہ بندیون مین پڑ گئے، ایک جماعت اگر خاص قانون کی پابند ہو اور پھر بعد مین اُس جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائین تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر ایک نے اُس قانون کے بعض بعض حصے چھوڑ دئے ہین یا بعض حصے سے بے توجہی کی گئی ہے، یا بعض غیر ضروری امور کو ضروری امور سے زیادہ اہم بنا دیا گیا، اور یہ امور کفر مین داخل ہین، تو جب بینہ اور تعلیم آنے کے بعد انہون نے اس تعلیم کو مسموم بنا دیا اس کورس کو محفوظ نہ رکھا، ضروری اور غیر ضروری کو خلط ملط کر دیا انہین

کے لئے ایک بڑے **ہادی** کی ضرورت تھی، جو آکر سب کو ایک بنادے اور گمراہیوں سے نجات دلاکر سب کو ایک **خدا** کی طرف پہونچائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ بغیر اس کے باز

الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

نہ آنے والے تھے کہ کوئی کھلی دلیل ان کے پاس

الْبَيِّنَةُ ،

آجائے،

اہل کتاب اور مشرکین اپنے کفر سے باز نہیں آسکتے، جبتک کہ ان کے پاس کھلی بات اور ظاہر حجت نہ آجائے، جبتک اُن کے پاس روشن تعلیم نہ آجائے ان کا درست ہونا ناممکن ہے، مشرکین کے پاس بجز ملت اسماعیلیہ کے دعویٰ کے اصل مذہب کا کوئی حصہ موجود نہیں ہے، اہل کتاب کے پاس بھی صحیح کتاب صحیح تعلیم، صحیح خیالات نہیں ہیں تو بغیر ایک عظیم الشان **مصلح** کے یہ کبھی سدھرنے والے نہیں،

(۲) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

یعنی خدا کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے

(۳) فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔

جن میں پکی باتیں ہوں،

تو خدا کی طرف سے ایک پیغمبر کا آنا ضروری ہے۔ جو پاکیزہ اخلاقی تعلیم

مقصد جاتا رہا، اور اس طرح مذہب محرف ہوکر مسموم ہوگیا، جس سے نقصان کے سوا کسی نفع کی امید نہیں، تحریف کی صرف یہی صورت نہیں کہ کتاب کے لفظ کو اُڑا کر دوسرے لفظ رکھدیئے جائیں بلکہ کتاب کے بعض حصہ پر زور دینا، اور بعض کو کمزور کردینا، ضروری اور غیر ضروری کی مراتب کو پلٹ دینا بھی تحریف ہے، جس سے مذہب تباہ ہوجاتا ہے،

(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ

وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا

میں ہوں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے

اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ،

یہی لوگ بدترین خلائق ہیں

تو اہل کتاب اور مشرکین میں جو لوگ ایسے ہیں کہ خدا کی بتائی ہوئی تعلیم کے منکر ہوگئے، اور مذہب کے مقصد یعنی توحید اور عبادتِ خدا، اور احسان اِلی الخلق کو پسِ پشت ڈالدیا، اور صحیح تعلیم آنے کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی سے بداخلاقیوں پر اڑے رہے، ان کا انجام بہت بُرا ہوگا، اور وہ اپنی بداعمالیوں کے بُرے نتائج دوزخ کی صورت میں پائیں گے، جس کے عذاب سے اُن کو نجات نہیں ہوسکتی، کیونکہ تمام مخلوق میں یہ بدترین تھے،

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے یہی لوگ

ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (۸) جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

بہترین خلائق ہیں ان کی جزا ان کے رب کے یہاں

پہلے پیغمبرون نے جو باتین بتائی تھین، جو جو احکام دئے تھے وہ سب انہون نے بدل ڈالے، جو کچھ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ انہون نے نہ کیا، اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ کیا، تو اب جبتک کوئی نیا پیغمبر نئی تعلیم لیکر نہ آئے وہ کس طرح صحیح راستہ پر چل سکتے ہین،

(۵) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

حالانکہ انھین یہی حکم دیا گیا تھا کہ خدا ہی کی بندگی کی نیت سے اسی کے

لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا

ہوکر اس کی عبادت کرین، اور نماز پر قائم رہین، اور زکوۃ دین

الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ،

اور یہی مضبوط مذہب کا طریقہ ہے،

حالانکہ دنیا مین جتنے پیغمبر آئے اور جتنی کتابین آئین اُن سب کی اصولی تعلیم جو تمام مذاہب کا مشترک مقصد ہے، یہی ہی کہ صرف خدا کی بندگی کرین، اُسی کے آگے سچے دل سے سر جھکائین، اور انسانیت کے دو اعلیٰ فرائض پورے کرین، یعنی خدا سے پورا تعلق رکھین، اور خدا کی مخلوق کے ساتھ احسان و سلوک کرین، جس کی ایک اچھی صورت نماز و زکوۃ ہے، یہی اعلےٰ اور مضبوط مذہب ہے، اور یہی تمام دنیا کے مذاہب کا مشترک مقصد ہی، اور یہی معیار ہی، مذہب کے سچے یا جھوٹے اور صحیح یا غلط ہونے کا، مگر لوگون نے مذہب کے یہ اصل ارکان چھوڑ دئے، اور اُسکی جزئیات اور خصوصیات پر زور دے کر غیر ضروری کو ضروری اور ضروری کو غیر ضروری اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنا دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ مدت کے بعد مذہب انہین جزوی باتون اور قومی خصوصیات کا نام رہ گیا، اور اصل

سورۂ زلزال

مکی - ۸ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (۲) وَ
جب زمین اپنی بھونچال سے ہلا دی جائے گی، اور

أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (۳) وَقَالَ
زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی اور آدمی کہے گا

الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (۴) يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن زمین اپنے قصے بیان

أَخْبَارَهَا (۵) بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا،
کرے گی، اس لئے کہ تیرے رب نے اس کو حکم بھیجا،

اس سورت کے اندر قیامت کے چند واقعات کی تصویر کھینچی گئی ہے اور اچھوں اور بروں کا انجام بتایا گیا ہے:-

جس دن زمین پر سخت زلزلہ آئے گا، اور زمین پھٹ جائے گی، اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب چیزیں باہر نکل آئیں گی، انسان گھبرا کر کہے گا کہ یہ کیا ہو گیا، اُس دن یہ زمین زبان حال سے اپنے سارے حالات بیان کر دے گی، اور سب کو اپنے اپنے کام یاد آجائیں گے، اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اُس کا اب کیا حشر ہونے والا ہے، دنیا میں رہ کر انسان کو یہاں کے ناپائدار منافع اور جلد فنا ہو جانے والی لذتوں میں

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ

جنت عدن ہے، جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ

فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

اس میں رہیں گے، خدا اُن سے خوش، وہ خدا سے خوش،

عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ؕ

یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے،

اور جو لوگ خدا کی اس صحیح تعلیم کو مان لیں، اور خدا کی اطاعت کا پختہ ارادہ کرلیں، پھر اس تعلیم کے مطابق عمل بھی کرتے جائیں، اپنے فرائض کو محسوس کرکے پورا کرتے رہیں، یہ لوگ بہترین خلق ہیں، انھیں آئندہ زندگی میں ان اچھے کاموں کا اچھا نتیجہ جنت کی صورت میں ملے گا، جہاں ممکن سے ممکن انسانی راحت کے سامان ہوں گے، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، خدا اُن سے خوش ہوگا، وہ خدا سے خوش ہوں گے، اس سے بڑھ کر اور کون سی نعمت انسان کے لئے ہوسکتی ہے، یہ انسانی کمالات کی انتہا اور انسانی زندگی کی پوری کامیابی کا مرتبہ ہے، کہ خدا سے اُسے اس درجہ کا قرب حاصل ہو، تو یہ مرتبہ وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہو، جو اپنے بد انجام سے ڈر کر صحیح راہ اختیار کرتے ہیں، اور اپنے فرائض محسوس کرکے اپنی انسانیت کو مکمل اور کامیاب بناتے ہیں،

تو انسان کو سب سے پہلے اس طرف توجہ کرنی چاہئے، کہ اُس کا
کوئی عمل ضائع نہین ہوتا ہے، نہ ہو سکتا ہے، ہر کام کا نتیجہ ضرور ملتا
ہے، یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو دیکھے کہ اُس کے کتنے
کام اچھے ہین اور کتنے بُرے ہین، یہ دیکھ کر اُسے چاہئے کہ جلد اپنی اصلاح
کی طرف متوجہ ہو جائے،

اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف اُسے توجہ نہیں ہوتی، اپنے فرائض کی طرف نظر کرنے کا خیال نہیں ہوتا، یہ نہیں سمجھتا ہے کہ جو کام ہم کر رہے ہیں، اُس کا کیا نتیجہ ہے، بس تمام غلطیوں اور تمام بداخلاقیوں کی پہلی بنیاد یہی ہے کہ انسان اپنے اعمال کی جزا و سزا سے غافل ہو جاتا ہے، تو جب قیامت آئے گی، اور یہ ساری دنیا فنا ہوگی، جب یہ سارا انتظام درہم برہم کر دیا جائے گا، اُس وقت انسان کی آنکھ کھلے گی کہ یہ کیا ہو گیا، تو اُس دن حسرت و افسوس کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا، وہ زندگی عمل کے لئے نہیں، بلکہ جزا و سزا بھگتنے کے لئے ہوگی،

(۶) يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا

اس دن لوگ متفرق ہو ہو کر آتے جائیں گے، کہ ان کے

لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (۷) فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ

اعمال ان کو دکھائے جائیں، تو جس نے ایک ذرہ برابر

ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (۸) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ

نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ایک ذرہ برابر بدی کی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ،

ہوگی وہ اسکو دیکھ لے گا،

اُس دن تمام لوگ اپنے اعمال دیکھنے پھریں گے، جو کچھ دنیا میں انہوں نے کیا ہے سب اُس دن پیش نظر ہوگا، ذرہ برابر عمل بھی ضائع نہ ہوگا، ایک ایک ذرہ کا بدلہ ملے گا، اور ہر عمل کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اگر اچھا عمل ہے تو اُس کی جزا، بُرا ہے تو اُس کی سزا ملے گی،

مریض کو بتا دے کہ یہ مرض اس لئے پیدا ہوا تاکہ آئندہ وہ مریض اس سبب سے ہمیشہ پرہیز کرتا ہے۔

قرآن نے یہاں ایسا ہی کیا ہے، اس سورت میں دعوے کیا گیا ہے کہ انسان ناشکری کے مرض میں مبتلا ہے، اپنے فرائض سے وہ غافل ہو گیا ہے، خدا نے جو قوتیں دی ہیں ان کو صحیح طریقہ سے صرف نہیں کرتا، ان کے اصل مقاصد سے وہ منہ موڑے ہوئے ہے، زندگی کا جو اصل المقصد تھا اس کو اس نے پس پشت ڈال دیا ہے، پھر انسان کے اس مرض پر گھوڑوں کی چند حالتوں سے ایسی قوی اور مستحکم شہادت پیش کی ہے جس کے بعد کوئی انسان اپنے مریض ہونے سے انکار نہیں کر سکتا اس کے بعد اس مرض ناشکری کا سبب بتایا ہے کہ انسان نے غلطی یہ کی ہے کہ جو امور اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بنائے گئے ہیں انہی امور کو اس نے زندگی کا اصل مقصد بنا رکھا ہے، اس کے بعد اس سبب کے دور کرنے کا علاج بتایا ہے، کہ انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے اعمال کا اپنے آپ کو ذمہ وار سمجھے،

انسان کی ناشکری پر
گھوڑوں کی شہادت

گھوڑے کی پانچ حالتیں بتائی گئی ہیں (۱) ہانپتے ہوئے دوڑنا (۲) پتھریلی زمین پر چل کر ٹاپوں سے آگ نکالنا، (۳) صبح ہوتے ہوئے دشمنوں پر جا کر چھاپا مارنا، (۴) اس قسم کے دوڑنا کہ غبار اڑنے لگے، (۵) اور جا کر دشمنوں کی جماعت میں گھس جانا، یہ ہیں گھوڑے کی

سورۂ عادیات

مکی - ۱۱ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۲) فَالْمُوْرِيٰتِ
ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، جو پھر ٹاپ مار کر آگ
قَدْحًا (۳) فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (۴) فَاَثَرْنَ
نکالتے ہیں، پھر صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں، پھر وہ اس وقت
بِهٖ نَقْعًا (۵) فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (۶)
غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی وقت جماعت میں جا گھستے ہیں "

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ
بے شک انسان تو اپنے رب کا ناشکرہ ہے،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے پروردگار کا نہایت ناشکرہ ہے، پھر اس مرض کی علت اور اس کا علاج بتایا گیا ہے اور انسان کی ناشکری پر گھوڑوں کی شہادت پیش کی گئی ہے،

مریض کو اگر اپنے مرض کا علم نہ ہو تو یہ امر اس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے، کیونکہ جب وہ اپنے مرض ہی کو تسلیم نہیں کرتا تو نہ تو وہ، علاج کی ضرورت سمجھیگا اور نہ ہی اس کو پرہیز کی طرف توجہ ہوگی ایسی حالت میں ہر طبیب کا فرض ہے کہ مریض کو مریض ہونا سمجھا دے، اس کے بعد اس کا کمال یہ ہے کہ مرض کے اصلی سبب کو دریافت کرکے

دیکھتا ہے، اور درگذر کرتا ہے، اور اپنی رحمت و فضل کا دروازہ تجھ پر بند نہیں کرتا، کیا اس کا تجھ پر اتنا بھی حق نہیں جتنا تیرا حق ایک گھوڑے پر ہے ؟

(۷) وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ،

اور اس پر تو وہ خود گواہ ہے،

جس آدمی کے دماغ میں کچھ عقل ہے، اور جس میں کچھ انسانیت موجود ہے وہ یقیناً اس پر غور کرنے کے بعد یہی فیصلہ کرے گا کہ وہ بے شک اپنے پروردگار کا ناشکر ہے، جب یہ خود اس کا فیصلہ ہے تو اُسے چاہئے کہ جلد اس مرض کا علاج کرے، اور جس بات سے یہ مرض پیدا ہوا ہے اس کے دور کرنے کی فکر کرے

مرض کا اصلی سبب

(۸) وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

اور وہ مال کی محبت میں نہایت سخت ہے

اصل مرض کی علت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دنیا میں آیا تھا اُسے بھول بیٹھا، جو اُسے کرنا تھا اُس سے غافل ہوگیا، ایک خدا کے بندے کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ بڑی محبت خدا کے ساتھ رکھے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ، ایمان والے شدید محبت اللہ کے ساتھ رکھتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہی نے پیدا کیا ہے، اور اسی کے یہاں پھر کر جانا ہے، اسی نے ہر طرح کی نعمتیں دی ہیں، اور وہی زیادہ محبت کا مستحق ہے، اسی خدا نے جو قوتیں دی ہیں، جو جو نعمتیں دی ہیں ان کا شکریہ ہے کہ ان قوتوں اور ان نعمتوں کو صحیح موقع میں استعمال کرے، صحیح مصرف میں

وہ کارنامے، یا وہ خدمات جو وہ اپنے آقا کے لئے انجام دیتا ہے اور اُس کی اس محنت، اس جانفشانی، اس تکلیف اور فرمانبرداری کو جس کی انتہا بسا اوقات یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے لئے اپنی جان تک دیدیتا ہے گھوڑے کی شرافت، اور وفاداری سے تعبیر کیا جاتا ہے، تو اب انسان دیکھے کہ وہ کن احسانات کے بدلہ میں یہ خدمتیں ایک گھوڑے سے لیتا ہے، کیا اس نے گھوڑے کو جسم دیا ہے؟ جان دی ہے؟ اگر جسم و جان نہیں دی تو کیا وہ گھاس دانہ اُس کا بنایا ہوا ہے جو وہ گھوڑے کو دیتا ہے، اگر یہ بھی نہیں تو پھر کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھتا ہے، کہ گھوڑا اس کی خدمت میں اپنی جان تک دیدے؟ وہ صرف چند پیسے کی گھاس ہے جو خرید کر گھوڑے کے آگے رکھ دی جاتی ہے، اور پھر ایک منصف سے منصف، اور رحمدل سے رحمدل انسان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس سے یہ سخت ترین خدمات لینی بالکل صحیح اور انصاف پر مبنی ہے،

تو اے ناشکر، اور جلد احسان بھول جانے والا انسان! جب تو صرف چند تنکے گھاس پر گھوڑے سے ایسی ایسی خدمات کی امید رکھتا ہے تو ذرا اپنے گریباں میں سر ڈال کر دیکھ کہ تو اپنے اس پیدا کرنے والے، پرورش کرنے والے، اور زندگی کی تمام چھوٹی بڑی ضروریات کے مہیا کرنے والے آقا کی کتنی خدمت کرتا ہے، اور اُس کے کتنے اور کیسے کیسے حقوق تو نے ادا کئے ہیں، تجھ پر افسوس کہ تو ناشکر ہے! پھر تجھ پر افسوس! کہ تو ناشکر ہونے کے ساتھ بے انصاف بھی ہے، کیا جس خالق نے تجھ کو ایک ہیچمدآں ذرہ سے اس حیثیت تک پہونچایا، جس نے دنیا میں تیرے آنے ہی تیری پرورش کیلئے یہ کچھ اعلیٰ انتظام کئے، اور جو آج بھی تیری ناشکریوں کو

حاصل کرتا، روپے بھی کماتا، آرام و راحت بھی اُٹھاتا، مگر خدا کو ہر حال مین یاد کرتا، اُس کی محبت دل مین سب سے زیادہ رکھتا، اپنے فرائض سے کسی حال مین غافل نہ ہوتا، اس طرح دونون جگہ کامیاب ہوتا، مگر اس نے اپنی زندگی کا مقصد نہ سمجھا، اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھا تو یہ بہت بڑا مرض ہے جس کا علاج ضروری ہے۔

اس مرض کا علاج

(۹) أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي
تو کیا وہ نہین جانتا کہ جو کچھ قبرون مین ہے جب وہ اُٹھا کھڑا کیا
الْقُبُورِ (۱۰) وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ
جائے گا، اور جو کچھ سینون مین ہے وہ ظاہر کر دیا جائیگا،
(۱۱) إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ
اس دن اس کا رب ضرور اس کی خبر لے گا،

اُس کا علاج یہ ہے کہ یہ اپنے اعمال کی ذمہ واری محسوس کرے اس پر غور کرے، کہ جو جو کام یہ یہان کر رہا ہے اس کا نتیجہ ملنا ضرور ہے مگر یہ فنا نہین ہو جائے گا، بلکہ آیندہ زندگی مین یہان کے اچھے اور بُرے اعمال کے مطابق جزا یا سزا بھگتنا پڑے گا، کیونکہ خدا نے یہ دنیا یون ہی نہین بنائی، یہ اعلیٰ نظام جس پر یہ کارخانہ چل رہا ہے، بلا نتیجہ و انجام نہین، جس دن یہ نظام اُلٹ دیا جائے گا، اور دوسری زندگی شروع ہوگی، اس وقت وہ خدا جس کے محیط علم سے دنیا کے کوئی حرکت و سکون، اور کسی انسان کا کوئی عمل باہر نہین، اور جس پر

صرف کرے، خدا نے ہاتھ دیا ہے تو ہاتھ کے فرائض ادا کرے، پاؤن دیا ہے تو پاؤن کے کام کرے، غرض یہ کہ آنکھ، ناک، زبان، دماغ، عقل، دل، وغیرہ وغیرہ جو جو اعضا، یا مال و دولت وغیرہ وغیرہ جو جو نعمتیں خدا نے ہمیں دی ہیں ان سے صحیح طریقہ سے کام لینا یہی خدا کا شکر ادا کرنا ہے خلاصہ یہ کہ اپنی زندگی کے مقصد کو معلوم کرنا اور اس کو پیش نظر رکھ کر اپنے فرائض میں مشغول رہنا، یہ ہے انسانی زندگی کا اصل مقصد، مگر انسان نے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ اس زندگی کو درست اور قائم اور صحیح رکھنے کے لئے جو چیز پیدا کی گئی ہے، اس نے ان ہی چیزوں کو حاصل کرنا، اور انہی میں اپنی ساری زندگی صرف کر دینا اپنا مقصد زندگی بنا لیا ہے "خوردن برائے زندگی ست نہ زندگی برائے خوردن" کو اس نے اُلٹ کر زندگی کا مقصد کھانا کمانا، روپیہ جمع کرنا، سمجھ لیا ہے، حالانکہ اس کو غور کرنا چاہئے تھا کہ جس زندگی کے قائم رکھنے کے لئے وہ اس قدر محنت کرتا ہے، جس زندگی کو درست رکھنے کے لئے اس قدر سامان اس عالم میں پیدا کئے گئے ہیں، اس زندگی کا مقصد کیسا اعلیٰ اور اہم ہوگا، تو جو لوگ دنیا میں آکر دنیاوی مال و منال کو اپنی زندگی کا اصل مقصد قرار دیتے ہیں، وہ مال کی زیادہ محبت رکھتے ہیں، پھر اپنی ہستی اور اپنا انجام بھول جاتے ہیں، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کا خیال اُن کے دلوں سے جاتا رہتا ہے، تو دنیا کی محبت بُری نہیں، بلکہ اصل مقصد کو بھول جانا، اور غیر مقصود کو مقصود بنا لینا ہی تباہی کا اصلی سبب ہے، سب سے زیادہ محبت خدا کے لئے مخصوص ہے، مگر اس نے اس کو اُلٹ دیا، سب سے زیادہ محبت مال سے رکھی، اور خدا کو بھول گیا، حالانکہ اس کو چاہئے تھا کہ دنیا میں رہ کر دنیا بھی

سورۂ قارعہ

مکی — ۱۱ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اَلْقَارِعَةُ (۲) مَا الْقَارِعَةُ (۳) وَ
عظیم الشان حادثہ! کیا ہے عظیم الشان حادثہ؟ اور
مَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ (۴) يَوْمَ
تجھے کیا خبر کہ وہ عظیم الشان حادثہ کیا ہے؟ جس دن
يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ،
لوگ بکھرے ہوئے پروانے کی طرح ہو جائیں گے،
(۵) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ،
اور پہاڑ دھنی ہوئی پشم کے مانند ہو جائیں گے،
(۶) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (۷)
تو جس کسی کا پلہ بھاری ہوگا
فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۸) وَاَمَّا مَنْ
وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا اور جس کا
خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۹) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ
پلہ ہلکا ہوگا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا
(۱۰) وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (۱۱) نَارٌ حَامِيَةٌ،
اور تجھے کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ جلتی ہوئی آگ ہے،

ہر ایک چھپے بھید اور کھلی باتیں ظاہر ہیں، ضرور تمام اعمال کا جائزہ لے گا اور ایک ایک ذرہ کا مواخذہ ہوگا۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق یا ابدی راحت و آرام ملے گا۔ یا ابدی تکلیف و عذاب بھگتنا ہوگا، اس حقیقت پر انسان کو غور کرنا چاہئے، اور پھر سمجھنا چاہئے کہ دنیا جس کو ہم اپنی زندگی کا اصل مقصد بنائے ہوئے ہیں، جلد فنا ہو جانے والی ہے، اس قابل نہیں کہ اس کی فانی لذتوں میں رہ کر انسان اپنی آئندہ زندگی کو بھول جائے، اور اس کے لئے تیاری نہ کرے، اور حیوانات کی طرح اپنی زندگی کا بڑا مقصد اس جسم کی پرورش کو سمجھے، اور انسانیت کے فرائض جو اُسے حیوانات سے ممتاز کرتے ہیں، پسِ پشت ڈالدے،

سورۂ تکاثر

کی - ۸ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۲) حَتّٰى زُرْتُمُ

فخر (ومباہات) نے تمہین غفلت مین ڈال رکھا ہو، یہان تک کہ تم

الْمَقَابِرَ (۳) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴)

قبرون مین جا ملو، خبردار رہو عنقریب جان جاؤگے،

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ،

پھر خبردار رہو عنقریب جان جاؤگے،

دنیاوی مال و دولت، اور فانی اور ناپائدار منافع پر آپس مین فخر کرنا، اور اپنے کو بڑھ چڑھ کر بتانا، انھین کامون نے تم لوگون کو زندگی کے اصل مقصد سے غافل کر رکھا ہے، تمہاری بڑی سے بڑی کوشش اس مین صرف ہوتی کہ تمہین لوگ سب سے زیادہ مالدار، سب سے زیادہ معزز سب سے زیادہ ممتاز سمجھین، مکان بڑا عالیشان ہو، کپڑے ایسے ہون کہ مجمع مین سب لوگ اسی طرف دیکھین، روپے خوب زیادہ ہاتھ آئین اور ٹھاٹ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر ہو، بس تم اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہی سمجھتے ہو، اور اسی زیادہ طلبی اور فخر و غرور کی خواہش تمہین مرتے دم تک خدا سے غافل رکھتی ہے، اور قبرون مین پہونچنے تک تم اس حیوانی زندگی مین رہ کر اپنے اعمال و افعال کے نتائج، اور اپنی زندگی کے اصل مقصد کو

وہ سخت حادثہ جب آئے گا، اور تم جانتے ہو وہ سخت حادثہ کیا ہوگا؟ وہ ایسا ہولناک حادثہ ہوگا کہ انسان کو بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح تتر بتر کر دے گا، پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے، اور وہ دھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑنے لگیں گے، تو یہی حادثہ قیامت ہے جبکہ دنیا کا یہ موجودہ نظام توڑ دیا جائے گا، اور وقت آجائے گا کہ انسان کو اس کے اعمال وافعال کی جزا وسزا دی جائے گی، اس دن خوشی کی زندگی اُسے نصیب ہوگی، جس کے اچھے کاموں کا پلہ بھاری ہوگا اس کو اُس کی بداعمالیوں کی سزا میں نہایت تلخ اور دردناک زندگی ملے گی، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، جو بھڑکتی ہوئی آگ کا نام ہے، یہ مجازاہ ایک ضروری حقیقت ہے، جس کو نہ ماننے سے تمام اعمال کا سلسلہ درہم برہم ہوجاتا ہے، اور پھر کاموں کے اچھے اور بُرے ہونے کے کوئی معنی نہیں رہتے، آم کے درخت کا پھل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اُس کا پھل اچھا ہے، اسی طرح بُرے اور بدذائقہ پھل کے درخت کو بُرا سمجھا جاتا ہے، تو کاموں کے اچھے اور بُرے نتیجے اگر نہ ملیں تو کام کے اچھے اور بُرے ہونے کے کوئی معنی نہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ کاموں کے اچھے اور بُرے ہونے کے فیصلہ پر تمام دنیا متفق ہے، اور یقینی امر ہے، تو پھر یہ بھی یقینی ہے کہ کاموں کا اچھا اور بُرا نتیجہ ملنا ضروری ہے،

۴ اور جس کی بداعمالیاں زیادہ ہوں گی جس کے بُرے کاموں کا پلہ بھاری ہوگا

دیتے ہیں، بُرے کاموں سے روکتے ہیں، اسلام یہی لے کر آیا ہے، اور یہی اس کا مقصد ہے، جو اس تعلیم کو قبول کرکے اپنی اصلاح کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اپنی بداخلاقی نہ چھوڑے وہ اپنی سزا بھگتے گا،

(۶) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (۷) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

تم ضرور جلتی ہوئی آگ (دوزخ کی) دیکھو گے، پھر تم اس کو اپنی آنکھوں سے

عَيْنَ الْيَقِينِ (۸) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ

یقینی طور پر دیکھو گے، پھر اس دن تم سے نعمتوں

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

کے بارے میں پوچھا جائے گا،

اگر تم اس بسیار طلبی، حرص و ہوا، فخر و غرور سے باز نہ آؤ گے، اپنی اصلاح نہ کرو گے، تو تم جہنم دیکھو گے، اور یقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور تم سے خدا ان نعمتوں کا حساب لے گا جو تمہیں اس لئے دی گئی تھیں کہ ان سے اپنی زندگی کی حفاظت اور اس کی ضروریات پوری کرکے اپنے اعلیٰ مقاصد کو پورا کرو، پھر تمہیں تمہاری بداعمالی جہنم میں گھسیٹ کر لے جائے گی جہاں بجز دردناک عذاب اور دھکتی ہوئی آگ کے اور کوئی چیز تمہاری تواضع کے لئے نہیں،

ہونے سے عبرت حاصل ہوگی، اور زمانے کی سرعت زوال کی طرف توجہ ہونے سے یہ نفع ہوگا کہ زندگی کے چند باقیماندہ دنون کی قیمت معلوم ہوگی طبیعت نہایت مستعدی سے کام کی طرف متوجہ ہوجائے گی، اور یہ بات پوری طرح ذہن مین آجائے گی کہ ہمارا سارا سرمایہ جس کو ہم زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتے ہین، وہ نہایت جلد فنا ہوتا جاتا ہے اور ہم غافل پڑے ہوئے ہین، اسی لئے خدا نے لفظ **عصر** سے دو باتون پر شہادت پیش کی ہے،

(۱) مجازاً، کہ لوگ گذشتہ اقوام کے حالات پر غور کرین کہ اچھی یا بُری قومون کا کیسا اچھا یا بُرا انجام ہوا، اور سمجھین کہ اسی طرح انھین بھی اچھے اور بُرے کامون کا نتیجہ ضرور ملے گا،

(۲) انسان کے خسارے پر، کہ جو چیز انسان کا اصل سرمایہ ہے، جسے وہ زندگی یا زمانہ سے تعبیر کرتا ہے، اور جس پر بھروسہ کرکے وہ تمام باتون سے غافل ہوجاتا ہے، کس قدر جلد زائل ہونے والی، اور کس سرعت سے فنا ہوجانے والی ہے، حالانکہ انسان اسی زمانہ یا زندگی کے چند دنون پر اتنا بھروسہ کرتا ہے کہ موت کو بھول جاتا ہے، اپنی زندگی کے ختم ہوجانے سے غافل ہوجاتا ہے، اور خدا کے یہان جانے، اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنے کو فراموش کردیتا ہے، اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے، کہ کسی کا سرمایہ **برف** ہو اور بجائے اس کے کہ وہ جلد اس سے تجارت کرکے اپنے سرمایہ کو بڑھائے، صرف اس کی رونق، اور اس کی ٹھنڈک کا لطف حاصل کرتا ہے، بالآخر جب وہ پگھل کر پانی ہوجائے تو افسوس کرنے بیٹھے، یہی حالت انسان کی ہے، کہ جس زندگی پر وہ بھروسہ کر رہا ہے وہی اسے فنا کر رہی ہے، اور اس کی موت کو اس کے قریب لا رہی ہے، اور یہ

سورۂ عصر

مکی - ۳ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَالْعَصْرِ (۲) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ

زمانے کی قسم کہ انسان ضرور خسارے مین ہے،

زمانہ شاہد ہے کہ انسان خسارے مین ہے، مگر اس خسارے اور نقصان سے وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہین جو ایمان لائین، عمل صالح کرین، تواصی بالحق کرین، اور تواصی بالصبر کرین،

عربی زبان کی وسعت اس قدر ہے کہ ایک چیز کی مختلف حالتون اور مختلف حیثیتون کے لحاظ سے اس کے مختلف نام ہوتے ہین، اور ہر حالت کے لئے جدا جدا الفاظ ہوتے ہین مثلاً انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کی مختلف عمرون کے لحاظ سے پچاسون لفظ ہین، اسی طرح زمانہ کو مجموعہ کے لحاظ سے دہر کہتے ہین، اور اس حیثیت سے کہ وہ فنا ہوتا رہتا ہے اور جلد جلد گذرتا جاتا ہے عصر کہتے ہین، اسی لئے لفظ عصر عموماً گذشتہ زمانہ کے لئے بولا جاتا ہے، اسی لئے عصر شام کے وقت کو کہتے ہین جب دن گذر جاتا ہے، تو لفظ عصر بیان لانے سے یہ مقصد ہے کہ لوگون کو اس سے گذشتہ زمانے یاد آئین، اور زمانہ کے زوال اور جلد جلد فنا ہونے کی طرف توجہ ہو، گذشتہ زمانے یاد آنے سے یہ ہوگا کہ گذشتہ اقوام کے وقائع، اُن کے حالات، اور اُن کے انجام و نتائج پیش نظر

اس کی رضاجوئی ہمارا فرض ہے، اس کی تسبیح وتقدیس ہماری زندگی کا بڑے سے بڑا مقصد ہے، اس کی اطاعت اور فرمان برداری ہماری لئے اعلیٰ ترین کمال ہے، پھران باتون پر صرف یقین کرلینا ہی ایمان کے لئے کافی ہین، بلکہ اس یقین کے ساتھ اس کی اطاعت کا پختہ ارادہ، اس کے آگے جھکنے اور اس کی رضاجوئی کے لئے ہر وقت، ہر حال مین تیار ہوجانے کا مصمم عزم بھی ایمان کے لئے ضروری ہی،

تم اگر کامیاب زندگی چاہتے ہو، خسارے سے محفوظ رہنے کا تمہین خیال ہے تو خدا کے متعلق صحیح علم جو تمکو پہونچا ہے، اپنے اوپر جن امور کے ضروری ہونے کا تمہین یقین ہے، اس پر پابندی کا پختہ ارادہ کرو، یہ مصمم عزم کرلو کہ ان امور پر کاربند ہونے سے دنیا کی کوئی قوت تمہین نہین روک سکتی، جب یہ ارادہ تمہارے قلب مین پیدا ہوجائے تو سمجھو کہ اب تم صراط مستقیم کی پہلی منزل مین آئے جس پر چلنے والے مومنین کہلاتے ہین، اور جس مین داخل ہونے سے پہلے بھی بہت لوگ اپنے کو مومن سمجھنے لگتے ہین، حالانکہ صرف خدا کا یقین، رسول کی رسالت کا اعتقاد اور اپنے فرائض کا علم بغیر خدا کی اطاعت کا ارادہ کئے، اور بغیر ان فرائض کے پورا کرنے کا عزم مصمم کئے، مومن بنانے کے لئے اسی طرح ناکافی ہے جس طرح نہایت شیرین اور ٹھنڈے پانی کا دیکھنا بغیر پیئے ہوئے ایک پیاس سے تڑپنے والے کی پیاس بجھانے کے لئے،

کون کہہ سکتا ہے کہ **ھرقل** شاہ روم کو خدا کا اور رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا یقین نہ تھا، حالانکہ اس نے خود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی، اور اپنے اس یقین کو یون ظاہر کیا کہ

اُسی کے بھروسہ پر اپنی زندگی کے تمام مقاصد کو بھول بیٹھا ہے، اور اپنے انجام سے بالکل بے خوف ہو،

تو اُسے چاہیئے کہ اپنے خسارے کو سمجھے، اپنی ناکامیابی کا خوف کرے اپنے سُدھارنے، اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے، اس باقیماندہ وقت کو جو گذشتہ اوقات کی طرح عنقریب گذر جانے والا ہے، غنیمت سمجھ کر جو کچھ کرنا ہو کرلے، تاکہ آئندہ زندگی مین کامیابی نصیب ہو، اور اس غفلت کے نتیجے مین اُسے ابدی دردناک مصیبت اُٹھانی نہ پڑے

(۳) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہون نے نیک کام کئے

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی،

تو وہ کام جس سے زندگی کامیاب ہو، اور خسارے سے انسان محفوظ رہے چار ہین، جو لوگ کامیاب ہوئے ہین انھین کامون سے، اور جو ناکام ہوئے ہین وہ انھین کامون کو چھوڑکر،

(۱) ایمان

دل مین یقین پیدا کرنا خدا کا، اس کے عظمت وجلال کا، اس کی قدرت وغلبہ کا، اپنی بندگی کا، اس کا کہ ہم ہر وقت، ہر ساعت، ہر آن، اس کے قبضۂ قدرت مین ہین، اس کا کہ ہمارا اور ہماری تمام فہ دریات کا، تمام عالم کا، جو چیزین ہم دیکھتے ہین، جو ہم نہین دیکھتے ہین، سب کا خالق اور سب کا مالک وہی ایک خدا ہے، اس کا یقین کہ اُس کی بندگی ہم پر ضروری ہے

تمہاری معاش و معاد (موجودہ اور آئندہ زندگی) کامیاب ہوگی، اور اسی سے تمہاری فطرت اس اعلیٰ کمال تک پہونچے گی جس کی صلاحیت و استعداد تمہارے اندر رکھی گئی ہے، اسی مین تمہاری اور سارے عالم کی ترقی و فلاح ہوگی، کیون کہ تم اس دنیا کے ایک حصہ ہو، اور اسی نظام کے اندر تم بھی چل رہے ہو، جس پر یہ تمام کارخانۂ عالم چل رہا ہے، اور اسی لئے عمل صالح ایسے کام کا نام ہے جو اس حکمت و تدبیر کے موافق ہو، جس پر یہ بڑا کارخانۂ عالم چل رہا ہے، اور جو کام اس حکمت و تدبیر کے مخالف ہو، جو کام عالم کے اس بہترین نظام مین خلل انداز ہو، اور جو دنیا کی ترقی مین سدّ راہ ہو وہی عمل بُرا ہے،

(۳) آپس مین حق کی وصیت کرنا

مگر صرف یقین اور عمل سے یہ نہ سمجھو کہ اپنے مقصد تک پہونچ گئے، اس غلط فہمی مین نہ پڑو، کہ اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کر چکے، اور صراط مستقیم کے تمام منازل طے کر چکے، بلکہ اس کے بعد بھی اور چند اہم کام باقی ہین، جن پر تمہاری ہستی کا دار مدار ہے، جن پر قوم کی زندگی موقوف ہے، اور جن کے بغیر کوئی قوم قومی حیثیت سے کامیاب اور فلاح یاب نہین ہو سکتی،

اب تم کو یہ کرنا ہے کہ اپنے ہم خیالون مین ہر ایک کو حق کی اتباع کی، اس کی تائید و تقویت کی، اس پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی، اس کے تبلیغ و اشاعت کی وصیت کرو، یاد دہانی کرتے رہو، ان کو بتاتے رہو کہ تمہارے یہ یہ فرائض ہین، خدا کے اور خدا کی مخلوق کے تم پر یہ یہ حقوق

یہ پیغمبر ہمارے ملکوں پر حکومت کرے گا،

خود منافقین کی جماعت میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے، جو زبان و عمل کے ساتھ دل میں بھی یقین رکھتے تھے، اور یہ یقین اس درجہ کا تھا کہ ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے کہ خدا ہماری حالت مومنین پر ظاہر نہ کردے یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ (منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ آجائے جو ان کو ان کے دلوں کی باتوں کی اطلاع دیدے)، (توبہ) مگر باوجود اس یقین اس اقرار اور پھر اس عمل کے وہ مومنین میں شمار نہیں کئے گئے، کیوں کہ ان کو اس یقین، اور اس اعتقاد کے بعد بھی اپنے فرائض کا احساس نہ ہوا، اور ان کے دل میں خدا کی اطاعت کا ارادہ ہی پیدا نہ ہوا، وہ زبان سے اقرار ضرور کرتے تھے، وہ عمل بھی کرتے تھے، مگر اس لئے نہیں کہ خدا کی اطاعت کرتے ہیں، اس لئے نہیں کہ اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں، بلکہ وہ اپنے ان کاموں سے جلب منفعت میں ایک جال کا کام اور دفع مضرت میں ایک ڈھال کا، اس لئے ایمان اسی وقت ہوسکتا ہے جب خدا کی اطاعت کا ارادہ بھی دل میں پیدا ہوجائے،

(۲) عمل صالح

جب تم خدا کی اطاعت کا اور جو فرائض اس نے تمہارے مقرر کئے ہیں اُن کے پورا کرنے کا ارادہ کرلو، تو اب جو فرائض تمہیں بتائے جائیں اُن پر عمل کرو، اور جو جو کام اچھے ہوں وہ کرتے جاؤ، اسی میں تمہاری صلاح و فلاح ہے، اور اسی لئے اعمال حسنہ کو **صالحات** کہا گیا ہے، اسی سے

یہاں پہونچ کر تمہاری کوششین کامیاب ہونگی اور تمہارے زیر قدم
وہ منزل ہوگی جس کا نام منزلِ مقصود ہے، اور تم ان لوگون داخل ہوجاؤگے
جو اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ، کہہ کر یاد کئے گئے ہین، پھر دنیا تمہاری ہوگی
نہ کہ تم دنیا کے، اور آخرت تمہاری ہوگی نہ کہ اورون کی،

ہین، تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے ساتھ لو لگاؤ، اور اس کی مخلوق کے ساتھ رحم و ہمدردی کا برتاؤ کرو، غرض یہ کہ حق کے متعلق ہمیشہ آپس مین ایک دوسرے کی خبر گیری کرتے رہو، جس کو سست دیکھو جس کو حقوق ادا کرنے مین غافل پاؤ، اس کو یاد دہانی کرو، اس باہمی یاد دہانی اور اس جماعت کی باہمی وصیت کا یہ اثر ہوگا کہ جو اخلاق تم مین آچکے ہین، اور جو روح تم مین پیدا ہو چکی ہے وہ روز ترقی پر رہے گی، اور جس منزل تک تم پہنچ چکے ہو، اس سے آگے بڑھتے جاؤ گے،

(۴) آپس مین صبر کی وصیت کرنا

ہان حق کی وصیت، اور اس کی یاد دہانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپس مین صبر کی بھی وصیت کرتے رہو، حق پر پابند ہونے، اس کی تائید و حمایت کرنے، اس پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنے، اور اس حق کی آواز بلند کرنے مین، رکاوٹین پیش آئین گی، موانع سد راہ ہون گے، تکلیفون اور پریشانیون کا سامنا ہوگا، تو اس وقت تمہارے پاس عمر فاروق رضؓ کا مصمم ارادہ راسخ عزم اور سینے کے اندر خالد بن ولیدؓ کا مضبوط اور بہادر دل ہو جو ان تمام رکاوٹون کی فوج کو ایک حملہ مین شکست دے کر کام کے لئے اپنا راستہ صاف کر لے،

تمہارے پاس بلالؓ و خبیبؓ کا صبر و تحمل ہو، کہ حق کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار رہو، حق کے لئے مال و دولت، ملک و وطن، سب کو قربان کر دو، یہان تک کہ کلمۂ حق کی حمایت مین اگر خود اپنے رگ گلو کو کٹتے دیکھو تو اف نہ کرو، اور ہزار جان سے قربان ہو جاؤ،

روپیہ ہے، جس کو وہ خوب گن گن کر رکھتے ہین،

تو اے غافلو! اور اے اپنی زندگی کو تباہ کرنے والو! تمہین کچھ خبر ہی کہ کیا کر رہے ہو؟ جن چکدار سکون کی رنگینی نے تمہین مسخر کر لیا ہے جن کی محبت مین تم اپنی انسانیت کھو چکے ہو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہین موت سے بچا لین گے؟ یا وہ تمہین فنا ہونے سے محفوظ رکھین گے؟ اور تمہین دنیا مین ہمیشہ باقی رکھ سکین گے؟

(۴) كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (۵) وَمَا

نہین وہ تو ضرور جلتی ہوئی آگ مین ڈالا جائے گا، اور تو

أَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (۶) نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ

کیا جانے کہ وہ جلتی ہوئی آگ کیا ہے! وہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہو

(۷) الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْـِٕدَةِ (۸) إِنَّهَا

جو دلون تک چڑھ آئے گی، وہ ان کے

عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ (۹) فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ،

اوپر چارون طرف سے بند ہوگی، بڑے بڑے ستونون مین،

ہرگز نہین، یہ دنیاوی مال و دولت فانی چیزین ہین، ان کے بھروسہ پر اپنے انجام سے غافل ہو جانا نہایت تباہی کا باعث ہی، ان کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر ان کے حاصل کرنے مین بد اخلاقیون کی پروانہ کرنا، سخت غلطی ہے، جب یہ چیزین فنا ہو جائین گی، اور جب یہ کارخانۂ عالم درہم برہم کر دیا جائے گا، اور تمام اعمال کے مواخذہ کا وقت آئیگا، اس وقت ایسے لوگون کو جو مال و دولت مین پڑ کر اپنی زندگی کے اصل مقصد کو پس پشت ڈالے ہوئے ہین، ان بد اخلاقیون کی سزا مین جہنم مین جانا

سورہ ہمزہ

مکی - ۹ آیتین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

(۱) وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ (۲) نِ الَّذِیْ

ہر عیب چینی کرنے والے اور آوازے کسنے والے کے لئے ہلاکی ہے، جو مال جمع

جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ (۳) یَحْسَبُ اَنَّ

کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے، خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو

مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ،

ہمیشہ رہنے دے گا،

بعض ناعاقبت اندیش انسان ایسے ہوتے ہین جو روپیہ اور اس دنیا کی فانی لذتون کو اپنا مقصد بنا لیتے ہین، ایسے لوگون کو اپنے اخلاق کے اصلاح کی طرف توجہ نہین ہوتی، ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس طرح ملے روپیہ حاصل کئے جاؤ، چاہے اس مین بداخلاقی کا مرتکب ہونا پڑے یا انسانیت کو بالائے طاق رکھ دینا پڑے، ایسے لوگون کی حالت رفتہ رفتہ ایسی بگڑ جاتی ہے کہ وہ ایک حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتے ہین، اور اپنی انسانیت کے جوہر کو کھو بیٹھتے ہین، پھر ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ نیک اخلاق والون کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور اچھے لوگون کی نکتہ چینی کرتے ہین، ان پر آوازے کستے ہین، اور ان کی ہنسی اڑاتے ہین، کیونکہ ان کی نظرون مین اگر کوئی چیز عزت رکھتی ہے، یا کوئی چیز توجہ اور محبت کی مستحق ہے تو وہ صرف

سُورۂ فیل

مکی - ۵ آیتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ
کیا تونے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا
الۡفِیۡلِ (۲) اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ
کیا؟ کیا ان کی تدبیروں کو بیکار نہ کردیا؟
(۳) وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ (۴)
اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے
تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ (۵) فَجَعَلَہُمۡ
ان پر پتھر کے ٹکڑے پھینکتے تھے تو ان کو کھائی ہوئی
کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ،
بھس کے مانند کردیا،

اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان حق پر ہو تو مخالفین کی قوت سے مرعوب نہ ہو جائے، اور اللہ سے مدد کا پورا امیدوار رہے، توحید کی تعلیم کا ایک مدرسہ جسے ابراہیم خلیل (علیہ السلام) نے بنایا تھا، اس کے توڑنے کے لئے ایک بادشاہ حملہ کرتا ہے، ہاتھیوں اور فوجوں کے ساتھ خانۂ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے آتا ہے، شہر کے آدمی مقابلہ کی تاب نہ لاکر اس کے رحم پر چھوڑ کر علحدہ ہو جاتے ہیں، مگر خدا

پڑے گا، جہان دہکتی ہوئی آگ اِن کے لئے تیار ہوگی، جو لنبے ستونون کے درمیان ہے، یعنی اپنے مخزن مین محفوظ ہے، وہ ایسی آگ ہے کہ دلون کو جلا دے گی،

پو لوگون کو چاہئے کہ دنیاوی مال کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر اپنی آئندہ زندگی، اور اپنے انجام کو نہ بھول جائین، اپنی زندگی قائم رکھنے اور اس کی ضرورتین پوری کرنے کے لئے دنیا کی اور دنیا کے مال کی بے شک ضرورت ہے، اور ہر انسان اس کو حاصل کر سکتا ہے، مگر ہر حالت مین اپنا مقصد پیش نظر رہنا چاہئے، اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کا جواب دہ سمجھنا چاہئے،

سورۂ قریش

مکی - ۴ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ (۲) اٖلٰفِهِمْ
جاڑے اور گرمی کے

رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ (۳) فَلْیَعْبُدُوْا
سفر سے قریش کو جو الفت ہے، اسی الفت کی وجہ سے انھین چاہئے

رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ (۴) الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ
کہ اس کعبہ کے رب کی عبادت کرین، جس نے انھین بھوک

مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ،
مین کھلایا، اور خوف سے محفوظ رکھا،

مکہ کی سرزمین مین پیداوار نہین ہوتی، باہر سے ہر طرح کی ضروریات زندگی وہان پہونچتی رہتی ہین، جن سے وہان کے باشندے زندگی بسر کرتے ہین **قریش**، عرب کے اُس معزز قبیلہ کا نام ہے جو **اسمٰعیل** (علیہ السلام) کی اولاد مین تھے، **رسول اللہ** (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی قبیلہ مین پیدا ہوئے، وہی قریش خانۂ کعبہ کے خادم اور مجاور تھے تمام عرب مین اس وجہ سے ان کی عزت کی جاتی تھی، باوجود عرب کے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے اس قبیلہ کے لوگ محض اپنی اس عزت کی وجہ سے تمام عرب مین چارون طرف سفر کرتے تھے اور لوگ خانۂ کعبہ

اس مدرسہ ابراہیمیہ کو جس سے توحید کا چشمہ پھوٹ کر تمام دنیا کو سیراب کرنے والا ہے، ضائع نہیں ہونے دیتا، اور اُن تمام حملہ آوروں کو تباہ کر دیتا ہے، اور سب کے سب ہلاک کر دئے جاتے ہیں،

تو پھر ایک حق گو جس کا مقصد دنیا کی اصلاح اور حق کی آواز بلند کرنا ہے، کبھی کسی مخالف قوت سے مغلوب نہیں ہو سکتا، اور نہ اس کی آواز دب سکتی ہے، وہ ضرور کامیاب ہوگا، اور بالآخر اسی کی فتح ہوگی،

سورۂ ماعون

مکی - ۷ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ

کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو جزا کو جھٹلاتا ہے ؟

(۲) فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (۳)

یہی ایسا شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ،

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ،

اور محتاج کو کھلانے کی رغبت نہیں دلاتا ،

جو شخص مجازاۃ کا منکر ہے ، جو اعمال کے نتائج اور جزا و سزا کو نہیں مانتا وہی ایسا بدخلق ہو سکتا ہے کہ یتیموں کو دھکے دے کر نکال دے ، یا مسکینوں کو خود کھانا کھلانا تو درکنار دوسروں کو دیتے ہوئے دیکھے تو روک دے ، کیوں کہ جب وہ اعمال کے نتیجوں کو ضروری نہیں سمجھتا ، اچھے اور برے کاموں کے لئے جزا و سزا نہیں مانتا تو اس کے لئے کوئی کام برا نہیں ، سب کچھ برابر ہے ، اس کے نزدیک بداخلاقی یا برے کام کا لفظ ہی بے معنی ہے ، جب اس نے اس طرح اپنی انسانیت کو کھو دیا ، اور باوجود انسان ہونے کے اپنے آپ کو حیوان سے بھی زیادہ ذلیل اور پست بنا دیا تو اس سے جو بداخلاقی بھی ہو تھوڑی ہے ، اس کو سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ **انسان** ہے ، اور انسان دنیا کی اعلیٰ ترین ہستی

کی حرمت کی وجہ سے ان کے مزاحم نہ ہوتے تھے، بلکہ ان کا ادب واحترام کرتے، اور ان کی ہر طرح مدد کرتے، اور اس طرح یہ کامیابی کے ساتھ سردی کے موسم مین یمن کا اور گرمی مین شام کا سفر کرتے تھے، اور تجارت وغیرہ کرکے کامیابی کے ساتھ واپس آجایا کرتے، تو جب خانۂ کعبہ کی بدولت انھین سال بھر کے لئے غذا، اور تمام خطرات سے امن ملتا ہے، تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے خالق کی فرمان برداری کرین، اور اپنے فرائض محسوس کرین اور سب سے پہلے توحید کے منادی کو لبیک کہین، جو ان کے خانۂ کعبہ کی بنا کا اصل مقصد ہے،

جو قوم دینی خدمت کے نام سے دنیا مین کامیاب ہو وہ اگر دینی خدمت مین کمی کرے تو اس پر افسوس ہے، دنیاوی لوگ جنھون نے اپنا وقت محض دنیاوی کامون مین لگا رکھا ہے، ان سے اگر دینی خدمت مین کمی ہو تو اس قدر قابل اعتراض نہین جس قدر وہ لوگ جو مذہب کے نام سے روپیہ، عزت، اور دنیاوی ضروریات حاصل کرتے ہین، تو قریش جو گرمی اور سردی کے موسم مین صرف خانۂ کعبہ کے خادم ہونے کی بدولت امن وکامیابی کے ساتھ سفر کرتے ہین انھین لازم ہے کہ سب سے زیادہ خدا کی اطاعت کرین، اور کعبہ کی بنا کے اصل مقصد یعنی اشاعت توحید مین سب سے زیادہ حصہ لین نہ کہ اسکے برعکس جو شخص اس مقصد کی تکمیل کے لئے اُٹھا ہے اسکی مخالفت کرتے ہین، اور اسکی راہ مین روڑے اٹکاتے ہین، کعبہ کا زیادہ حق انھین پر ہے کہ اس کے مقصد کی حمایت اور اعانت میں اپنی جان لڑا دین، اور ثابت کر دکھائین، کہ جس کعبہ پر ان کی اور ان کے اہل وعیال کی زندگی کا دارمدار ہے اس کے حقوق کس حد تک یہ پورے کر سکتے ہین، اور کر رہے ہین،

اور خود ان کے فیصلہ کے مطابق اُن کو اِن دونون کامون مین کوشش اور مستعدی کے ساتھ سرگرمی دکھانی چاہئے، نہ کہ خدا کو بھول بیٹھین، اپنی نمازون مین سستی کرین، اور محض لوگون کو دکھانے اور اُن پر اپنی بزرگی اور اپنا تقدس ظاہر کرنے کے لئے خدا کے سامنے سجدے کرین، اور خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و احسان نہ کرین ضرورتمندون اور محتاجونکی ضرورتین دیکھین اور چپ بیٹھ رہین، مظلوم و کمزور کی فریاد سنین اور ان کے دل متاثر نہ ہون، یہانتک کہ روزمرہ کے برتنے کی چیزین دینے سے بھی انکار ہو، تو جو لوگ بخل کی اس حالت تک پہنچ گئے ہون کہ معمولی چیزین بھی وہ اہل ضرورت کو دینے پر تیار نہین تو پھر وہ اہم امورمین کیا خاک ہمدردی اور احسان کرسکتے ہین، تو ایسے لوگون پر افسوس اور ہزار افسوس ہے، ان کو چاہئے کہ نماز کا صحیح مطلب سمجھین اور جانین کہ نماز خدا کی تسبیح اور تقدیس کے لئے ہے، اس لئے اس سے صرف خدا کی یاد اور اس کی خوشی مقصود ہونی چاہئے، ان کو سمجھنا چاہئے کہ دنیا مین رہ کر ان کا فرض ہے کہ تمام انسان بلکہ تمام جاندار کے ساتھ ہمدردی کرین ان کی ضروریات کو سمجھین، ان کو پورا کرین، انتہا یہ کہ خالق و مخلوق کے ساتھ نہایت صحیح اور نہایت اعلیٰ تعلق پیدا کرین، اور اس کو اس طرح پورا کرین جیسا کہ ایک اعلیٰ انسانی ہستی کے شایان ہے،

کا نام ہے، جس کے فرائض بھی نہایت اعلیٰ ہونے چاہئیں، وہ ایک جانور نہیں ہے جس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد صرف کھانا اور پاؤں پھیلا کر سو جانا ہے

(۴) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (۵) الَّذِينَ هُمْ عَنْ

تو نمازیوں کے لئے ہلاکی ہے، جو اپنی نماز سے

صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۶) الَّذِينَ هُمْ

بے خبر رہتے ہیں، جو لوگوں کو دکھلاتے ہیں

يُرَاءُونَ (۷) وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ،

اور روزمرہ کے برتنے کی چیزوں سے بھی روکتے ہیں،

مگر افسوس ہے اُن نمازیوں پر جو مذہب کی پابندی کا دعوے کرتے ہیں جزا و سزا کو مانتے ہیں، پھر اپنے انسانی فرائض سے غافل ہیں، اپنے اعلیٰ مقاصد یعنی خالق کے ساتھ عبودیت، اور مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت میں سست ہیں، انسانی زندگی کے یہی دو بڑے مقصد ہیں کہ (۱) وہ اپنے خالق سے صحیح تعلق پیدا کرے، اس کا سچا بندہ بن جائے، اور اس کی تقدیس و تسبیح کو اپنی بڑی کامیابی سمجھے، جس کی ایک جامع اور مکمل صورت نماز ہے اور (۲) مخلوق کے ساتھ رحم و شفقت، ہمدردی و غمگساری کا برتاؤ کرے اور مراتب کے لحاظ سے ہر ایک کے ساتھ احسان و کرم کا سلوک کرے، جس کی ایک اچھی اور باضابطہ صورت **زکوٰۃ** ہے، یہی دو امور اسلام کے اعلیٰ مقاصد ہیں، اور یہی باتیں ہیں جو عقل کے لحاظ سے انسان کی انسانیت کا جوہر ہیں،

بالخصوص وہ لوگ جو مذہب کی اتباع کا دعوے کرتے ہیں اور جزا و سزا کو مانتے ہیں ان کو ان باتوں میں اوروں سے زیادہ حصہ لینا چاہئے

لگاؤ کا ثبوت دو، پھر قربانی کرکے مخلوق کی محبت اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی دکھاؤ، عرب میں مہمانداری بہت ضروری سمجھی جاتی تھی، اور ان کے یہاں یہ ایک معمولی بات تھی کہ کسی مہمان کے لئے اونٹ ذبح کردیا کرتے تھے، اس لئے اے پیغمبر خدا کی اس بڑی نعمت کا تقاضا یہی ہے کہ تم خالق اور مخلوق سے محبت کرو، کیونکہ یہی دو باتیں ہیں جو مذہب کی روح ہیں اور اور جتنے احکام ہیں سب انھیں دو مقصد کے پورا کرنے کی متعدد صورتیں ہیں اور یہی مقاصد نماز وزکوٰۃ، حج وروزہ کے ہیں، جو اسلام کے ارکان ہیں، جیسا کہ ان آیات سے واضح ہوتا ہے،

وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور نہ ہم محتاج کو کھانا کھلاتے تھے،

(۱) قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ،

(مدثر - ۴۳)

اور تیرا رب حکم دیتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ احسان کرو، .... اور قرابت والے کو اس کا حق دو اور محتاج کو اور مسافر کو،

(۲) وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا .... وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ،

(بنی اسرائیل - ۲۳-۲۶)

تو نماز پڑھنے والوں کے لئے ہلاکی ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو صرف (لوگوں کو) دکھانا چاہتے ہیں، اور معمولی چیزیں بھی دینا گوارا نہیں کرتے

(۳) فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ

(ماعون - ۴)

اور خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا

(۴) وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا

سورۂ کوثر

مکی - ۳ آیتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (۲) فَصَلِّ
ہمنے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے، پس اپنے رب کی
لِرَبِّکَ وَانْحَرْ،
نماز پڑھو اور قربانی دو،

اے پیغمبر ہمنے تم کو خیر کثیر دیا، خیر کا لفظ قرآن مین مال کے لئے، اور خیر کثیر کا لفظ حکمت کے لئے آیا ہے، "وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا" (اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا) تو ہم نے تم کو خیر کثیر دیا؛ ایک فطرتی مذہب سکھایا، ایک اعلیٰ تعلیم یعنی قرآن بھیجنا شروع کیا، جس اہم فرض کا احساس کرکے تم راہ حق کی تلاش مین تھے، اور جس کے لئے تم اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمسے لو لگائے غار حرا مین بیٹھے تھے، وہ ہم نے تمہین بتایا، اس لئے تم اپنی کامیابی پر ہمارا شکر کرو، ہمین یاد کرو، ہم سے اور ہماری مخلوق سے محبت کرو، ہماری تسبیح و تقدیس کے لئے نماز پڑھو اور پھر قربانی کرکے لوگون کو کھلاؤ، خدا کی محبت دل سے ہو، زبان سے ہو، اعضا سے ہو، ان سب کا مجموعہ نماز مین موجود ہے، دل مین خدا کی عظمت زبان سے اس کی تسبیح و تقدیس، ہاتھ پاؤن اور تمام اعضا سے اس کی عبادت اس کی تعظیم نماز مین پائی جاتی ہے، تو نماز پڑھ کر خدا کی محبت اور اس سے

اب اپنی زندگی کے مقصد پورا کرنے میں لگ جاؤ، اور ان مخالفین کی پروا نہ کرو، جو تمہیں تمہاری تعلیم اور تمہاری حق کی آواز کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے فنا اور منقطع کر دینا چاہتے ہیں، تم اپنا کام کئے جاؤ، تم ہی کامیاب ہوگے، تمہاری آواز بلند ہوگی، اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلے گی، اور تمہارے مخالفین خود تباہ، فنا، اور ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے منقطع ہو جائیں گے، کہ ان کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہے گا،

شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں، اور یتیموں، اور محتاجوں اور قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرو،

بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ، وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ،

(نساء - ۳۶)

ان تمام آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ تمام احکام و شرایع کا مقصد یہی دو چیزیں ہیں (۱) خدا کے ساتھ صحیح تعلق اور سچی محبت، (۲) بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی و احسان،

امام رازیؒ فرماتے ہیں:-

چوتھی بات یہ ہے کہ فصل خدا کی احکام کی عزت کرنے کا حکم ہے، اور واخر مخلوق پر رحم و شفقت کرنے کا تمام عبادتوں میں یہی دو باتیں پائی جاتی ہیں،

وَرَابِعُهَا اَنَّ قَوْلَهٗ فَصَلِّ اِشَارَةٌ اِلَى التَّعْظِيْمِ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَقَوْلَهٗ وَانْحَرْ اِشَارَةٌ اِلَى الشَّفَقَةِ عَلَى الْخَلْقِ وَجُمْلَةُ الْعُبُوْدِيَّةِ لَا تَخْرُجُ عَنْ هٰذَيْنِ الْاَصْلَيْنِ،

(جلد ۸ صـ ۱۳۷)

(۳) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ،

تیرا بدخواہ ہی ایسا ہوگا کہ کوئی اس کا نام لیوا نہ رہے گا،

اس سورت کے اندر اول خدا نے اس بڑی نعمت کا تذکرہ کیا ہے، جو اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عنایت فرمائی، پھر فرمایا ہے کہ

کریں تو کہدے کہ میں تمہارے کاموں سے بری ہوں، اور زبردست اور مہربان خدا پر توکل کر،

عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (شعراء - ۲۱۵)

اور اگر وہ تجکو جھٹلائیں تو کہدے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں،

(۲) وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ، (یونس - ۴۱)

اسی طرح اس سورت میں لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ بھی ہے جس میں براءت کا اظہار اور تعلقات منقطع کرنے کا اعلان ہے، کیونکہ پیغمبر اول نصیحت کرتا ہے، حق کی طرف بلاتا ہے، اور ایذاؤں پر صبر کرتا ہے پھر جب نہ ماننے والوں کی شرارت بڑھ جاتی ہے تو ان سے اپنی براءت ظاہر کرتا ہے، اور ہجرت کرکے دوسری جگہ چلا جاتا ہے، اس کے بعد ہی باطل کی شکست اور حق کی فتح ہوتی ہے،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

(۱) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (۲) لَا أَعْبُدُ

تو کہہ دے اے کافرو! جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں عبادت

مَا تَعْبُدُونَ (۳) وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ

نہیں کرتا، اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے

سُورۂ کافرون

مکی - ۶ آیتین

پیغمبر جب کسی قوم مین آتا ہے تو جن لوگون مین صلاحیت ہوتی ہے اور وہ اپنے فرائض کو محسوس کرتے ہین وہ اس پیغمبر کی تعلیم قبول کرکے اپنی اصلاح کرلیتے ہین، اور جو لوگ بداخلاق اور بہیمیت کے ہاتھون اپنی انسانیت کو کھوچکے ہین، اور اپنے آپ کو جانورون سے بدتر بنا چکے ہین، وہ پیغمبر کی آواز کو نہین سنتے، بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہین، اس کی آواز کو روکتے ہین، اس کی راہ مین روڑے اٹکاتے ہین، اور انتہا یہ ہوتی ہے کہ اس کو نکالنے، اور بسا اوقات اس کی جان تک لینے کے درپے ہوجاتے ہین، ایسی حالت مین پیغمبر کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے لوگون سے اپنے تعلقات منقطع کرلے، ان سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کردے، اور ان کو چھوڑکر ہجرت کرے، اور دوسری جگہ چلا جائے، اس طویل مدت مین بھی اگر وہ اپنی ان سرکشیون سے باز نہ آئین تو انھین تباہ اور ہلاک کردیا جاتا ہے، اور پیغمبر اور اُس کے ماننے والے اس کی حمایت اور مدد کرنے والے غالب و مظفر و منصور ہوتے ہین، خدا کی یہ ایک مستمرہ سنت ہے جو عموماً تمام پیغمبرون کے ساتھ پیش آتی ہے،

اس سورت کے اندر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا گیا ہے کہ اون مخالفین و معاندین سے اپنی برأت ظاہر کردین، چنانچہ آنحضرتؐ کو نبوت کے شروع مین ہی یہ حکم دیا گیا،

(۱) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنْ	اور جن مومنین نے تیری اتباع کی ہے ان کے ساتھ تو تحمل کیا کر، اور اگر وہ نافرمانی

کا مطلب لِیُبَیِّنَ مین ہے، اور چونکہ یہ ایک جملہ اسمیہ ہے اس لئے کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہین، بلکہ یہ براءت ہر زمانہ کے لئے ہے، اور اپنے اختصار، اور بلاغت کی وجہ سے ایک باقی رہنے والا جملہ ہے جو آپؐ کی ہجرت کے بعد اُن کفار کے دلون مین باقی رہا، اور وہ رفتہ رفتہ سمجھ گئے کہ یہ مذہب ضرور غالب ہوگا، اس طرح یہ براءت اور ہجرت بھی تبلیغ کی ایک آخری صورت تھی، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی سرکشی سے باز آگئے، اور جو لوگ اس پر بھی نہ باز آئے وہ تباہ ہوئے کیون کہ یہ خدا کی ایک مستمر سنت تھی، جسے اس آیت مین تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے،

کیا تمہارے پاس ان لوگون کی خبر	أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ
نہین پہنچی جو تم سے پہلے تھے، یعنی قوم	قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ
نوح اور عاد اور ثمود کی اور جو لوگ انکے	وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ
بعد ہوئے، جن کو خدا کے سوا کوئی نہین	إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
جانتا ان کے پاس ان کے رسول ظاہر	بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ
دلیلین لیکر آئے تو انہون نے ان کے	فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا
ہاتھون کو اُلٹا ان ہی کے منہ پر مارا	بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ
اور بولے جو دیکر تم ہمارے پاس بھیجے گئے	مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ،
ہو ہم اس سے انکار کرتے ہین اور جس کی طرف	قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ
تم ہمکو بلاتے ہو ہمکو اس کی نسبت شک	فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
ہے، ان کے رسولون نے کہا کیا تم کو خدا	يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ
کے بارے مین شک ہے؟ جو کہ آسمان	ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ

عرب کے مختلف قبیلون مین جس چیز کی وجہ سے تعلقات ہوتے تھے وہ یہی بت ہوتے تھے، جن کی وہ پرستش کرتے تھے، اور جب کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلہ سے تعلق و یگانگت پیدا کرنی چاہتا، تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ اس قبیلہ کے بت کی پرستش کرے، گذشتہ زمانے مین یہ عام دستور تھا، ایک بت پرست قوم سے یہ کہنا کہ "نہ تمہارے بتون کی پرستش ہم کرین گے اور نہ تم ہمارے خدا کی پرستش کرنے والے ہو" اس کے صاف یہ معنی ہین کہ ہم تم سے بری ہین اور تم ہم سے بری ہو، اسی کا نام **اظہار براءت** اور تعلقات کا منقطع کرنا ہے،

(۴) وَلَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ (۵) وَلَآ

اور جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کا مین عبادت کرنے والا نہین اور

أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ،

جس کی مین عبادت کرتا ہون اس کی تم عبادت کرنے والے نہین،

براءت ظاہر کرنے مین ضرورت ہے کہ پوری توضیح و تکرار و تاکید سے کام لیا جائے، اسی لئے اس مضمون کو دو دفعہ کہا گیا، لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ سے آئندہ زمانہ کے لئے ان کی امید منقطع کردی گئی ہے، اور لَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ سے ان کے آبائی دین سے بیزاری ظاہر کردی گئی ہے،

(۶) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے

یہ ایک جامع جملہ ہے جو باوجود نہایت مختصر ہونے کے ان تمام مطالب کو لئے ہوئے ہے لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ اور لَآ أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ کا مطلب لَكُمْ دِينُكُمْ مین اور دونون لَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ

ملک سے نکال دین گے یا یہ کہ تم پھر ہماری	جَهَنَّمَ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ
ملت مین آجاؤ، تو ان کے رب نے ان	يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ
پر وحی بھیجی کہ ہم ظالمون کو ضرور ہلاک	وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ
کر دین گے اور ان کے بعد تمکو اس ملک	مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِن
مین بسائین گے یہ اس شخص کے لئے	وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ،
ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے	(ابراہیم - از ۹ تا ۱۷)

ڈرے اور میری دھمکی سے ڈرے اور انہون نے فتح پائی اور ہر سرکش اور دشمنی کرنے والا خائب وخاسر ہوگیا، اس کے آگے جہنم ہے (وہان) اسکو پیپ کا پانی پلایا جائے گا، وہ اس کو ایک ایک گھونٹ پئے گا اور حلق سے نہ اُتار سکے گا، ہر طرف سے موت اس کو گھیرے ہوگی اور مرے گا نہین، اور اس سے آگے اور سخت ترین عذاب ہے،

اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہی وہ تمکو بلاتا
ہی، تاکہ تمہاری گناہ بخشدے، اور
ایک مقرر وقت تک تمکو رہنے دے
ان لوگون نے کہا تم تو بس ہم ہی جیسے
ایک آدمی ہو چاہتے ہو کہ ہمکو اپنے باپ
دادا کے معبودون سے پھیر دو تو ہمارے
پاس صاف سند لاؤ، ان کے رسولون نے
ان سے کہا کہ بیشک ہم تم ہی جیسے آدمی
ہین، مگر خدا اپنے بندون مین سے
جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے
اور ہمارا یہ کام نہین کہ ہم تمکو کوئی سند
لادین مگر خدا کے حکم سے اور ایمان
والون کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ
کرین اور ہمکو کیا ہو گیا ہے کہ خدا پر
بھروسہ نہ کرین حالانکہ اسنے ہمکو
ہماری راہون کی ہدایت کی اور تم
جو جو ایذائین ہمکو دیتے ہو ہم ضرور
ان پر صبر کرین گے، اور بھروسہ کرنے
والون کو چاہئے کہ خدا ہی پر بھروسہ
کرین، اور ان کافرون نے اپنے
رسولون سے کہا کہ ہم تم کو ضرور اپنے

مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا، تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاْتُوْنَا
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ، قَالَتْ رُسُلُهُمْ
اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ، وَمَا لَنَآ اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ
عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ
لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى
اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
الظّٰلِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ
لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ
وَعِيْدِ، وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ
كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، مِّنْ وَّرَآئِهِمْ

سورۂ لہب

مکی - ۵ آیتین

اس سورت مین دین حق کے مخالفین کا سرگروہ یعنی **ابولہب** اور اس کی بیوی جنھون نے حق کی آواز بلند کرنے والے پیغمبر کی راہ مین روڑے اٹکانے، ان کو ستانے، اور انھین ہر طرح کی ایذائین پہونچانے کو اپنا مقصد بنالیا تھا، ان کو ان کے بدانجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ دنیاوی مال وعزت جس کے بھروسہ پر تم نازان اور بیخوف ہو کچھ فائدہ نہ دے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۲) مَآ
ابولہب کے ہاتھ ٹوٹین اور وہ ہلاک ہو اس کا
اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (۳) سَيَصْلٰى
مال اور اس کی ساری کمائی کچھ کام نہ آئی، عنقریب بھڑکتی
نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۴) وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ
ہوئی آگ مین داخل ہوگا، اور اس کی عورت بھی جو ایندھن
الْحَطَبِ (۵) فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ
سر پر لئے پھرتی ہے اس کی گردن مین بٹی ہوئی رسی ہوگی،

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹین اور وہ تباہ ہو، کہ خدا کی سچی تعلیم کو خود بھی نہین

سورۂ نصر

مدنی — ۳ آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (۲) وَرَأَيْتَ

جب خدا کی مدد اور فتح آئے اور تو لوگوں کو

النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا،

جھنڈ کے جھنڈ خدا کے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھے

(۳) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ

توحید کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کر اور اس سے استغفار کر بیشک

كَانَ تَوَّابًا،

وہی رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے،

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، جب اسلام کی آواز پوری کامیابی کے ساتھ تمام پھیل چکی، اور حق کی فتح اور حق کے معاندین و مخالفین کی شکست ہو چکی، اس وقت یہ سورت آئی کہ جب خدا کی مدد آگئی، اور تمہاری نگاہ کا مقصد یعنی کلمۂ حق کی فتح ہوئی، اور مخلوق جوق جوق خدا کے پیچھے دین میں داخل ہونے لگی، تو اب اپنی اس کامیابی پر خدا کی تحمید و تسبیح کرو، اور خدا سے معافی مانگتے رہو، کہ جو غلطیاں یا لغزشیں تم سے ہوئی ہوں، وہ سب تمہارا معاف فرما دے، اور اسی کامیابی کے ساتھ تمہاری آواز کو تمام دنیا میں پھیلا دے، کیونکہ خدا ایسے لوگوں کی طرف جو رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے،

سورۂ اخلاص

مکی - ۴ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۲) اَللّٰهُ الصَّمَدُ

تو کہہ دے کہ خدا ایک ہے، خدا ہی بے نیاز ہے،

(۳) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۴) وَلَمْ يَكُنْ

نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ خود جنا گیا، نہ کوئی

لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ،

اس کا مثل ہے،

توحید کی یہ صحیح تعلیم ہے، جو مذہب کی بلکہ انسانیت کی بنیاد ہے خدا کے متعلق صحیح خیال کسی مذہب مین موجود نہ تھا، عیسائیت کے اندر ایک مین تین اور تین مین ایک تھا، مشرکین سینکڑون خدا کے بیٹے اور بیٹیان مانتے تھے، غرض خدا کے متعلق نہایت غلط اور باطل خیالات لوگون کے ذہن مین سمائے ہوئے تھے اس وقت قرآن نے یہ آواز بلند کی،

کہدو خدا ایک ہی، ہر طرح کی ضرورتون سے بے نیاز ہی، نہ کوئی اس کا باپ ہی نہ کوئی اسکا بیٹا، نہ کوئی اسکے برابر کا ہی، وہ ایک ہی، کوئی اس سے بڑا یا اس کے برابر یا اس سے چھوٹا جو اس کا جانشین ہو، ہرگز نہین، وہ ہر طرح سے ہر چیز سے بے نیاز ہے،

مانتا ہے اور جو لوگ مانتے ہین اُنھین تکلیفین پہونچاتا ہے، دنیا کے مال
و اولاد اور عزت و جاہ پر اپنے انجام کو بھول بیٹھا ہے، اُسے یاد رہے
کہ وہ بُری طرح ہلاک ہوگا، اور یہ سارے مال و منال جن پر اس کو بھروسہ
اور غرّہ ہے بے سود ثابت ہون گے، اور جب خدا کا عذاب اسے ہلاک
کرنے کے لئے آئے گا تو اِن چیزون مین سے کوئی چیز بھی کام نہ آئے گی
اور انتہا یہ ہوگی کہ اپنی ان بداعمالیون اور سرکشیون کے انجام مین اُسے
دہکتی ہوئی آگ مین جانا پڑے گا، اور اس کی بیوی جو سرکشی اور تمرد اور
بداخلاقی مین اپنے خاوند کے قدم بقدم ہے وہ بھی اپنا انجام سوچ لے اور
یاد رکھے کہ بچے اور نیک لوگون کو ستانا ایک دن ضرور رنگ لائے گا یہ
بداخلاقیان ضائع نہ جائین گی، اور ان بداعمالیون کا بارِ گراں[1] جو اس نے اپنی
گردن پر اُٹھایا ہے وہی اس زندگی مین دوزخ کی آگ کی صورت مین آکر اُسے
جلائے گا، اور یہ دنیاوی اسباب عیش و راحت اور یہ زیورات جن سے وہ
اپنی گردن کو خوبصورت بنایا کرتی ہے اس دن آگ ہوکر اس کی گردن مین
لپٹین گے، وہان خود یہی چیزین جن پر ناز و تکبر کرکے اپنے انجام اور اپنی
بداعمالیون کی سزا کو بھولے ہوئے ہے اس کے لئے عذاب اور دردناک
سزا کا باعث ہون گی، تو اس سورت مین حق کے مخالفین کو ڈرایا گیا ہے
اور ان کے بُرے انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر اپنی سرکشیون
سے باز آجائین،

---

[1] حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ایندھن اُٹھانے والی:- یعنی بداعمالیون کا بارِ گراں جو اس نے اپنے سر پر اُٹھایا ہے وہ دراصل ایندھن ہے جو اُسے دوزخ مین جلائے گی جیسے دوسری جگہ قرآن مین ہے، "وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ" ۱۲

تو اس تاریکی کو ہمارے نفع کے لئے دور کر دیتا ہے، اسی طرح ہماری منزل مقصود تک پہونچنے کے راستہ مین جو تاریکی ہے اسکو دور کر دے، جس طرح تو رات کے بعد دن نکال کر کام کرنے کے موقعے دیتا ہے، اسی طرح اچھی اچھی باتون کی توفیق دے کر ہمین منزل مقصود تک پہونچنے کا موقع دے اور دنیا کے اندر جو جو باتین ایسی ہین جو میرے لئے مضر ہون، یا میرے مقصد کے مخالف ہون ان سے ہمین بچا، تو ہمین رات کی تاریکی مین جو برائیان ہین ان سے بچا، ایسا نہ ہو کہ یہ تاریکی اور یہ اطمینان کا وقت ہماری توجہ مخلوق کی دل آزاری، ان کو نقصان پہونچانے، یا ان بداخلاقیون کی طرف منعطف کر دے جو عموماً پردہ مین، پوشیدگی مین، تاریکی مین، اور صیغۂ راز مین کیجاتی ہین، ان ہلاکتون اور ناگہانی آفتون سے ہمین بچا، جو اس تاریک وقت مین انسان کی ہستی کو، اس کے جسم کو، اس کی روح کو، تکلیف پہونچاتی ہین فنا کر دیتی ہین، یا اپنا لقمہ بنا لیتی ہین، یہ تو عموماً رات کے وقت کی برائیان ہین، جن سے ہر انسان کو بچنے کی ضرورت ہے،

(۴) وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ،

اور پختہ ارادون مین پھونک مارنے والون کی بدی سے

اب اس کے علاوہ خود اپنی جنس، اپنی نوع مین اپنے پاس بیٹھنے اٹھنے والون مین، اپنے مجمع مین، اپنے یار و احباب مین، بلکہ خود اپنے گھر مین جو اپنے دشمن ہین، اپنے کامیابی کے راستے مین روڑے ہین، بنے بنائے کام کو بگاڑنے والے ہین، کی کرائی بات بیکار کر دینے والے ہین، ان کی شرارتون سے بچا، وہ کون ہین؟ وہ، وہ ہین جو خوشامد کے پیرایہ مین، محبت کے سانچے مین، خیر خواہی کے طرز مین، رو کر، ہنس کر آنکھون

سورۂ فلق

مکی — ۵ آیتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۲) مِنْ

تو کہہ دے کہ مین صبح کے رب کی پناہ لیتا ہون، جو کچھ

شَرِّ مَا خَلَقَ،

اس نے پیدا کیا ہے اس کی بدی سے،

انسان کی فطرت، اس کی ساخت نہایت اعلیٰ ہے، اور اس مین استعداد ہے کہ اپنی فطرت کو اعلیٰ ممکن کمال تک پہونچائے، مگر اس عالم مین بیرونی اثرات اور خارجی موانع پیش آتے ہین، جو طبیعت پر اثر ڈال کر اسے مقصد سے غافل کر دیتے ہین یا مسدود راہ ہو جاتے ہین، یا اس کو دوسری طرف مائل کر دیتے ہین، اس سورت مین خدا نے تعلیم دی ہے کہ ان تمام رکاوٹون اور بیرونی مخالف اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے خدا کی پناہ مین آجاؤ، اور اس سے کہو کہ اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے والے خدا تو ہمین ان ساری فتنے سے محفوظ رکھ، اور ہمین ہر ایسے کام کی توفیق دے جس مین ہماری صلاح و فلاح ہے، اور ہر ایسے اثر سے بچا جو ہمارے مقصد کے لئے مضر اور ایک رکاوٹ ہو

(۳) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ،

اور اندھیری رات کی بدی سے جب وہ چھا جائے،

تم کہو کہ اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے والے خدا جس طرح

نقصان پہونچائے، تو اے تاریک رات سے روشن صبح پیدا کرنے
والے پروردگار! ہماری کامیابی کے مطلع کو ایسے ناپاک مخالفون، اور
بد باطن حاسدون کی شرارتون کی تاریکیون سے پاک و صاف رکھ، اور
اپنی رحمت و کرم، اور توفیق نیک کا آفتاب ہمارے لئے روشن کر، جوان
بیہودہ دشمنون کی ساری شرارتون کی تاریکیون کے پردے کو چاک
کردے، اور ہم اطمینان و سکون، امن و عافیت سے اپنے مقاصد کے
پورے کرنے مین لگے رہین، اور کسی قوم کی مخالفت سامنے نہ آئے، اور
اگر آئے تو تیری دی ہوئی توفیق عمل کی قوت سے اسے شکست دے دین
اور کامیاب ہو جائین،

اشارے سے، یا چپ ہی چپ پھونک مار کر ہمارے دل کے مصمم ارادے کو، ہمارے راسخ عزم کو، ہمارے پختہ خیال کو، ہماری طے شدہ تجویز کو، بالکل اُڑا دیتے ہین، منتشر، کمزور، اور فسخ کر دیتے ہین، ہم نے اچھے سے اچھے کام کا مضبوبہ گانٹھا، اور ان مین سے کسی نے کسی انداز سے ہم کو اس ارادے سے پھیر دیا، اور ہم کو مطلق خبر بھی نہ ہوئی، کہ میرے دل نے کیا فیصلہ کیا تھا؟ اور وہ فیصلہ اب کیا ہو گیا؟ اور اس کی کس قدر ضرورت تھی، اور اس کے فسخ ہو جانے سے کس قدر نقصان ہوا؟ تو اے روشن صبح کے پیدا کرنے والے منور خدا ہمین ان میٹھی چھریون کے میٹھے نشتر سے بھی اپنی پناہ مین رکھ، مجھے ان کی ضرورت نہین، یا تو میرے ارادہ مین اس قدر پختگی دے، میرے عزم مین اس قدر قوت دے، میرے خیال مین اس قدر مضبوطی عطا فرما کہ ان پھونک مارنے والون کی پھونک اُڑ کر رہ جائے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو، یا ان کی اس زہریلی پھونک کو بے اثر کر دے،

(۵) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ "

اور حسد کرنے والا جب حسد کرے اس کی بدی سے،

یہان ابھی ایک اور دشمن ہے، جسے ہماری کامیابی بھلی نہین معلوم ہوتی جو ٹھنڈی آنکھون سے ہمارے فوز و فلاح کو نہین دیکھ سکتا، جس نے اپنی زندگی کا یہ مقصد بنا لیا ہے کہ کسی طرح مجکو ناکامیاب دیکھے، تباہ دیکھے برباد دیکھے، مصیبت اور تکلیف کا پہاڑ ہم پر گرتا ہوا دیکھے تو اس کی خوشی ہو، اس کے دل مین چین آئے، اسی لئے وہ اپنی پوری عقل، اپنا پورا ارادہ اپنی ساری قوت اور کوشش، اس مین خرچ کر دیتا ہے، کہ کسی طرح ہمکو

تو اے انسان کے مالک، اے ہمارے آقا، اے ہمارے شہنشاہ،
اور پھر اے ہمارے معبود، اے وہ کہ ہم لوگون کی ساری پرستش ہر
قسم کی عبادت، اور ہر طرح کی غلامی تیرا ہی حق ہے، کیونکہ تو ہی پرورش
کرتا ہے، اس لئے تو ہی مالک ہے، اور جب تو ہی مالک ہے تو ہماری
بندگی کا مستحق بھی صرف تو ہی ہے اس لئے ہم تیری ہی پناہ مین آنا چاہتے ہین

(۴) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ،

بڑے خیال کی بدی سے جو (آتا ہے اور) پیچھے ہٹ جاتا ہے،

(۵) اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ

(یعنی رہ رہ کر آتا ہے) جو کہ انسان کے سینون مین وسوسہ

النَّاسِ (۶) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ،

ڈالتا ہے، جن سے اور انسانون سے،

تو اے ہم سب کے پروردگار خدا، اے ہم سب کے مالک اور شہنشاہ
خدا، اور اے ہم سب کے معبود و مسجود خدا، ہمین اپنے یہان تک پہنچنے
کا لحہ اچھے سے اچھے کامون کی توفیق دے اور اس راستہ پر چلنے مین جو
جو رکاوٹین ہین ان سب کو دور فرما دے، اور یہان ایک سب سے بڑی
رکاوٹ، اور ہمارا ایک سب سے بڑا اور سب سے قریب دشمن ہے
یعنی برے خیالات، برے ارادے، بری نیتین، جو ہمارے سینے مین
چھپی رہتی ہین، اور موقع پاکر ہمارے دلون کو برانگیختہ کرتی ہین، ہمین گمراہ
کرنا چاہتی ہین، اور سیدھی راہ سے ہمین ہٹا کر جہنم مین ڈھکیل دینا چاہتی ہی
ہین، ان سے ہمین پناہ دے، کیونکہ ان کا تسلط اگر ہم پر ہوا تو ہمین ہلاک
کر دینگی۔ ایک انسان کی کامیابی اور فلاح کا جب کہ وہ اچھے راستہ

سورۂ ناس

مکی - ۶ آیتین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۲) مَلِكِ

کہہ، کہ مین انسان کی پرورش کرنے والے ، انسان کے

النَّاسِ (۳) اِلٰهِ النَّاسِ

شہنشاہ، انسان کے معبود کی پناہ مانگتا ہون،

اس سورت مین تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم بیرونی دشمنون کی برائیون سے پناہ مانگ چکے تو اب خود اپنی طرف متوجہ ہو، کہ خود تمہارے اندر جو چھپا ہوا دشمن ہے، اس سے خدا کی پناہ مین آجاؤ، اور کہو کہ اے وہ کہ تو تمام انسان کی پرورش کرتا ہے، ان کی ساری ضروریات کا بغیر ان کے استحقاق کے انتظام کرتا ہے، پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک زندگی کا ایک ایک گھنٹہ ایک ایک منٹ ایک ایک پل ایسا ہے کہ اگر تیری پرورش نہ ہوتی رہے تو انسان کی ہستی فنا ہو جائے، تو ہی نے دن رات سورج چاند، ستارے، آگ، پانی، مٹی، ہوا، حیوانات، نباتات، جمادات اور وہ سب چیزین جنھین تو دیکھتا ہے، اور ہم نہین دیکھتے، اور نہین دیکھ سکتے، ان سب چیزون کو ایک خاص انتظام کے ساتھ ہماری پرورش کے لئے چلا رہا ہے، جب تیری یہ کچھ قدرت ہے کہ سارے بڑے بڑے عظیم الشان مخلوقات تری قوت وجبروت کے آگے سرنگون ہین،

پر جا رہا ہو، بُرے خیال سے بڑھکر اور کوئی دشمن نہین، اس لئے ہم چاہتے ہین کہ تو اپنی صفت ربوبیت (پرورش کرنا) کی طفیل سے امن مین رکھ، اور اپنی صفت ملکوتیت (بادشاہت) کی طفیل ان مہلک خیالات کو ہم سے دور رکھ اور اپنی صفت معبودیت کی طفیل ہمین خاص اپنا بنالے، اور اپنی غلامی مین قبول کرکے عزت بڑھا، تاکہ یہ اعداء تیرے غلاموں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکین، کیونکہ یہ وہ دشمن ہین جو گھر مین گھس کر آگ لگانے والے ہین نیز ایسے لوگون سے بھی پناہ مین رکھ جن کا یہی کام ہو کہ لوگون کو ورغلا کر ان کے خیالات پر بُرا اثر ڈالین، اور آخر کار تباہ و برباد کرکے چھوڑین، خواہ وہ انسان ہون یا جن، ظاہر ہون یا پوشیدہ، متمدن شہرون مین رہنے والے ہون یا پہاڑ کی گھاٹیون مین بسرا کرنے والے ہون، نظر آئین یا نہ آئین ان سب کی شرارتون سے محفوظ رکھ، اور ہم مین ایسی قوت، ایسی عقل ایسا خیال، ایسا ارادہ دے کہ ان رکاوٹون کے باوجود ہم اپنا اصل مقصد، اپنی زندگی کے اصل کام کرنے سے نہ رکین، اور جس طرح انسان پیدا ہوئے ہین، اسی طرح ایک کامل انسان ہوکر مرین، اور پھر تیرے پاس پہنچکر وہ کچھ پائین جو تو نے ہمارے لئے مہیا کر رکھی ہین،

تمت

واضح ہو کہ

یہ کتاب صفحہ تمہید سے صفحہ ۶۴ تک اور صفحہ ۱۲۹ تا صفحہ ۱۶۰ و صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ مطبع رحمانیہ مونگیر مین باہتمام منشی سراج الدین احمد رحمانی چھپی فقط

کتبہ

خاکنہاد فریاد یاروی

فقط

اعلان

جس اصول پر اور جس طرز سے یہ تفسیر ناظرین مطالعہ
کر رہے ہیں، اسی طرز کی پانچ سیپاروں کی تفسیر پریس
میں جانے کے لئے تیار ہے۔ کم از کم پانسو آڈر آتے ہی
چھپنے کے لئے بھیج دیجائے گی، صفحات کم از کم ۱۰۰
ہوں گے، قیمت چار روپے تک ہوگی۔ کاغذ کا نرخ سستا
ہوا تو یہ قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ جن حضرات کی خواہش
جلد آڈر بھیج دیں۔

کتاب ملنے کا پتہ

شائق احمد عثمانی، دلاور پور مونگیر